بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اضافہ واصلاح شدہ
جدید ایڈیشن

شادی کو سادی بنائیے

مصنّف
مُفتی مُحمّد رضوان

ادارۂ غفران
راولپنڈی پاکستان

شادی کو سادی بنائیے
مفتی محمد رضوان
ادارۂ غفران

نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور سلفِ صالحین رحمہم اللہ کے حالات اور واقعات ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دور اور زمانہ میں نکاح سادگی اور آسانی کے ساتھ کسی رسم و رواج، تکلف و تصنع، بناوٹ اور فخر و تفاخر اور نمود و نمائش اور اسراف و فضول خرچی کے بغیر منعقد ہو جایا کرتا تھا، جس میں آسانی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکتیں بھی زیادہ ہوتی تھیں۔

مگر آج شادی بیاہ کے موقع پر رسم و رواج اپنی لپیٹ میں لے کر دنیوی و اُخروی تباہی و بربادی کا سبب بنتے ہیں، اور ان رسموں کی وجہ سے قطع تعلقی کی بھی نوبت آتی ہے، اور مال اور وقت کا قیمتی حصہ، جو بے شمار نفع بخش کاموں میں استعمال ہو سکتا تھا، وہ ضائع ہو جاتا ہے، جبکہ رسم و رواج کے سامان میسر نہ آنے کی وجہ سے بعض مرد اور عورتیں زندگی بھر نکاح سے محروم ہو کر بغیر نکاح کئے یا بدکاری کی حالت میں زندگی گزارتے ہیں، یا پھر ان رسموں کو انجام دینے کا انتظام کرنے کے لئے چوری، رشوت خوری، ڈاکہ اور قتل وغیرہ جیسے ناجائز ذرائع سے مال حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور بعض انتظام نہ ہونے کی وجہ سے خودکشی تک کا بھی ارتکاب کر لیتے ہیں، اس لئے ان رسموں کے بڑے بُرے اثرات معاشرہ پر پڑ رہے ہیں۔

ادارۂ غفران
راولپنڈی پاکستان

مؤلف کا مختصر تعارف

مفتی محمد رضوان صاحب

ابن حضرت حاجی محمد غفران خان صاحب رحمہ اللہ

پیدائش

۱۸/ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ
بمطابق 09 دسمبر 1968ء

فاضل و مفتی

درسِ نظامی و تخصص فی الافتاء

امامت و خطابت

جامع مسجد امیر معاویہ، کوہاٹی بازار،
راولپنڈی (1992ء تا 2014ء)

مناصب

بانی و مدیر: ادارہ غفران ٹرسٹ، راولپنڈی، پاکستان
مدیر ماہنامہ: ''التبلیغ'' راولپنڈی، پاکستان

ابتدائی اصلاحی تعلق

مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خانصاب رحمہ اللہ

تصوف و طریقت میں خلافت و اجازت

حضرت نواب محمد عشرت علیخان قیصر صاحب رحمہ اللہ

خلیفہ اجل: مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خانصاب

و مولانا سید قاری بلال احمد صاحب

تصانیف

فضائل و مسائل، فقہ، معاشرت، اخلاق و تزکیہ وغیرہ کے مختلف موضوعات پر تقریباً 100 سے زائد کتب و رسائل

ادارہ غفران کا مختصر تعارف

ادارہ غفران کا قیام

شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ دسمبر 1998ء

بانی و مدیر

مفتی محمد رضوان صاحب

سرپرست

حضرت نواب محمد عشرت علیخان قیصر صاحب رحمہ اللہ
و حضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

ادارہ غفران میں قائم شعبے

دارالافتاء
شعبہ تصنیف و تالیف
شعبہ نشر و اشاعت
مسجد ادارہ غفران
شعبہ حفظ و ناظرہ (برائے طلباء و طالبات)
ضروریات دین کورس (برائے طلباء و طالبات)
تعمیر پاکستان سکول (برائے طلباء و طالبات)
ماہنامہ ''التبلیغ''
اصلاحی دروس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن

شادی کو سادی بنایئے

نکاح کی فضیلت واہمیت، نکاح کے فرض، سنت اور حرام وغیرہ ہونے کی صورتیں
نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ ٔ کرام کے مسنون ومستحب نکاح کے نمونے
شادی کو آسان اور سادی بنانے کا حکم اور اس کا طریقہ
شادی کو سادی بنانے کے دینوی اور اخروی فوائد ونتائج
کبروعُجب ، ریاکاری، نمود ونمائش اور اسراف پر مشتمل رسموں کی
دنیوی واُخروی تباہ کاریاں، اوران کانعم البدل
منگنی، نکاح، مہر، ولیمہ اور جہیز کا مدلّل ومفصّل حکم

مصنّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

Idara Ghufran

(جملہ حقوق بحق ادارہ غفران محفوظ ہیں)

نام کتاب: شادی کو سادی بنائیے

مصنف: مفتی محمد رضوان

طباعتِ اوّل: جمادی الاولیٰ 1428ھ۔ طباعتِ دوم: محرم الحرام 1437ھ

صفحات: 380

ملنے کے پتے

Idara Ghufran

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر
تمہید (از مؤلف)	7
(مقدمہ) **نکاح کی فضیلت واہمیت**	9
بے نکاحوں کو نکاح کرنے کا حکم	//
گناہ سے بچنے کی خاطر نکاح کرنے والے پر اللہ کی مدد	18
نکاح، نظر اور شرمگاہ کی حفاظت کا ذریعہ ہے	19
نکاح کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے	21
بلا عذر نکاح سے اعراض کرنے کی مذمّت	24
محبت کرنے اور نسل بڑھانے والی عورتوں سے نکاح کا حکم	//
دیندار، با اخلاق رشتہ میسر آنے پر نکاح کا حکم	25
صالح عورت سے نکاح کرنا آدھے دین کا معاوِن ہے	31
دیندار بیوی، کامیابی کا ذریعہ ہے	32
مومن اور ایمان و آخرت پر معین بیوی سونے چاندی سے افضل ہے	35
نیک صالح بیوی، دنیا کا بہترین سامان ہے	36

Idara Ghufran

نکاح، انسان کی ضرورت میں داخل ہے	37
بیوی سے صحبت کرنا اجر وثواب کا باعث ہے	39
نکاح کے فرض، سنت اور حرام وغیرہ ہونے کی صورتیں	42
(باب نمبر 1) نبی ﷺ اور صحابۂ کرام کے نکاح کے چند نمونے	49
(1)...... نبی ﷺ کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ	50
(2)...... نبی ﷺ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ	61
(3)...... نبی ﷺ کا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ	80
(4)...... نبی ﷺ کا حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ	87
(5)...... نبی ﷺ کا حضرتِ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ	97
(6)...... نبی ﷺ کا حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ	103
(7)...... نبی ﷺ کا حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ	114
(8)...... نبی ﷺ کا حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ	119
(9)...... نبی ﷺ کا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ	122
(10)...... نبی ﷺ کا حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ	124
(11)...... حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے نکاح کا واقعہ	138
(12)...... حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے نکاح کا واقعہ	156
(13)...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے نکاح کا واقعہ	158
(14)...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قرابت دار بچی کی رخصتی کا واقعہ	162
(15)...... ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کے نکاح کا واقعہ	164
(16)...... ایک اور صحابی رضی اللہ عنہ کے نکاح کا واقعہ	166

(17)......حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے نکاح کا واقعہ	169
(18)......صحابۂ کرام کا ایک بکری کے ذریعہ نکاح کرنا	170
(فصل نمبر 1) سب سے زیادہ خیر والا نکاح، آسان نکاح ہے	172
(1)......نکاح کے پیغام یا منگنی میں آسانی	174
(2)......نکاح میں آسانی	186
(3)......مہر میں آسانی	194
(4)......ولیمہ میں آسانی	211
(5)......جہیز کا حکم	251
(فصل نمبر 2) شادی بیاہ کے مروّجہ تکلُّفات اور رسموں کا نقصان	263
شادی کے شین سے نقطے ہٹا کر سادی بنایئے	288
بندہ کے نکاح کا واقعہ	290
(فصل نمبر 3) کِبر وعُجب، ریاکاری اور اسراف کی ممانعت ومذمَّت	302
کبر وعجب کی ممانعت ومذمَّت	//
ریاکاری کی ممانعت ومذمَّت	307
اضاعتِ مال کی ممانعت ومذمَّت	319
حرص وہوس کی مذمت اور قناعت کی فضیلت	325

(فصل نمبر 4) ریاکاری واسراف کے بجائے صدقہ کرنے کی فضیلت	348
صدقہ کے لئے بکرے کی حیثیت	368
(فصل نمبر 5) شادی کو آسان اور سادی کرنے کے فوائد وبرکات	370
(1)......نکاح سے پہلے حاصل ہونے والے فوائد وبرکات	//
(2)......نکاح کے وقت حاصل ہونے والے فوائد وبرکات	371
(3)......نکاح کے بعد حاصل ہونے والے فوائد وبرکات	372
(4)......آخرت میں حاصل ہونے والے فوائد وبرکات	//
(خاتمہ) آیئے عہد کریں	374

(ضمیمہ) نکاح سے متعلق چند مسنون دعائیں	376
نکاح کا مسنون خطبہ	//
نکاح کی مبارک باد کی مسنون دعاء	377
نکاح کے بعد شوہر کے لئے مسنون دعاء	378
زوجہ سے صحبت کرنے سے پہلے کی مسنون دعاء	379
رائے گرامی: مولانا مفتی محمد امجد حسین صاحب زید مجدہٗ (راولپنڈی)	380

Idara Ghufran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(از مؤلف)

بالغ مرد وعورت کو قدرت ہونے کی صورت میں نکاح کرنا عبادت ہے، اور نکاح کرنے کی اسلام میں بڑی فضیلت وتاکید ہے، اور یوں تو آج کے دور میں بہت سے مسلمانوں کو تقریباً ہر شعبے میں ہی رسوم ورواج نے تباہ کرر کھا ہے، لیکن تین قسم کی رسمیں ایسی ہیں جن میں زیادہ ابتلاء ہے، ان میں سے ایک تو پیدائش کے متعلق رسمیں ہیں، دوسرے شادی بیاہ سے متعلق رسمیں ہیں اور تیسرے فوتگی سے متعلق رسمیں ہیں، پہلی دو رسمیں خوشی کے عنوان سے انجام دی جاتی ہیں اور تیسری قسم کی رسم غمی کے عنوان سے انجام دی جاتی ہے، گویا کہ لوگوں نے خوشی کے مواقع کو بھی رسم ورواج کی نذر کر دیا ہے اور غمی کے مواقع کو بھی۔

حالانکہ مسلمان کی کوئی بھی حالت چاہے خوشی کی ہو یا غمی کی، شریعت سے باہر نہیں، اس لئے دونوں کو شرعی تقاضوں کے مطابق گزارنا ضروری ہے۔

انسان کی دنیوی زندگی عادتاً تین ادوار پر مشتمل ہوتی ہے، ایک بچپن کا دور، جس کا آغاز انسان کی پیدائش پر ہوتا ہے، دوسرے جوانی کا دور، جس میں عادتاً انسان شادی بیاہ کے مرحلے سے گزرتا ہے، تیسرے بُڑھاپے کا دور، جس کے بعد پھر انسان کی دنیوی زندگی موت پر ختم ہو جاتی ہے۔ تو پیدائش سے لے کر وفات تک کے تینوں قسم کے مذکورہ اَدوار اکثر وبیشتر رسموں کی نذر ہو رہے ہیں، اور ان کے نتیجہ میں مسلمانوں کی جانی، مالی اور وقت کی بہت بڑی صلاحیتیں ضائع ہو رہی ہیں۔

انسان کی دنیوی زندگی کے مذکورہ تین اَدوار میں سے جوانی کا دور ایسا ہوتا ہے جس میں اُس پر غفلت اور شہوت پرستی کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے اور ایک دیوانگی کا عالَم ہوتا ہے، اس لیے اس دور میں حاصل ہونے والی خوشی کی نعمت پر غفلت اور شہوت کا اَثر زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔ اسی وجہ

سے شادی بیاہ کے موقع پر رسم ورواج اپنی لپیٹ میں لے کر دنیوی واُخروی تباہی و بربادی کا سبب بنتے ہیں، اوران رسموں کی وجہ سے قطع تعلقی کی بھی نوبت آتی ہے، اور مال اور وقت کا قیمتی حصہ، جو بے شمار نفع بخش کاموں میں استعمال ہوسکتا تھا، وہ ضائع ہوجاتا ہے، جبکہ رسم ورواج کے سامان میسر نہ آنے کی وجہ سے بعض مرد اور عورتیں زندگی بھر نکاح سے محروم ہوکر بغیر نکاح کئے یا بدکاری کی حالت میں زندگی گزارتے ہیں، یا پھر ان رسموں کو انجام دینے کا انتظام کرنے کے لئے چوری، ڈاکہ اور قتل وغیرہ جیسے ناجائز ذرائع سے مال حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور بعض انتظام نہ ہونے کی وجہ سے خودکشی تک کا بھی ارتکاب کرلیتے ہیں، اس لئے ان رسموں کے بڑے بُرے اثرات معاشرہ پر پڑ رہے ہیں۔

اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے بندہ نے ''شادی کو سادی بنایئے'' کے عنوان سے ایک مختصر مضمون ترتیب دیا تھا، جو اس سے پہلے ایک مرتبہ جمادی الاولیٰ 1428ھ میں شائع ہوا تھا، لیکن اس کا پہلا ایڈیشن ختم ہونے کے بعد دوسرے ایڈیشن کے موقع پر اس کی تخریج وتحقیق اور کچھ مفید اضافات اور قرآن وسنت کی معتبر نصوص کو شامل کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی، اس لئے اب تخریج واضافات کے ساتھ اس مضمون کو دوبارہ شائع کیا جارہا ہے۔

تحقیق وتخریج اور مفید اضافات کے بعد امید ہے کہ یہ مضمون زیادہ نفع بخش ہوگا، اور قرآن وسنت کی پاکیزہ ومبارک تعلیمات کے ذریعہ معاشرہ کے بگاڑ کی کافی حد تک اصلاح کا سامان میسر آئے گا۔ جبکہ ''نکاح وزوجین کے فضائل واحکام'' سے متعلق تفصیلی کتاب الگ سے زیرِ تالیف ہے، اللہ تعالیٰ پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ حق کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور امتِ مسلمہ کو رسم ورواج اور نمود ونمائش سے بچ کر سنت کے مطابق نکاح سمیت زندگی کے تمام اعمال انجام دینے کی توفیق بخشے۔ آمین۔ محمد رضوان

29/ذوالقعدۃ/1436ھ 14/ستمبر/2015ء بروز پیر۔ ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

(مقدمہ)

نکاح کی فضیلت واہمیت

اسلام میں نکاح کرنے کی بڑی فضیلت واہمیت ہے، اور قرآن وسنت کے نصوص میں اس کا ذکر ملتا ہے، اس لئے سب سے پہلے قرآن مجید اور مستند احادیث وسنت کی روشنی میں اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے، اگر اخلاصِ نیت اور یکسوئی کے ساتھ ملاحظہ ومطالعہ کیا جائے گا، تو ان شاء اللہ تعالیٰ قرآن وسنت کی مبارک وپاکیزہ تعلیمات سے یقیناً فائدہ ہوگا۔

بے نکاحوں کو نکاح کرنے کا حکم

قرآن مجید کی سورہ نور میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَأَنْكِحُوا الْأَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ. وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (سورة النور، رقم الآيات ٣٢، ٣٣)

ترجمہ: اور نکاح کرو تم، اپنے میں سے بے نکاح لوگوں کا، اور غلاموں اور باندیوں میں سے نیکوکاروں کا بھی، اگر ہوں گے وہ فقیر، غنی کردے گا، اُن کو اللہ اپنے فضل سے، اور اللہ وسعت والا اور خوب علم والا ہے۔ اور چاہئے کہ پاک دامن رہیں وہ لوگ جو نہیں پاتے نکاح کی سبیل، یہاں تک کہ غنی کردے ان کو اللہ اپنے فضل سے (سورہ نور)

مطلب یہ ہے کہ جو بے نکاحے افراد ہوں، خواہ مرد ہوں یا عورتیں، اور بے نکاح ہونا بھی عام ہے خواہ ابھی تک نکاح ہوا ہی نہ ہو یا ہونے کے بعد بیوی کی موت یا طلاق کے سبب بے

نکاح رہ گئے ہوں، تم ان کا نکاح کر دیا کرو اور اسی طرح تمہارے غلام اور باندیوں میں جو نیک صالح ہوں، مومن ہوں یا متقی ہوں، یا نکاح کی صلاحیت رکھتے ہوں یعنی نکاح کے حقوق ادا کر سکتے ہوں، ان کا بھی نکاح کر دیا کرو، اور نکاح کا پیغام دینے والوں کے فقرو افلاس پر نظر کر کے انکار نہ کر دیا کرو، جبکہ ان میں کسب معاش کی صلاحیت موجود ہو، کیونکہ اگر وہ لوگ فقیر و مفلس ہوں گے، تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ نہ تو مالدار نہ ہونے کی وجہ سے نکاح سے انکار کرو اور نہ یہ خیال کرو کہ نکاح ہو گیا تو خرچ بڑھ جائے گا، کیونکہ رزق کا مدار اصل میں اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے وہ کسی مالدار کو بغیر نکاح کے بھی فقیر و محتاج کر سکتا ہے اور کسی غریب نکاح والے کو نکاح کے باوجود فقرو افلاس سے نکال سکتا ہے، اور اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے، جس کو چاہے مالدار کر دے اور سب کا حال خوب جاننے والا ہے، جس کو غنی کرنا مقتضائے حکمت و مصلحت ہوگا اس کو غنی کر دے گا، اور اگر کسی کو نکاح کی بالکل قدرت نہیں ہے یا آئندہ کے لئے فی الحال یقینی طور پر نان نفقہ کا انتظام نہیں ہے، اور کسبِ معاش کی بھی صلاحیت نہیں، اس کو چاہئے کہ اپنے نفس کو قابو میں رکھے، اس پاکدامنی کی برکت سے اللہ اس کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا، اور نکاح کی قدرت وصلاحیت عطا فرما دے گا، وہ پھر نکاح کر لے۔ [1]

---

[1] (وأنكحوا الأيامى منكم) جمع أيم وهي من ليس لها زوج بكرا كانت أو ثيبا ومن ليس له زوج وهذا في الأحرار والحرائر (والصالحين) المؤمنين (من عبادكم وإمائكم) وعباد من جموع عبد (إن يكونوا) أي الأحرار (فقراء يغنهم الله) بالتزوج (من فضله والله واسع) لخلقه (عليم) بهم(تفسير الجلالين، سورة النور)

قوله تعالى :(إن يكونوا فقراء يغنهم الله من فضله) رجع الكلام إلى الأحرار، أي لا تمتنعوا عن التزويج بسبب فقر الرجل والمرأة، "إن يكونوا فقراء يغنهم الله من فضله ."وهذا وعد بالغنى للمتزوجين طلب رضا الله واعتصاما من معاصيه .وقال ابن مسعود :التمسوا الغنى في النكاح، وتلا هذه الآية .وقال عمر رضي الله عنه :عجبي ممن لا يطلب الغنى في النكاح، وقد قال الله تعالى ": إن يكونوا فقراء يغنهم الله من فضله ."وروي هذا المعنى عن ابن عباس رضي الله عنهما أيضا .ومن حديث أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :(ثلاثة كلهم حق على الله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: تَزَوَّجُوا النِّسَاءَ، فَإِنَّھُنَّ یَأْتِیْنَکُمْ بِالْمَالِ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۲۶۷۹، کتاب النکاح)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم عورتوں سے نکاح کرو، پس بے شک وہ مال کی آمد کا ذریعہ بنیں گی (حاکم)

اس طرح کی حدیث حضرت عروہ رحمہ اللہ کی سند سے مرسلاً بھی مروی ہے۔ [1]

مطلب یہ ہے کہ جو شخص گناہ وزنا وغیرہ سے بچنے کی نیت سے نکاح کرے گا، اور اسے جماع اور کسبِ معاش کی قدرت بھی ہو، تو اسے بیوی کے نان نفقہ کے خوف سے نکاح کو ترک نہیں کرنا چاہئے، بلکہ گناہ سے بچنے اور سنت پر عمل پیرا ہونے کی نیت سے نکاح کرنا چاہئے، جس کی برکت سے اس کے مال کی کمی کا اندیشہ دور ہو جائے گا، اور اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے انتظام فرمادے گا۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عونہ المجاهد فی سبیل الله والناکح یرید العفاف والمکاتب یرید الأداء .(أخرجه ابن ماجه فی سننه .فإن قیل :فقد نجد الناکح لا یستغنی، قلنا :لا یلزم أن یکون هذا علی الدوام، بل لو کان فی لحظة واحدة لصدق الوعد .وقد قیل :یغنیه، أی یغنی النفس .وفی الصحیح (لیس الغنی عن کثرة العرض إنما الغنی غنی النفس)وقد قیل :لیس وعدا لا یقع فیه خلف، بل المعنی أن المال غاد ورائح، فارجوا الغنی .وقیل :المعنی یغنیهم الله من فضله إن شاء ، کقوله تعالی:
"فیکشف ما تدعون إلیه إن شاء " وقال تعالی ":یبسط الرزق لمن یشاء " .وقیل :المعنی إن یکونوا فقراء إلی النکاح یغنهم الله بالحلال لیتعففوا عن الزنی .السابعة -هذه الآیة دلیل علی تزویج الفقیر، ولا یقول کیف أتزوج ولیس لی مال، فإن رزقه علی الله .وقد زوج النبی صلی الله علیه وسلم المرأة التی أتته تهب له نفسها لمن لیس له إلا إزار واحد(تفسیر القرطبی، سورة النور)

[1] عن هشام بن عروة ,عن أبیه ، قال :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : تزوجوا النساء فإنهن یأتینکم بالمال(مُصنف ابن أبی شیبة ،رقم الحدیث ۱۶۱۶۱)

[2] (فإنهن یأتین) وفی روایة یأتینکم (بالمال) وفی روایة ذکرها المصنف فإنهم یأتینکم بالأموال بمعنی أن إدرار الرزق یکون بقدر العیال والمعونة تنزل بحسب المؤونة فمن تزوج قاصدا بتزوجه المقاصد الأخرویة لتکثیر الأمة لا قضاء الوطر ونیل الشهوة رزقه الله من حیث لا یحتسب ولا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس حدیث کو امام حاکم اور علامہ ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے۔ [1]
لیکن بعض دیگر حضرات نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، اور فرمایا کہ اس کی تائید کسی اور روایت سے نہیں ہوتی۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ینافی الأمر بالتزوج بشرطه (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر للمناوی، رقم الحدیث ۳۲۸۴)
(تزوجوا النساء) ندبا (فإنهن یأتین) وفی روایة یأتینکم (بالمال) بمعنی أن ادرار الرزق یکون بقدر العیال والمعونة تنزل بحسب المؤنة فمن تزوج بقصد أخروی کتکثیر الأمة أو عفته عن الزنا رزقه الله تعالی من حیث لا یحتسب (البزار خط عن عائشة)(بإسناد رجاله ثقات) (د فی مراسیله عن عروة) بضم المهملة ابن الزبیر (مرسلا) وله شواهد کثیرة(التیسیر بشرح الجامع الصغیر، ج ۱ ص ۴۴۷، حرف التاء)
تزوجوا النساء ، فإنهن یأتین بالمال ."البزار (خط) عن عائشة (د) فی مراسیله عن عروة مرسلا(تزوجوا النساء فإنهن یأتین بالمال) أی أن التزوج سبب لإدرار الرزق وسعته وهذا أغلبی وفیه جواز التزوج لقصد زیادة الرزق لأنه من المقاصد الشرعیة(التنویر شرح الجامع الصغیر للصنعانی، تحت رقم الحدیث ۳۲۶۹)
(التمسوا الرزق بالنکاح) أی التزوج فإنه جالب للبرکة جار للرزق موسع إذا صلحت النیة .قال الزمخشری :والرزق الحظ والنصیب مطعوما أو مالا أو علما أو ولدا أو غیرها .قال فی الإتحاف: هذا الخبر وخبر تزوجوا النساء فإنهن یأتین بالمال یدل علی ندب التزویج للفقیر ومذهب الشافعی رضی الله تعالی عنه ندبه قدرته علی المؤنة والأوجه أن الناس أقسام قسم واجد وقسم غیر واجد وهو واثق لله وقسم غیر واثق ولیس له ثقة فیستحب للواثق دون غیره.
(فر) من حدیث مسلم بن خالد عن سعید بن أبی صالح (عن ابن عباس) ومسلم بن خالد .قال الذهبی فی الضعفاء قال البخاری وأبو زرعة منکر الحدیث قال السخاوی وشیخه ضعیف لکن له شواهد عن ابن عباس(فیض القدیر للمناوی، تحت رقم الحدیث ۱۵۶۷)

[1] قال الحاکم:
هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین، ولم یخرجاه لتفرد سالم بن جنادة بسنده، وسالم ثقة مأمون "(مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۲۶۷۹)
وقال الذهبی فی التلخیص:
علی شرط البخاری ومسلم.

[2] قال الالبانی:
(تزوجوا النساء ؛ فإنهن یأتینکم بالمال). ضعیف
رواه ابن أبی شیبة فی "المصنف(۷/۲/۱)"أبو أسامة عن هشام بن عروة عن أبیه مرفوعا.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مگر ہمیں اس بات سے اتفاق نہیں، بلکہ ہمارے نزدیک یہ حدیث کم از کم حسن لغیرہٖ کے درجہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأخرجه أبو داود فی "المراسيل(۲۰۳/۱۸۰)"من طريق آخر عن أبی أسامة.
قلت :وهذا سند مرسل صحيح .وقد وصله أبو السائب سلم بن جنادة فقال :حدثنا أبو أسامة عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة مرفوعا به.
أخرجه البزار (ص ـ ۱۴۲ زوائده) ، والحاكم(۱۶۱/۲)والخطيب فی "التاريخ (۱۴۷/۹)"والديلمی (۲۹/۱/۱)وقال الحاكم":صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه؛ لتفرد سلم بن جنادة بإسناده، وسلم ثقة مأمون"، ووافقه الذهبی!
قلت :وفيه أمران:
الأول :أن ابن جنادة لم يخرج له من الستة سوى الترمذی وابن ماجه، فليس هو على شرط الشيخين.
والآخر :أن ابن جنادة -وإن كان ثقة -فهو ربما خالف؛ كما قال الحافظ فی "التقريب"، وقد خالف ابن أبی شيبة -وكذا غيره -فی إسناده، كما يشعر به قول الهيثمی أو الحافظ فی "زوائد البزار:"
قلت" :رواه غير واحد مرسلا، ولا نعلم أحدا ذكر عائشة إلا أبو أسامة."
كذا فی النسخة وهی رديئة جدا، ولعل الأصل "أبو السائب "؛ فهو الذی تفرد بذكر عائشة فيه، على أنه لم يثبت على ذلک؛ فقد ذكر الخطيب بعد أن أخرجه من طريق الحسين المحاملی عن أبی السائب به":قال أبو السائب :سلم بن جنادة -فی موضع آخر -عن هشام عن أبيه، وليس عن عائشة."
قلت :فقد اتفق أبو السائب مع الثقات على إرساله، فهو الصواب.
وعليه؛ فالحديث علته الإرسال .وجرى الهيثمی على ظاهر إسناده فقال فی "مجمع الزوائد(۲۵۵/۴)": "رواه البزار، ورجاله رجال الصحيح خلا سلم بن جنادة (الأصل مسلم بن جياد) وهو ثقة."
وأما قول المناوی عقبه":قال المصنف :وله شواهد، منها خبر الثعلبی عن ابن عجلان أن رجلا شكى إلى النبی -صلى الله عليه وسلم -الفقر، فقال :عليک بالباءة."
فهذا مع أنه معضل، فلا ندری ما حال الإسناد إلى ابن عجلان.
وأما الشواهد الأخرى، فلم أستحضر حتى الآن شيئا منها .وما إخال فيها ما يصلح شاهدا .ولعل منها ما أخرجه السهمی فی "تاريخ جرجان(۲۰۰) "من طريق حسين بن علوان عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة مرفوعا بلفظ":عليكم بالتزويج؛ فإنه يحدث الرزق."
وحسين بن علوان كذاب وضاع.وفی الباب" :التمسوا الرزق فی النكاح "، وهو ضعيف مضى برقم (۲۴۸۷)(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، رقم الحديث ۳۴۰۰)

میں داخل ہے، کیونکہ اس کی تائید قرآن مجید کی ذکر کردہ آیت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کی آنے والی روایت سے ہوتی ہے۔
نیز اُس حدیث کے مضمون سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، جس میں گناہ سے بچنے کی غرض سے نکاح کرنے والے کے لئے اللہ کی مدد کے حق ہونے کا ذکر ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ ۱؎

۱؎ (البزار) فی مسنده (خط) فی التاريخ وكذا الدارقطنی والحاكم وابن مردويه والديلمی كلهم من حديث مسلم بن جنادة عن أبی أسامة عن هشام عن أبيه (عن عائشة) قال الحاكم :تفرد بوصله مسلم وهو ثقة وأقره الذهبی وقال الهيثمی :رجاله رجال الصحيح خلا مسلم بن جنادة وهو ثقة (د فی مراسيله) وكذا ابن أبی شيبة (عن عروة) بضم العين ابن الزبير (مرسلا) قال المصنف :وله شواهد منها خبر الثعلبی عن ابن عجلان أن رجلا شكی إلی النبی صلی الله عليه وسلم الفقر فقال: عليك بالباء ة(فيض القدير شرح الجامع الصغير، رقم الحديث ۳۲۸۴)
(البزار خط عن عائشة) / /(بإسناد رجاله ثقات) / /(د فی مراسيله عن عروة) بضم المهملة ابن الزبير (مرسلا) وله شواهد كثيرة(التيسير بشرح الجامع الصغير، ج ۱ ص۴۴۷، حرف التاء)
وقد روی عن -عمر بن الخطاب رضی الله عنه أنه قال :ابتغوا الغناء فی النكاح، ما رأيت من قعد بعد هذه الآية (إن يكونوا فقراء يغنهم الله من فضله)وفی "مستدرک الحاكم "من حديث عائشة مرفوعا " :تزوجوا النساء :فإنهن يأتينكم بالمال "ثم قال :صحيح علی شرط الشيخين ، وصح أيضا من حديث أبی هريرة رضی الله عنه :أن رسول الله -صلی الله عليه وسلم -قال" :ثلاثة حق علی الله أن يعينهم :المجاهد فی سبيل الله والناكح يريد العفاف، والمكاتب يريد الأداء "وقال ابن الجلاب :إذا علمت المرأة بفقره عند النكاح فلا مقام لها (التوضيع لشرح الجامع الصحيح لابنِ الملقن، ج۲۴ص ۲۳۶، كتاب النكاح، باب تزويج المعسر لقوله تعالی :إن يكونوا فقراء يغنهم الله من فضله)
وعن عائشة أيضا عند الحاكم وأبی داود فی المراسيل بلفظ :تزوجوا النساء فإنهن يأتينكم بالمال وقد اختلف فی وصله وإرساله، ورجح الدارقطنی المرسل علی الموصول وعن أبی هريرة عند الترمذی والحاكم والدارقطنی وصححه بلفظ :ثلاثة حق علی الله إعانتهم :المجاهد فی سبيل الله، والناكح يريد أن يستعفف، والمكاتب يريد الأداء وعن أنس أيضا عند الحاكم بلفظ :من رزقه الله امرأة صالحة فقد أعانه علی شطر دينه، فليتق الله فی الشطر الثانی قال الحافظ :وسنده ضعيف وعنه أيضا من تزوج امرأة صالحة فقد أعطی نصف العبادة وفی إسناده زيد العمی وهو ضعيف وعن ابن عباس عند أبی داود والحاكم بلفظ :ألا أخبركم بخير ما يكنز المرء :المرأة الصالحة، إذا نظر إليها سرته، وإذا غاب عنها حفظته، وإذا أمرها أطاعته وعن ثوبان عند الترمذی نحوه، ورجاله ثقات إلا أن فيه انقطاعا(نيل الاوطار للشوكانی، ج۶ ص ۱۲۰ ، كتاب النكاح،باب الحث عليه وكراهة تركه للقادر عليه)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

التمسوا الرزق بالنكاح رواه الديلمى، وفى سنده مسلم بن خالد وهو ضعيف، لكن له شاهد، وقول الناس :تزوجوا فقراء يغنهم الله ليس بحديث(اسنى المطالب فى احاديث مختلفة المراتب، ج ا ص ٦٩، حرف الهمزة)

التمسوا الرزق بالنكاح:رواه الثعلبى فى تفسيره والديلمى بسند فيه لين عن ابن عباس رفعه .لكن له شاهد أخرجه البزار والدارقطنى فى العلل والحاكم وابن مردويه عن عائشة مرفوعا" :تزوجوا النساء ؛ فإنهن يأتين بالمال ."وقال الدارقطنى والبزار :يرويه سلم بن جنادة مرسلًا .قال فى المقاصد :وهو كما قالا.

وروى الثعلبى أيضًا عن ابن عجلان أن رجلًا أتى النبى -صلى الله عليه وسلم -فشكا إليه الحاجة والفقر ,فقال" :عليك بالباء ة."

وروى عبد الرزاق عن عمر أنه قال :عجبت لرجل لا يطلب الغنى بالباء ة، والله تعالى يقول فى كتابه :(إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ).

وقال القفال فى محاسن الشريعة :قد وعد الله على النكاح الغنى فقال :(وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ) الآية.

وفى معناه ما فى صحيحى ابن حبان والحاكم عن أبى هريرة مرفوعًا" :ثلاثة حق على الله أن يغنيهم -وفى لفظ "عونهم :-"المجاهد فى سبيل الله، والمكاتب الذى يريد الأداء ، والناكح الذى يريد العفاف "وفى لفظ" :والناكح ليستعفف."

ولابن منيع عن أبى هريرة رفعه" :حق على الله عون من نكح يريد العفاف عما حرم الله."

وروى الديلمى عن أبى أمامة وجابر" :ثلاثة حق واجب على الله أن يؤدى عنهم "وذكر منهم : "متزوج ليستعف."

وروى الحارث بن أبى الصامت فى مسنده عن ابن عمر ورفعه" :ثلاثة من ادَّانَ فيهن ثم مات ولم يقض، قضى الله عنه "وذكر "ورجل يخاف على نفسه العنت فى العزوبة، فاستعف بدَيْن."

قال فى التمييز :قلت :والذى يدور على ألسنة العوام معناه، وهو قولهم" :تزوجوا فقراء يغنكم الله , "انتهى(كشف الخفاء للعجلونى ،ج ا ص ٢٠٢، تحت رقم الحديث ٥٢٨، حرف الهمزة مع اللام)

"التمسوا الرزق بالنكاح ."ضعيف

رواه الواحدى فى "الوسيط (٢/١١٦/٢)"والديلمى (١/١/٤٢)عن مسلم بن خالد عن سعيد بن أبى صالح عن ابن عباس مرفوعا .وقال الحافظ فى "مختصر الديلمى :" "مسلم فيه لبس، وشيخه !"كذا الأصل، بيض لشيخه، ولم أعرفه، وأما مسلم بن خالد، فهو المعروف بالزنجى قال فى " التقريب :" "صدوق كثير الأوهام."

قلت :وفى معناه حديث : "تزوجوا النساء ، فإنهن يأتين بالمال (سلسلة الاحاديث الضعيفة للالبانى، تحت رقم الحديث ٢٤٨٧)

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: اُطْلُبُوْا الْفَضْلَ فِي الْبَاهِ قَالَ: وَتَلَا عُمَرُ: إِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (مصنف عبد الرزاق) [1]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اللہ کے فضل (یعنی رزق ومال) کو نکاح میں تلاش کرو، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اس کی دلیل میں سورہ نور کی) یہ آیت تلاوت فرمائی کہ:

"إِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ"

''اگر ہوں گے وہ فقیر، غنی کردے گا اُن کو اللہ اپنے فضل سے'' (عبدالرزاق)

اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: مَا رَأَيْتُ مِثْلَ رَجُلٍ لَمْ يَلْتَمِسِ الْفَضْلَ فِي الْبَاهِ، وَاللّٰهُ يَقُوْلُ: إِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (مصنف عبد الرزاق) [2]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس آدمی کے مثل کسی کو نہیں پاتا، جو نکاح میں فضل (یعنی رزق ومال) کو تلاش نہ کرے، دراں حالیکہ (سورہ نور میں) اللہ کا ارشاد ہے کہ:

"إِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ"

''اگر ہوں گے وہ فقیر، غنی کردے گا اللہ اُن کو اپنے فضل سے'' (عبدالرزاق)

اور حضرت ابراہیم بن محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ عُمَرُ: اِبْتَغُوا الْغِنٰى فِي الْبَاءَةِ (مصنف ابن أبي شيبة) [3]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم مالداری کو نکاح میں تلاش کرو (ابنِ ابی شیبہ)

---

[1] رقم الحديث ١٠٣٨٥، كتاب النكاح، باب وجوب النكاح وفضله.

[2] رقم الحديث ١٠٣٩٣، كتاب النكاح، باب وجوب النكاح وفضله.

[3] رقم الحديث ١٦١٦٢، كتاب النكاح، باب في التزويج من كان يأمر به ويحث عليه.

Idara Ghufran

مذکورہ روایات میں ''باہ'' یا ''باءۃ'' کا لفظ نکاح کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ [1]

حضرت سعید بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

بَلَغَنِیْ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيْقَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: أَطِيْعُوا اللّٰهَ فِيْمَا أَمَرَكُمْ بِهِ مِنَ النِّكَاحِ، يُنْجِزْ لَكُمْ مَا وَعَدَكُمْ مِنَ الْغِنٰی، قَالَ تَعَالٰی: إِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (تفسیر القرآن العظیم لابن أبی حاتم، رقم الحدیث ۱۴۴۴۹، قوله :إن یکونوا فقراء یغنهم الله من فضله)

ترجمہ: مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی اطاعت کرو، اس کام میں جس کا اس نے تمہیں حکم دیا ہے، یعنی نکاح کرو، اس کی وجہ سے اللہ تم کو وہ غناء عطاء فرمادے گا، جس کا تم سے (اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں) وعدہ فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

''إِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ''

''اگر ہوں گے وہ فقیر، غنی کردے گا اللہ اُن کو اپنے فضل سے'' (بخاری)

اورامام بخاری رحمہ اللہ اپنی کتاب ''صحیح بخاری'' میں فرماتے ہیں کہ:

بَابُ تَزْوِيْجِ الْمُعْسِرِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی: إِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (صحیح البخاری، کتاب النکاح)

ترجمہ: یہ باب ہے تنگ دست کے نکاح کرنے کا، اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ

---

[1] قیل لعقد النکاح باہ، لأن من تزوج امرأۃ بوأھا منزلا (مرقاۃ المفاتیح، ج۵ ص ۲۰۴۱، کتاب النکاح)

قوله :(الباء ة) ، فیها أربع لغات :الفصیحة المشهورة بالمد والهاء .الثانیة بلا مد .الثالثة :بالمد بلا هاء .الرابعة :الباهة بهاء ین بلا مد .وفی (الموعب) : الباء الحظ من النکاح، وعن ابن الأعرابی :الباء والباه والباهة :النکاح .وفی (الصحاح) : الباهة مثل الباعة لغة فی الباء ة، ومنه سمی النکاح، باء أو باهة، لأن الرجل یتبوء من أهله إی یستمکن منها کما یتبوء من داره، وبوأه منزلا أنزله فیه، والاسم البیئة بالفتح والکسر، وقال الأصمعی :الباه الغشیان (عمدة القاری شرح صحیح البخاری، ج۱۰، ص۲۷۸، کتاب الصوم، باب الصوم لمن خاف علی نفسه العزوبة)

Idara Ghufran

سے کہ:

''اِنۡ یَّکُوۡنُوۡا فُقَرَاءَ یُغۡنِہِمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ''

''اگر ہوں گے وہ فقیر، غنی کردے گا اُن کو اللہ اپنے فضل سے'' (بخاری)

معلوم ہوا کہ نکاح کرنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ مالی برکت عطا فرماتا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ فائدہ اسی وقت حاصل ہوگا، جب گناہ سے بچنے اور عبادت وسنت کی نیت سے اور سنت کے مطابق منکرات اور گناہوں سے بچتے ہوئے نکاح کیا جائے، اور اپنی طرف سے کسبِ معاش میں کوتاہی کا مظاہرہ نہ کیا جائے، جیسا کہ اگلی حدیث کے ضمن میں وضاحت آتی ہے۔

گناہ سے بچنے کی خاطر نکاح کرنے والے پر اللہ کی مدد

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثَۃٌ حَقٌّ عَلَی اللّٰہِ عَوۡنُہُمۡ، اَلۡمُجَاہِدُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ، وَالۡمُکَاتَبُ الَّذِیۡ یُرِیۡدُ الۡاَدَاءَ، وَالنَّاکِحُ الَّذِیۡ یُرِیۡدُ الۡعَفَافَ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمیوں کی مدد اللہ پر حق ہے، ایک اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی، دوسرے مکاتب غلام کی (یعنی جس کا اپنے مالک سے مخصوص مال کے عوض آزادی حاصل کرنے کا معاہدہ ہو چکا

---

[1] رقم الحدیث ۱۶۵۵، ابواب فضائل الجہاد، باب ما جاء فی المجاہد والناکح والمکاتب وعون اللہ إیاهم، موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان، رقم الحدیث ۱۶۵۳، باب فی عون اللہ تعالی المجاہد ونحوہ.

قال الترمذی:

هذا حدیث حسن.

وقال حسین سلیم اسد الدارانی:

إسنادہ حسن من أجل محمد بن عجلان (حاشیۃ موارد الظمآن)

ہو) جو ادائیگی کا ارادہ رکھتا ہے، اور تیسرے اس نکاح کرنے والے کی جو پا کی حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی ضرور مدد واعانت فرماتا ہے، اور وہ مدد واعانت مختلف شکلوں میں ہوتی ہے، مالی انتظام ہونے کی شکل میں بھی اور گناہ سے حفاظت کی شکل میں بھی، جن میں ایک شخص وہ بھی ہے، جو گناہ وزنا سے بچنے کی خاطر نکاح کرتا ہے۔ ؎1

نکاح، نظر اور شرمگاہ کی حفاظت کا ذریعہ ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَبَابًا لَا نَجِدُ شَيْئًا، فَقَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنْ اِسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ (بخاری) ؎2

؎1 (ثلاثة حق على الله عونهم المجاهد فى سبيل الله) لتكون كلمة الله هى العليا وكلمة الذين كفروا السفلى (والمكاتب) أى العبد الذى كاتبه سيده على نجوم إذا أداها عتق (الذى يريد الأداء) أى الذى نيته أن يؤدى للسيد ما كاتب عليه (والناكح الذى يريد العفاف) أى المتزوج بقصد عفة فرجه عن الزنا واللواط أو نحوهما وإنما آثر هذه الصيغة إيذانا بأن هذه الثلاثة من الأمور الشاقة التى تكدح الإنسان وتقصم ظهره لولا أنه يعان عليها لما قام بها قال الطيبى :وأصعبها العفاف لأنه قمع الشهوة الجبلية المذكورة فى النفس وهى مقتضى البهيمية النازلة فى أسفل سافلين فإذا استعف وتداركه عون إلهى ترقى إلى منزلة الملائكة فى أعلى عليين > .تنبيه <قال العارف ابن عربى :إذا رأيت واحدا من هؤلاء فأعنه بطائفة من مال أو قال أو حال فإنك إذا أعنتهم فأنت نائب الحق فى عونهم فإنه إذا كان عون هؤلاء حقا على الله فمن أعانهم فقد أدى عن الله ما أوجبه على نفسه فيتولى الله كرامته بنفسه فما دام المجاهد مجاهدا بما أعنته عليه فأنت شريكه فى الأجر ولا ينقصه شىء وإذا ولد للناكح ولد صالح كان لك فى ولده وعقبه أجر وأقر به عين محمد صلى الله عليه وسلم يوم القيامة وهو أعظم من عون المكاتب والمجاهد لما أن النكاح أفضل النوافل وأقربه نسبة للفضل الإلهى فى إيجاده العالم وبعظم الأجر يعظم النسب إلى هنا كلامه.

(حم ت ن) فى الجهاد (هـ) فى الأحكام (ك) فى النكاح (عن أبى هريرة) وقال على شرط مسلم وقال الترمذى :حسن(فيض القدير شرح الجامع الصغير، للمناوى،تحت رقم الحديث٣۴٩٧)

؎2 رقم الحديث ۴٦٧٨، كتاب النكاح،باب من لم يستطع الباءة فليصم، واللفظ لهٗ، مسلم رقم الحديث ١۴٠٠ "٣"

ترجمہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جوانی کی حالت میں تھے، ہمیں کچھ میسر نہیں تھا، تو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے نوجوانو! تم میں جو بھی حقوقِ زوجیت ادا کرنے کی قدرت رکھتا ہو وہ نکاح ضرور کرے کیونکہ اس سے نگاہ میں حیاء وغیرت آتی ہے اور شرمگاہ کی حفاظت ہوتی ہے (بخاری)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نگاہ اور شرمگاہ کی حفاظت کا حکم فرمایا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ أَزْكٰى لَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ. وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ (سورة النور، رقم الایت، ۳۰، ۳۱)

ترجمہ: کہہ دیجئے مومنین کو کہ وہ نیچی رکھیں اپنی نگاہوں کو، اور حفاظت کریں اپنی شرم گاہوں کی، یہ زیادہ پاکیزہ ہے ان کے لیے، بے شک اللہ خوب خبر رکھتا ہے ان کاموں کی جو وہ کرتے ہیں۔ اور کہہ دیجئے مومن عورتوں سے کہ وہ نیچی رکھیں اپنی نگاہوں کو اور حفاظت کریں اپنی شرم گاہوں کی (سورہ نور)

اور نکاح کرنے سے نظر اور شرم گاہ کی حفاظت ہوتی ہے، لہٰذا نکاح کرنا بطورِ خاص ان دونوں اعضاء یعنی نظر اور شرمگاہ کے گناہ سے بچنے کا ذریعہ ہوا، اور آگے آتا ہے کہ نکاح کرنا سنت ہے، لہٰذا نکاح، گناہ سے حفاظت کا ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ عبادت بھی ہوا۔ [1]

---

[1] (من استطاع منكم الباء ة) بالمد والهاء، وهى اللغة الفصيحة الشهيرة الصحيحة، والثانية بلا مد، والثالث بالمد بلا هاء، والرابعة بهاء ين بلا مد، وهى الباهة. ومعناها الجماع مشتق من الباه المنزل، ثم قيل لعقد النكاح باه، لأن من تزوج امرأة بوأها منزلا، وفيه حذف مضاف أى: مؤنة الباء ة من المهر والنفقة، قال النووى -رحمه الله-: "ولا بد من هذا التأويل، لأن قوله -صلى الله عليه وسلم-: "ومن لم يستطع" عطف على "من استطاع" ولو حمل الباء ة على الجماع لم يستقم قوله: قال الصوم له وجاء؛ لأنه لا يقال للعاجز هذا، وإنما يستقيم إذا قيل: أيها القادر المتمكن من الشهوة إن حصلت لك مؤن النكاح تزوج وإلا فصم، ولهذا السر خص النداء بالشبان (فليتزوج)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نکاح کرنا نبی ﷺ کی سنت ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ ثَلاثَةُ رَهْطٍ إِلٰى بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَسْأَلُونَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا أُخْبِرُوا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوهَا، فَقَالُوا: وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ، قَالَ أَحَدُهُمْ: أَمَّا أَنَا فَإِنِّي أُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَصُومُ الدَّهْرَ وَلَا أُفْطِرُ، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا، فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ، فَقَالَ: أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا، أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ، لٰكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي (بخاری)[1]

ترجمہ: تین لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے گھروں کی طرف آئے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں سوال کر رہے تھے، جب ان کو (نبی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قيل: الأمر فيه للوجوب، لأنه محمول على حالة التوقان بإشارة قوله " :يا معشر الشباب "فإنهم ذو التوقان على الجبلة السليمة (فإنه) أى :التزوج (أغض للبصر) أى :أخفض وأدفع لعين المتزوج عن الأجنبية من غض طرفه أى :خفضه وكفه (وأحصن) أى :أحفظ (للفرج) أى :عن الوقوع فى الحرام (ومن لم يستطع) أى :مؤن الباءة (فعليه بالصوم) قيل :هو من إغراء الغائب، وبتقديم قوله " :من استطاع منكم "صار كالحاضر، وقيل :الباء زائدة أى :فعليه الصوم، فالحديث بمعنى الخبر لا الأمر، وقيل :من إغراء المخاطب أى أشيروا عليه بالصوم، (فإنه) أى :الصوم (له) أى: لمن قدر على الجماع ولم يقدر على التزوج لفقره (وجاء) بالكسر بالمد أى :كسر لشهوته، وهو فى الأصل رض الخصيتين ودقهما لتضعف الفحولة، فالمعنى أن الصوم يقطع الشهوة ويدفع شر المنى كالوجاء (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۵ص ۲۰۴۱، كتاب النكاح)

[1] رقم الحديث ۵۰۶۳، كتاب النكاح، باب الترغيب فى النكاح.

Idara Ghufran

صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کی) خبر دی گئی، تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کو گویا کہ کم سمجھا، اور انہوں نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں؟ آپ کے تو اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں، ان میں سے ایک نے کہا کہ میں رات بھر نماز پڑھا کروں گا، اور دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا، کبھی روزہ نہیں چھوڑوں گا، اور تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے الگ رہوں گا، کبھی بھی نکاح نہیں کروں گا، پھر ان کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ تم نے اس اس طرح کی بات کی ہے، یاد رکھو کہ میں اللہ سے تمہارے مقابلہ میں زیادہ خشیت اور زیادہ تقویٰ رکھتا ہوں، اور میں روزہ بھی رکھتا ہوں، اور کبھی روزہ نہیں بھی رکھتا، اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، پس جس نے میری سنت سے اعراض کیا تو وہ مجھ سے نہیں ہے (یعنی وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے) (بخاری)

حضرت ابونجیح سے مرسلاً روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ مُوسِرًا لِأَنْ يَنْكِحَ، ثُمَّ لَمْ يَنْكِحْ فَلَيْسَ مِنِّي(مصنف عبد الرزاق) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو نکاح کرنا میسر ہو، پھر وہ

---

[1] رقم الحديث ١٠٣٧٦، كتاب النكاح، باب وجوب النكاح وفضله، المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ٩٢٠.

قال المنذرى:

رواه الطبراني بإسناد حسن والبيهقي وهو مرسل واسم أبي نجيح يسار بالياء المثناة تحت وهو والد عبد الله بن أبي نجيح المكي (الترغيب والترهيب، للمنذري، تحت رقم الحديث ٢٩٥٢)

وقال الهيثمي:

رواه الطبراني في الأوسط والكبير، وإسناده مرسل حسن؛ كما قال ابن معين (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٧٣٠٣)

نکاح نہ کرے،تو وہ مجھ سے نہیں (عبدالرزاق،طبرانی)

مطلب یہ ہے کہ جس کو نکاح کی قدرت ہو،اور وہ اس کے باوجود نکاح نہ کرے،تو اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ اور سنت سے تعلق نہیں۔ [1]

حضرت عبید بن سعد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَنْ أَحَبَّ فِطْرَتِیْ فَلْیَسْتَنَّ بِسُنَّتِیْ، وَمِنْ سُنَّتِیَ اَلنِّکَاحُ (مسند أبی یعلی، رقم الحدیث ۲۷۴۸) [2]

ترجمہ: جو میری فطرت (اور طریقہ) سے محبت رکھتا ہے،تو اسے چاہئے کہ میری سنت کو اختیار کرے،اور میری سنت نکاح کرنا ہے (ابو یعلیٰ)

مذکورہ احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ نکاح کرنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور عادت ہے،اس لئے وہ یقیناً عبادت اور ثواب والا کام ہے،اور اس پر عمل کرنا سنت سے محبت کی علامت ہے اور اس سے اعراض کرنا درحقیقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو چھوڑنا ہے۔ [3]

---

[1] (فلیس منی) أی لیس هو علی سنتی وطریقتی(مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، ج۵ ص۱۹۳۵، کتاب البیوع، باب المنهی عنها من البیوع)

[2] قال حسین سلیم أسد:

رجاله ثقات (حاشیة مسند ابی یعلیٰ)

و قال الهیثمی:

رواه أبو یعلی، ورجاله ثقات، إن کان عبید بن سعد صحابی وإلا فهو مرسل(مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۷۳۰۵)

[3] (من أحب فطرتی فلیستن بسنتی وإن من سنتی النکاح) قال الإمام :المحبة توجب الإقبال بالکلیة علی المحبوب وامتثال أمره والإعراض عن غیره واتباع طریقته ممن ادعی محبته وخالف سنته فهو کذاب وکتاب الله یکذبه (قل إن کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله)

(هق عن أبی هریرة) قال أعنی البیهقی :هو مرسل اه .ورواه أبو یعلی عن ابن عباس باللفظ المذکور ورواه أیضا عن عبید بن سعد قال الهیثمی :ورجاله ثقات ثم إن کان عبید بن سعد صحابی وإلا فمرسل(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر للمناوی، تحت رقم الحدیث ۸۳۱۶)

بلا عذر نکاح سے اعراض کرنے کی مذمّت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُخَنَّثِی الرِّجَالِ الَّذِیْنَ یَتَشَبَّھُوْنَ بِالنِّسَاءِ، وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ، اَلْمُتَشَبِّھِیْنَ بِالرِّجَالِ، وَالْمُتَبَتِّلِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ، اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ: لَا نَتَزَوَّجُ، وَالْمُتَبَتِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ، اَللَّائِیْ یَقُلْنَ ذٰلِکَ (مسند احمد، رقم الحدیث ٧٨٩١) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مخنث (یعنی ہیجڑے وزنخے) لوگوں پر لعنت فرمائی، جو عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہیں، اور ایسے مردانہ پن اختیار کرنے والی عورتوں پر بھی لعنت فرمائی، جو مَردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتی ہیں، اور ایسے چھڑے چھکے مَردوں پر بھی لعنت فرمائی، جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نکاح نہیں کریں گے، اور ایسی چھڑی چھکی عورتوں پر بھی لعنت فرمائی، جو یہ کہتی ہیں کہ ہم نکاح نہیں کریں گی (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ بلا عذر نکاح نہ کرنے کا عمل خواہ مرد کی طرف سے ہو، یا عورت کی طرف سے ہو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت کا باعث ہے، خاص طور پر جبکہ نیت بھی نکاح نہ کرنے کی ہو۔ اس سے نکاح کی تاکید واہمیت معلوم ہوئی۔

محبت کرنے اور نسل بڑھانے والی عورتوں سے نکاح کا حکم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَأْمُرُ بِالْبَاءَ ۃِ، وَیَنْھٰی عَنِ

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:
صحیح (حاشیۃ مسند احمد)

Idara Ghufran

التَّبَتُّلِ نَهْيًا شَدِيدًا، وَيَقُولُ: تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ، إِنِّي مُكَاثِرٌ الْأَنْبِيَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۱۲۶۱۳) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح (اور بیوی سے صحبت کرنے) کا حکم فرماتے تھے، اور چھڑا و مجرّد (اور بیوی کی صحبت سے الگ اور کنارہ کش) رہنے سے سختی کے ساتھ منع فرماتے تھے، اور فرماتے تھے کہ تم محبت کرنے والی اور زیادہ اولاد پیدا کرنے والی عورت سے نکاح کرو، میں قیامت کے دن دوسرے نبیوں کی امت سے زیادہ (اپنی امت کی) کثرت کو پسند کروں گا (مسند احمد)

معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکاح اور بیوی سے ملاپ کا حکم فرماتے تھے، اور نکاح اور بیوی سے ملاپ ترک کرنے سے سختی سے منع فرماتے تھے، جس سے نکاح اور بیوی سے ملاپ و صحبت کرنے کی اہمیت معلوم ہوئی۔ [2]

دیندار، بااخلاق رشتہ میسر آنے پر نکاح کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:
صحیح لغیرہ، وهذا إسناد قوی (حاشیة مسند احمد)

[2] (كان يأمر بالباه) يعنى النكاح وهل المراد هنا العقد الشرعى أو الوطء فيه احتمالان لكن من المعلوم أن العقد لا يراد به إلا الوطء كذا زعمه ابن بزيزة وهو فى حيز المنع فقد يريد الرجل العقد لتصلح المرأة له شأنه وتضبط بيته وعياله على العادة المعروفة ولا يريد الوطء والصواب أن المراد الوطء لتصريح الأخبار بأن حثه على التزويج لتكثير أمته وذا لا يحصل بمجرد العقد فافهم (وينهى عن التبتل) أى رفض الرجل للنساء وترك التلذذ بهن وعكسه فليس المراد هنا مطلق التبتل الذى هو ترك الشهوات والانقطاع إلى العبادة بل تبتل خاص وهو انقطاع الرجال عن النساء وعكسه (نهيا شديدا) تمامه عند مخرجه أحمد ويقول تزوجوا الودود الولود فإنى مكاثر بكم الأمم يوم القيامة وكان التبتل من شريعة النصارى فنهى عنه أمته اهـ.
(حم) والطبرانى فى الأوسط من حديث حفص بن عمر (عن أنس) وقد ذكره ابن أبى حاتم وروى عنه جمع وبقية رجاله رجال الصحيح ذكره الهيثمى ورواه عنه ابن حبان أيضا باللفظ المزبور ومن ثم رمز لحسنه (فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوى، تحت رقم الحديث ۶۹۴۴)

Idara Ghufran

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَتَاكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ خُلُقَهٗ وَدِينَهٗ فَزَوِّجُوْهُ، إِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيْضٌ (سنن ابن ماجه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس ایسا شخص (یا اس کا رشتہ) آجائے، جس کے اخلاق اور دین کو تم پسند کرتے ہو، تو تم اس سے نکاح کردو، اگر تم ایسا نہیں کروگے تو زمین میں فتنہ اور اچھا خاصا فساد پھیل جائے گا (ابنِ ماجہ)

حضرت ابوحاتم مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا جَاءَكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَهٗ وَخُلُقَهٗ فَأَنْكِحُوْهُ، إِلَّا تَفْعَلُوْا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَإِنْ كَانَ فِيْهِ؟ قَالَ: إِذَا جَاءَكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَهٗ وَخُلُقَهٗ فَأَنْكِحُوْهُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ (سنن الترمذی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس ایسا شخص (یا اس کا رشتہ) آجائے، جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو، تو تم اس سے نکاح کردو، اگر تم ایسا نہیں کروگے تو زمین میں فتنہ اور فساد پیدا ہوجائے گا، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگرچہ اس میں کوئی اور بات ہو؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس ایسا شخص (یا اس کا

---

[1] رقم الحديث١٩٦٧، ابواب النكاح، باب الأكفاء.
قال شعيب الارنوؤط:
حسن لغيره(حاشية سنن ابنِ ماجه)

[2] رقم الحديث ١٠٨٥، ابواب النكاح، باب ما جاء إذا جاء كم من ترضون دينه فزوجوه.
قال الترمذى:
هذا حديث حسن غريب.

Idara Ghufran

رشتہ) آجائے، جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو، تو تم اس سے نکاح کردو، یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمائی (ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ جب تمہارے پاس ایسے شخص کا رشتہ آجائے، جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو، تو پھر کسی دوسری چیز (مثلاً مالدار نہ ہونے) کی وجہ سے اس کے رشتہ کو رَد نہ کرو، ورنہ زمین میں فساد پیدا ہو جائے گا۔

اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار سوال کرنے کے باوجود ایک ہی بات کو جواب میں تاکیداً ارشاد فرمایا۔

اور فساد پیدا ہونے سے مراد یہ ہے کہ معاشرہ بے راہ روی کا شکار ہو جائے گا، عفت، حیاء، پاکدامنی، نسل ونسب کی حفاظت، گھرانوں اور خاندانوں کا استحکام اور فیملی سسٹم کی بقاء و بچاؤ کہ یہ سب خصائل انسانیت کا شرف اور انسانی وحیوانی زندگی میں امتیاز و فرق کرنے والے ہیں سب کلی یا جزوی بگاڑ وفساد کی زد میں آجائیں گے۔ [1]

---

[1] (إذا أتاكم) أيها الأولياء (من) أى رجل يخطب موليتكم (ترضون خلقه) بالضم وفى رواية بدله أمانته (ودينه) بأن يكون مساويا للمخطوبة فى الدين أو المراد أنه عدل فليس الفاسق كفأ لعفيفة (فزوجوه) إياها وفى رواية فأنكحوه أى ندبا مؤكدا بل إن دعت الحاجة وجب كما مر (إن لا تفعلوا) ما أمرتم به وفى رواية تفعلوه .قال الطيبى :الفعل كناية عن المجموع أى إن لم تزوجوا الخاطب الذى ترضون خلقه ودينه (تكن) تحدث (فتنة فى الأرض وفساد) خروج عن حال الاستقامة النافعة المعينة على العفاف (عريض) كذا فى رواية البيهقى وغيره وفى رواية كبير والمعنى متقارب وفى رواية كرره ثلاثا يعنى أنكم إن لم ترغبوا فى الخلق الحسن والدين المرضى الموجبين للصلاح والاستقامة ورغبتم فى مجرد المال الجالب للطغيان الجار للبغى والفساد تكن إلى آخره أو المراد إن لم تزوجوا من ترضون ذلك منه ونظرتم إلى ذى مال أو جاه يبق أكثر النساء بلا زوج والرجال بلا زوجة فيكثر الزنا ويلحق العار فيقع القتل ممن نسب إليه العار فتهيج الفتن وتثور المحن .وقال الغزالى :أشار بالحديث إلى أن دفع غائلة الشهوات مهم فى الدين فإن الشهوات إذا غلبت ولم يقاومها قوة التقوى جرت إلى اقتحام الفواحش انتهى .والفساد خروج الشىء عن حال استقامته وضده الصلاح وهو الحصول على الحال المستقيمة النافعة وقول البغوى فيه اعتبار الكفاءة فى التناكح وأن الدين أولى ما اعتبر منها فيه نظر إذ ليس فيه ما يدل إلا على اعتبار الدين ولا تعرض فيه لاعتبار النسب الذى اعتبره الشارع عليه الصلاة والسلام وفيه أن المرأة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نکاح سے ہی انسانی سوسائٹی کے یہ امتیازات برقرار رہ سکنا فطرت کا قانون وضابطہ ہے، چنانچہ غیر مسلم اقوام یہود ونصاریٰ میں اور دنیا کی ہر سوسائٹی میں جب تک اپنے اپنے ازم و مذہب کے مطابق نکاح کا بندھن ورواج برقرار رہا، ان کے معاشرے بھی مذکورہ بگاڑ سے محفوظ رہے، جب مغرب نے روحانیات سے بغاوت کرکے بے راہ روی، اور آزاد حیوانی زندگی اختیار کرنے کو اپنا شعار بنایا تو آج وہاں فیملی سسٹم ختم ہو چکا ہے، قدرت کی بے آواز لاٹھی نے ان کو مذکورہ خاندانی ومعاشرتی خصائل واقدار سے ہی محروم کردیا، نتیجتاً آج مغرب میں مردوعورت نہیں بلکہ نر و مادہ پائے جاتے ہیں، مردوعورت انسانی شرف ہے جو مذکورہ خصائل سے عبارت ہے، یورپ اپنی مادر پدر آزادی کے ہاتھوں یہ شرف گنوا چکا ہے اس کی تلافی برق وبخارات اور مشینوں وٹیکنالوجی سے نہیں ہوسکتی، بدقسمتی سے یورپ حسد وبغض کی وجہ سے ہمیں بھی اس شرف سے محروم کرنا چاہتا ہے، ہمارے پاس لے دے کر آج ہمارے یہ انسانی وفطری اقدار ہی تو ہیں جن کی وجہ سے ہم مادی ترقیات کے نہ ہوتے ہوئے بھی خوش حال و پرسکون ہیں اور ریورپ کے پاس یہی کچھ نہیں تو سب کچھ مادی ترقیات کے باوجود

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إذا طلبت من الولی تزویجها من مساو لها فی الدین لزمه لکن اعتبر الشافعیة کونه کفأ وفیه أنه ینبغی تحری محاسن الأخلاق فی الخاطب والبعد عمن اتصف بمساویها.

(ت ھـ ک) فی النکاح عن عبد الله بن الحسین عن الحارث بن أبی أسامة عن یزید بن هارون عن عبد الحمید بن سلیمان عن ابن عجلان عن وثیمة البصری (عن أبی هریرة) قال الحاکم صحیح ورده الذهبی بأن عبد الحمید هو أبو فلیح قال أبو داود وغیره ثقة وثیمة لا یعرف (عد) من حدیث صالح المنیحی عن الحکم بن خلف عن عمار بن مطر عن مالک عن نافع (عن ابن عمر) بن الخطاب .قال فی المیزان :وعمار هالک ووثقه بعضهم قال أبو حاتم کان یکذب (ت هق عن أبی حاتم المزنی) بضم المیم وفتح الزای صحابی له هذا الحدیث الواحد وقیل لا صحبة له ویقال اسمه عقیل بن میمونة ذکره فی التقریب قال البخاری وتبعه الترمذی ولا أعلم له غیر هذا الحدیث فمن ثم قال المؤلف (وماله غیره) ولو عبر بعبارة البخاری کان أولی إذ لا یلزم من نفی العلم نفی الوجود قال ت حسن غریب قال العراقی عن البخاری إنه لم بعده محفوظا وقال أبو داود إنه أخطأ وعده فی المراسیل وأعله ابن القطان بإرساله وضعف رواته(فیض القدیر للمناوی، تحت رقم الحدیث ۲۴۷)

یورپ سکون واطمینان اور انسانی فطری معاشرت اور اس کی برکات سے محروم ہے۔
کہنے والے نے کہا تھا کہ:

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا		اپنی زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا
ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا		اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

آج مغربی مادیت ودہریت نے انسانی معاشروں اور تہذیبوں کے لئے بڑا المیہ اور بحران پیدا کر دیا ہے، مومن کے پاس قرآن وسنت کی فطری تعلیمات خصوصاً نکاح جو معاشرتی زندگی کی ضمانت اور شاہ کلید ہے، موجود ہے، کیا مومن آگے نہیں آئیں گے؟ دنیا کو بحران سے نہیں نکالیں گے؟

دنیا کو ہے پھر معرکۂ روح و بدن پیش		تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا
اللہ کو ہے پامردئ مومن پہ بھروسہ		ابلیس کو ہے یورپ کی مشینوں کا سہارا

مذکورہ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دیندار وبااخلاق شخص سے نکاح کرنے کا حکم ہے، اگرچہ وہ مالدار نہ ہو، اور ایسا شخص مالدار مگر بددین اور بداخلاق شخص سے بہتر ہے۔

چنانچہ حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَرَّ رَجُلٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَا تَقُوْلُوْنَ فِيْ هٰذَا؟ قَالُوْا: حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ يُّنْكَحَ، وَإِنْ شَفَعَ أَنْ يُّشَفَّعَ، وَإِنْ قَالَ أَنْ يُّسْتَمَعَ، قَالَ: ثُمَّ سَكَتَ، فَمَرَّ رَجُلٌ مِنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ، فَقَالَ: مَا تَقُوْلُوْنَ فِيْ هٰذَا؟ قَالُوْا: حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ لَّا يُنْكَحَ، وَإِنْ شَفَعَ أَنْ لَّا يُشَفَّعَ، وَإِنْ قَالَ أَنْ لَّا يُسْتَمَعَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ مِلْءِ الْأَرْضِ مِثْلَ هٰذَا (صحیح البخاری) [1]

[1] رقم الحدیث ۵۰۹۱، کتاب النکاح، باب الأکفاء فی الدین.

ترجمہ: ایک (مالدار و باعزت) آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گزرا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں کی اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے؟ صحابۂ کرام نے جواب دیا کہ اگر یہ کہیں نکاح کرنے کا پیغام دے، تو اس کا پیغام قبول کیا جائے، اور اگر کسی کی سفارش کرے، تو اس کی سفارش کو قبول کیا جائے، اور اگر کوئی بات کہے تو اس کی بات سنی جائے، پھر ایک دوسرا مسلمان شخص گزرا، جو کہ فقیر و غریب تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں کی اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے؟ صحابۂ کرام نے جواب دیا کہ اگر یہ کہیں نکاح کرنے کا پیغام دے، تو اس سے نکاح نہ کیا جائے، اور اگر کسی کی سفارش کرے، تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے، اور اگر کوئی بات کہے، تو اس کی بات سنی نہ جائے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص اُس (پہلے مالدار شخص) جیسے لوگوں سے بھری ہوئی تمام زمین سے بہتر ہے (بخاری)

اس طرح کی فضیلت غریب اصحابِ صفہ کے بارے میں بھی مروی ہے۔ [1]

---

[1] عن أبی ذر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم" :يا أبا ذر أترى كثرة المال هو الغنى "قلت نعم يا رسول الله قال" :فترى قلة المال هو الفقر "قلت نعم يا رسول الله قال" :إنما الغنى غنى القلب والفقر فقر القلب "ثم سألنى عن رجل من قريش فقال: "هل تعرف فلانا "قلت نعم يا رسول الله قال" :فكيف تراه وتراه؟ "قلت إذا سأل أعطى وإذا حضر أدخل ثم سألنى عن رجل من أهل الصفة فقال" :هل تعرف فلانا " قلت لا والله ما أعرفه يا رسول الله قال فما زال يحليه وينعته حتى عرفته فقلت قد عرفته يا رسول الله قال" :فكيف تراه أو تراه "قلت رجل مسكين من أهل الصفة فقال " :هو خير من طلاع الأرض من الآخر "قلت يا رسول الله أفلا يعطى من بعض ما يعطى الآخر فقال" :إذا أعطى خيرا فهو أهله وإن صرف عنه فقد أعطى حسنة "(صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٦٨٥)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية ابنِ حبان)

Idara Ghufran

صالح عورت سے نکاح کرنا آدھے دین کا معاوِن ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

مَنْ رَّزَقَهُ اللّٰهُ اِمْرَأَةً صَالِحَةً، فَقَدْ أَعَانَهُ عَلٰى شَطْرِ دِيْنِهٖ، فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِي الشَّطْرِ الثَّانِيْ (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: جس کو اللہ نے نیک صالح بیوی عطا فرمادی، تو اللہ نے اس کے آدھے دین کی مدد فرمادی، اب اسے چاہئے کہ باقی آدھے دین میں اللہ سے ڈرے (اور گناہوں سے بچے) (حاکم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

إِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدْ كَمَّلَ نِصْفَ الدِّيْنِ، فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِي النِّصْفِ الْبَاقِيْ (شعب الایمان للبیہقی) [2]

ترجمہ: جب بندہ نکاح کرلیتا ہے، تو اس کا آدھا دین مکمل ہوجاتا ہے، پس باقی

---

[1] رقم الحدیث ۲۶۸۱، کتاب النکاح، المعجم الاوسط للطبرانی رقم الحدیث ۹۷۲.

قال الحاکم:

هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه، وعبد الرحمن هذا هو ابن زيد بن عقبة الأزرق مدنى ثقة مأمون "

وقال الذهبی فی التلخیص:

صحيح.

[2] رقم الحدیث ۵۱۰۰، فصل فی الترغیب فی النکاح لما فیه من العون علی حفظ الفرج.

قال الالبانی:

رواه الطبرانی فی "الأوسط "بإسنادين وفيهما يزيد الرقاشي وجابر الجعفي وكلاهما ضعيف، وقد وثقا ."قلت :التوثيق المذكور مما لا يعتد به لاسيما فی الجعفي، فقد اتهمه بعضهم لكنه ليس فی الطريق الأخرى عند الطبرانی، وقد تابعه الخليل بن مرة وهو خير منه كما سبق تحقيقه .فإذا ضمت هذه الطريق إلى طريق عبد الرحمن بن زيد أخذ الحديث بهما قوة .والله تعالى أعلم(سلسلة الاحاديث الصحيحة، رقم الحديث ۶۲۵)

آدھے میں وہ اللہ سے ڈرے (اور تقویٰ اختیار کرے) (بیہقی)

معلوم ہوا کہ نکاح کرنا، بطورِ خاص نیک عورت سے نکاح کرنا، انسان کے آدھے دین کا معاوِن ہے، جس سے نکاح کی فضیلت واہمیت معلوم ہوئی، بطورِ خاص نیک صالح عورت سے۔ [1]

دیندار بیوی، کامیابی کا ذریعہ ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] (من تزوج فقد استكمل نصف الإيمان) وفي رواية نصف دينه (فليتق الله في النصف الباقي) جعل التقوى نصفين نصفا تزوجا ونصفا غيره قال أبو حاتم :المقيم لدين المرء في الأغلب فرجه وبطنه وقد كفى بالتزوج أحدهما قال الطيبي :وقوله فقد استكمل جواب والشرط فليتق الله عطف عليه أو الجواب الثاني والأول عطف على الشرط فعليه السبب مركب والمسبب مفرد فالمعنى أنه معلوم أن التزوج نصف الدين فمن حصله فعليه بالنصف الباقي وهذا أبلغ لإيذانه بأنه معلوم مقدر وعلى الوجه الآخر إعلام بذلك فلا يكون مقدرا وعلى الأول السبب مفرد والمسبب مركب.
>فائدة <قال الغزالي عن بعضهم :غلبت على شهوتي في بدء إرادتي بما لم أطق فأكثرت الضجيج إلى الله فرآني شخص في المنام فقال :تحب أن يذهب ما تجد وأضرب عنقك قلت: نعم قال :مد رقبتك فمددتها فجرد سيفا من نور وضرب به عنقي فأصبحت وقد زال ما بي فبقيت معافى سنة ثم عاودني ذلك فاشتد فرأيت شخصا يخاطبني فيما بين صدري وجنبي يقول :ويحك كم تسأل الله رفع ما لا يحب رفعه تزوج فتزوجت فانقطع ذلك عني وولد لي(فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوي، تحت رقم الحديث ۸۵۹۱)
(من رزقه الله امرأة صالحة فقد أعانه على شطر دينه فليتق الله في الشطر الباقي)وذلك لأن أعظم البلاء الفادح في الدين شهوة البطن وشهوة الفرج وبالمرأة الصالحة تحصل العفة عن الزنا وهو الشطر الأول فيبقى الشطر الثاني وهو شهوة البطن فأوصاه بالتقوى فيه لتكمل ديانته وتحصل استقامته وهذا التوجيه أولى من قول بعض الموالي المرأة الصالحة تمنع زوجها عن القباحة الخارجية فعبر عن إعانتها إياه بالشطر بمعنى البعض مطلقا أو بمعنى النصف انتهى .وقيد بالصالحة لأن غيرها وإن كانت تعفه عن الزنا لكن ربما تحمله على التورط في المهالك وكسب الحطام من الحرام وجعل المرأة رزقا لأنا إن قلنا إن الرزق ما ينتفع به كما أطلقه البعض فظاهر وإن قلنا إنه ما ينتفع به للتغذي كما عبر البعض فكذلك لأنه كما أن ما يتغذى به يدفع الجوع كذلك النكاح يدفع التوقان إلى الباه فيكون تشبيها بليغا أو استعارة تبعية (فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوي، تحت رقم الحديث ۸۷۰۴)

Idara Ghufran

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ:لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ، تَرِبَتْ يَدَاكَ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت سے نکاح چار چیزوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے، ایک تو اس کے مال کی وجہ سے، دوسرے اس کے حسب (ونسب اور خاندان کے اعلیٰ ہونے) کی وجہ سے، تیسرے اس کے حسن وجمال کی وجہ سے، چوتھے اس کے دین کی وجہ سے، تو آپ دین والی عورت سے (نکاح کر کے) کامیابی حاصل کیجئے (ورنہ) آپ کے ہاتھ خاک آلود ہوں (گے) (بخاری)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلٰى إِحْدٰى خِصَالٍ ثَلَاثٍ: تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلٰى مَالِهَا، وَتُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلٰى جَمَالِهَا، وَتُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلٰى دِيْنِهَا، فَخُذْ ذَاتَ الدِّيْنِ وَالْخُلُقِ تَرِبَتْ يَمِيْنُكَ (مسند أحمد، رقم الحديث ١١٧٦٥) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت سے نکاح ان تین خصلتوں کی بنیاد پر کیا جاتا ہے، ایک تو عورت سے اس کے مال کی بنیاد پر نکاح کیا جاتا ہے، دوسرے عورت سے اس کے حسن وجمال کی بنیاد پر نکاح کیا جاتا ہے، تیسرے عورت سے اس کے دِین کی بنیاد پر نکاح کیا جاتا ہے، تو آپ دِین دار اور با اخلاق عورت کو اختیار کریں (ورنہ) آپ کا دایاں ہاتھ خاک آلود ہو (گا) (مسند احمد)

---

[1] رقم الحديث ٥٠٩٠، كتاب النكاح، باب الأكفاء في الدين.

[2] قال شعيب الارنؤوط:
صحيح لغيره، وهذا سند حسن(حاشية مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ عورت سے عام طور پر تین یا چار چیزوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے، یا تو عورت کا مالدار ہونا دیکھا جاتا ہے، یا حسن وجمال والی ہونا دیکھا جاتا ہے، یا خاندان اور حسب ونسب کا اچھا اور اعلیٰ ہونا دیکھا جاتا ہے، یا دیندار اور با اخلاق ہونا دیکھا جاتا ہے، تو ان میں سے کامیاب چیز دیندار اور با اخلاق ہونا ہے، جس عورت میں یہ صفت موجود ہو، اس کو نکاح کے لئے ترجیح دینا اور انتخاب کرنا چاہئے، جس سے دنیا وآخرت میں کامیابی حاصل ہوتی ہے، اور اس کی خلاف ورزی میں ناکامی حاصل ہوتی ہے، اسی کو ہاتھ یا دایاں ہاتھ خاک آلود ہونے سے تعبیر کیا گیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ دینداری کو نظرانداز کر کے دوسری چیزوں کو ترجیح دینا درحقیقت اپنے ہاتھوں میں مٹی اور خاک کو حاصل کرنا ہے، دین کے مقابلہ میں دوسری چیزوں کی حیثیت مٹی سے زیادہ نہیں ہے، البتہ اگر دینداری کے ساتھ حسن وجمال وغیرہ کی صفت بھی موجود ہو اور دینداری کی بنیاد پر ہی نکاح کیا جائے، تو کوئی حرج والی بات نہیں۔ [1]

---

[1] (وعن) أبي هريرة قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :-(تنكح المرأة لأربع) أى :لخصالها الأربع فى غالب العادة (لمالها، ولحسبها) بفتحتين وهو ما يكون فى الشخص وآبائه من الخصال الحميدة شرعا أو عرفا مأخوذ من الحساب، لأنهم إذا تفاخروا عد كل واحد منهم مناقبه ومآثر آبائه (ولجمالها) أى :لصورتها (ولدينها) أى: سيرتها .قال الطيبى -رحمه الله " :-لمالها إلخ بدل من أربع بإعادة العامل، وقد جاء ت اللام مكررا فى الخصال الأربع فى صحيح مسلم، وليس فى صحيح البخارى اللام فى جمالها اه .وما فى الكتاب موافق لمسلم (فاظفر بذات الدين) أى :فز بنكاحها . قال القاضى -رحمه الله " :-من عادة الناس أن يرغبوا فى النساء ويختاروها لإحدى أربع خصال عدها، واللائق بذوى المروء ات وأرباب الديانات أن يكون الدين من مطمح نظرهم فيما يأتون ويذرون، لا سيما فيما يدوم أمره ويعظم خطره .(تربت يداك) يقال :ترب الرجل أى :افتقر كأنه قال :تلتصق بالتراب، ولا يراد به هاهنا الدعاء، بل الحث على الجد والتشمير فى طلب المأمور به .قيل :معناه صرت محروما من الخير إن لم تفعل ما أمرتک به، وتعديت ذات الدين إلى ذات الجمال وغيرها، وأراد بالدين الإسلام والتقوى، وهذا يدل على مراعاة الكفاء ة، وأن الدين أولى ما اعتبر فيها(مرقاة المفاتيح، ج۵ص ۲۰۴۳، كتاب النكاح)

مومن اور ایمان وآخرت پر معین بیوی سونے چاندی سے افضل ہے

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَـمَّـا أُنْزِلَتْ:اَلَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ، وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ،قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ أَسْفَارِهٖ فَقَالَ : بَعْضُ أَصْحَابِهٖ قَدْ نَزَلَ فِي الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ مَا نَزَلَ، فَلَوْ أَنَّا عَلِمْنَا أَيُّ الْمَالِ خَيْرٌ اِتَّخَذْنَاهُ فَقَالَ: أَفْضَلُهُ لِسَانًا ذَاكِرًا، وَقَلْبًا شَاكِرًا، وَزَوْجَةً مُّؤْمِنَةً تُعِيْنُهُ عَلٰى إِيْمَانِهٖ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: جب سورہ توبہ کی یہ آیت نازل ہوئی (جس کا ترجمہ یہ ہے) کہ ’’جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کر کے رکھتے ہیں، اور اُن کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے‘‘ (تو اُن کو دردناک عذاب کی خوشخبری سُنا دیجئے)

حضرت ثوبان کہتے ہیں کہ ہم رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں تھے، تو آپ کے بعض صحابہ نے عرض کیا کہ سونے، چاندی کے بارے میں تو یہ حکم نازل ہو چکا ہے، تو اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ بہترین مال کون سا ہے؟ تو ہم اُسے لے لیں، تو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل مال، ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل اور ایمان والی بیوی ہے، جو مرد کے ایمان پر

---

[1] رقم الحديث ۲۲۳۹۲،سنن الترمذی، رقم الحديث ۳۰۹۴.

قال شعیب الارنؤوط:

حسن لغيره(حاشية مسند احمد)

وقال الترمذی:

هذا حديث حسن سألت محمد بن إسماعيل، فقلت له :سالم بن أبى الجعد سمع من ثوبان؟ فقال :لا، فقلت له :ممن سمع من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم؟ فقال : سمع من جابر بن عبد الله وأنس بن مالك، وذكر غير واحد من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم.

Idara Ghufran

مددگار ثابت ہو (یعنی اس کے دین کی حفاظت وترقی کا باعث بنے، یہ سونے چاندی وغیرہ سے افضل مال ہے) (مسند احمد)

اور ایک حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِسَانًا ذَاكِرًا، وَقَلْبًا شَاكِرًا، وَزَوْجَةً تُعِيْنُ عَلَى الْآخِرَةِ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٣١٠١) [1]

ترجمہ: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل اور ایسی بیوی جو آخرت کے کاموں پر مدد کرے (یہ سونے چاندی وغیرہ سے افضل مال ہے) (مسند احمد)

معلوم ہوا کہ ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والے دل کے ساتھ ساتھ ایسی بیوی جو کہ آخرت کے کاموں میں مرد کی مدد کرے، وہ سونے چاندی وغیرہ سے افضل مال ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا فانی اور آخرت باقی رہنے والی چیز ہے، لہٰذا جو عورت آخرت اور دین کی حفاظت وترقی کا باعث ہو، وہ اس سونے، چاندی وغیرہ جیسے مال سے افضل ہے، جو دنیا ہی میں فنا اور ختم ہونے والا ہے، اور بہت سی صورتوں میں آخرت کے عذاب کا بھی باعث بن جاتا ہے۔ [2]

نیک صالح بیوی، دنیا کا بہترین سامان ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

[2] فقال أفضله لسان ذاكر وقلب شاكر وزوجة مؤمنة تعينه على إيمانه فعد المذكورات من المال لمشاركتها للمال أى فى ميل قلب المؤمن إليها وأنها أمور مطلوبة عنده ثم عدها من أصل الأموال لأن نفعها باق ونفع سائر الأموال زائل وبالجملة فالجواب من أسلوب الحكيم للتنبيه على أن هم المؤمن ينبغى أن يتعلق بالآخرة فيسأل عما ينفعه وأن أموال الدنيا كلها لا تخلو عن شر (حاشية السندى على سنن ابن ماجه، ج ١ ص ٥٧١، تحت رقم الحديث ١٨٥٦، كتاب النكاح، باب أفضل النساء)

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ : اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ، وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا اَلْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا سامان ہے، اور دنیا کا بہترین سامان نیک صالح عورت ہے (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ دنیا کا جو بھی سامان ہے، وہ بہت تھوڑا ہے، اور اس کا نفع وفائدہ جلدی زائل ہونے والی چیز ہے، لیکن نیک صالح عورت دنیا کا ایسا بہترین مال ہے کہ جس کا نفع اور فائدہ دنیا میں بھی حاصل ہوتا ہے، اور آخرت میں بھی۔ [2]

نکاح، انسان کی ضرورت میں داخل ہے

حضرت مستورِد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ وَلِيَ لَنَا عَمَلًا وَلَيْسَ لَهٗ مَنْزِلٌ، فَلْيَتَّخِذْ مَنْزِلًا، أَوْ لَيْسَتْ لَهٗ زَوْجَةٌ فَلْيَتَزَوَّجْ، أَوْ لَيْسَ لَهٗ خَادِمٌ فَلْيَتَّخِذْ خَادِمًا، أَوْ لَيْسَتْ لَهٗ دَابَّةٌ فَلْيَتَّخِذْ دَابَّةً، وَمَنْ أَصَابَ شَيْئًا سِوٰى ذٰلِكَ فَهُوَ غَالٌّ (مسنداحمد،رقم الحديث ١٨٠١٥) [3]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص

---

[1] رقم الحديث ١٤٦٧ ”٦٤“ كتاب الرضاع، باب خير متاع الدنيا المرأة الصالحة.

[2] (وعن عبد الله بن عمرو) بالواو (قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :-الدنيا كلها متاع) أي :تمتع قليل نفع زائل عن قريب .قال تعالى :(قل متاع الدنيا قليل)وقال عليه الصلاة والسلام لو كانت الدنيا تعدل عند الله جناح بعوضة ما سقى الكافر منها شربة ماء ."(وخير متاع الدنيا) أي :خير ما يتمتع به في الدنيا (المرأة الصالحة) لأنها معينة على أمور الآخرة، ولذا فسر علي -رضي الله عنه -قوله تعالى :(ربنا آتنا في الدنيا حسنة)بالمرأة الصالحة (وفي الآخرة حسنة)بالحور العين (وقنا عذاب النار)بالمرأة السليطة .قال الطيبي -رحمه الله :-وقيد الصالحة إيذان بأنها شر لو لم يكن على هذه الصفة(مرقاة المفاتيح، ج٥ص٢٠٤٣، كتاب النكاح)

[3] قال شعيب الارنؤوط:
حاشية مسند احمد:حديث صحيح(حاشية مسند احمد)

ہماری طرف سے کسی علاقہ کا وزیر (وگورنر) نامزد ہوا اور اس کے پاس (متعلقہ شہر میں) کوئی گھر نہ ہو تو وہ (سرکاری خرچ پر) گھر کا انتظام کرسکتا ہے، بیوی نہ ہو تو (سرکاری خرچ پر سنت کے مطابق) نکاح کرسکتا ہے، خادم (وملازم) نہ ہو تو خادم (وملازم) رکھ سکتا ہے، سواری نہ ہو تو سواری رکھ سکتا ہے، لیکن اس کے علاوہ جو کچھ لے گا، وہ اللہ کے یہاں خائن شمار ہوگا (مسند احمد)

اور ایک روایت میں خائن کے ساتھ چور ہونے کا بھی ذکر ہے۔ [1]

معلوم ہوا کہ حکمران کو ملکی خزانہ اور سرکاری املاک سے بقدرِ ضرورت اپنے اخراجات وصول کرنا جائز ہے، جس میں بقدرِ ضرورت سواری اور ملازم اور رہائش اور نکاح کا انتظام داخل ہے۔

لیکن یاد رہے کہ آج کل ہر محکمے اور منصب، عہدے کے لحاظ سے سرکاری یا بڑی پرائیویٹ ملازمتوں میں تنخواہ و مراعات وغیرہ ملکی انتظامی قوانین کے تحت طے شدہ ہوتی ہیں، اور آئین وقانون کا حصہ ہوتی ہیں، لہٰذا متعلقہ ملازم ومنصب دار اسی دائرے میں رہے اس سے بڑھ کر اپنے منصب یا اختیارات سے غلط فائدہ اٹھا کر سرکار یا محکمے یا عوام سے مزید کچھ مال سمیٹے گا، یا سہولیات ومراعات حاصل کرے گا تو یہ رشوت، بدعنوانی، خیانت اور حق تلفی کے زمرے میں آکر اس کے لئے حرام وناجائز ٹھہرے گا۔

بہرحال مذکورہ حدیث سے نکاح کا انسان کی ضرورت میں داخل ہونا معلوم ہوا۔ [2]

---

[1] عن عبد الرحمن بن جبير، أنه كان فى مجلس فيه المستورد بن شداد وعمرو بن غيلان بن سلمة فسمع المستورد يقول :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : "من ولى عملا فلم يكن له زوجة فليتزوج، أو خادما فليتخذ خادما، أو مسكنا، أو دابة، فليتخذ، دابة، فمن أصاب شيئا سوى ذلك، فهو غال ، أو سارق(مسند احمد، رقم الحديث ١٨٠١٧)

قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح(حاشية مسند احمد)

[2] (من كان لنا عاملا فليكتسب إلخ) أى يحل له أن يأخذ مما فى تصرفه من مال بيت المال قدر مهر زوجة ونفقتها وكسوتها وكذلك ما لا بد منه من غير إسراف وتنعم فإن أخذ أكثر ما يحتاج إليه ضرورة فهو حرام عليه(عون المعبود شرح سنن أبى داود، ج٨ص١١٥، كتاب الخراج والفىء والإمارة،باب فى أرزاق العمال جمع عامل)

بیوی سے صحبت کرنا اجروثواب کا باعث ہے

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ نَاسًا مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالْأُجُوْرِ، يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّيْ، وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ، وَيَتَصَدَّقُوْنَ بِفُضُوْلِ أَمْوَالِهِمْ، قَالَ: أَوَلَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مَا تَصَّدَّقُوْنَ؟ إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةً، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ صَدَقَةٌ، وَفِيْ بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَيَأْتِيْ أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ وَيَكُوْنُ لَهُ فِيْهَا أَجْرٌ؟ قَالَ: أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِيْ حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ فِيْهَا وِزْرٌ؟ فَكَذٰلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرٌ (مسلم)[1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام میں سے کچھ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مالدار لوگ ثواب لے گئے (یعنی وہ ثواب حاصل کرنے میں ہم سے آگے بڑھ گئے) وہ نماز پڑھتے ہیں، جیسا کہ ہم نماز پڑھتے ہیں، اور وہ روزے رکھتے ہیں، جیسا کہ ہم روزے رکھتے ہیں، اور وہ اپنے زائد مالوں کا صدقہ کرتے ہیں (اور ہم مالدار نہ ہونے کی وجہ سے صدقہ کے ثواب سے محروم ہیں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اللہ نے تمہارے لئے وہ چیز نہیں رکھی، جس سے تم بھی صدقہ کرنے والے شمار ہو جاؤ، بے شک ہر تسبیح (یعنی سبحانَ اللہ) صدقہ ہے، اور ہر تکبیر (یعنی اللہ اکبر) صدقہ ہے، اور ہر

---

[1] رقم الحديث ١٠٠٦ ”٥٣“ كتاب الزكاة، باب بيان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف.

تحمید (یعنی الحمدللہ) صدقہ ہے، اور ہر تہلیل (یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنا) صدقہ ہے، اور امر بالمعروف صدقہ ہے اور نہی عن المنکر صدقہ ہے، اور تمہارا (بیوی سے) صحبت کرنا صدقہ ہے، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہم میں کوئی اپنی (بیوی سے صحبت کرکے) شہوت پوری کرے، تو اس میں بھی اس کے لئے ثواب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم دیکھتے نہیں کہ اگر وہ شہوت کو حرام جگہ استعمال کرتا، تو وہ اس کے لئے گناہ کا باعث ہوتا، پس اسی طرح اگر وہ اسے حلال جگہ (یعنی بیوی کے ساتھ) استعمال کرے گا، تو اس پر اس کو ثواب حاصل ہوگا (مسلم)

مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ بیوی سے صحبت کرنے میں بھی اجروثواب ہے۔ [1]

اور اگر صحبت کرنے کے بعد اولاد ہوجائے، اور پھر خدانخواستہ وہ فوت بھی ہوجائے، تب بھی صبر کرنے پر اجروثواب ہے۔

چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَکَ فِيْ جِمَاعِ زَوْجَتِکَ أَجْرٌ، فَقِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَفِيْ شَهْوَةٍ يَكُوْنُ مِنْ أَجْرٍ؟ قَالَ: نَعَمْ أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ لَکَ وَلَدٌ قَدْ أَدْرَکَ، ثُمَّ مَاتَ أَكُنْتَ مُحْتَسِبَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: أَأَنْتَ كُنْتَ خَلَقْتَهُ؟ قَالَ: بَلِ اللّٰهُ خَلَقَهُ، قَالَ: أَنْتَ كُنْتَ هَدَيْتَهُ؟

---

[1] (وفی بضع أحدکم صدقة) هو بضم الباء ويطلق على الجماع ويطلق على الفرج نفسه وكلاهما تصح إرادته هنا وفى هذا دليل على أن المباحات تصير طاعات بالنيات الصادقات فالجماع يكون عبادة إذا نوى به قضاء حق الزوجة ومعاشرتها بالمعروف الذى أمر الله تعالى به أو طلب ولد صالح أو إعفاف نفسه أو إعفاف الزوجة ومنعهما جميعا من النظر إلى حرام أو الفكر فيه أو الهم به أو غير ذلک من المقاصد الصالحة قوله (قالوا يا رسول الله أيأتى أحدنا شهوته ويكون له فيها أجر قال أرأيتم لو وضعها فى حرام أكان عليه فيها وزر فكذلک إذا وضعها فى الحلال كان له أجر) (شرح النووى علىٰ مسلم، ج۷ص ۹۲، كتاب الزكاة، باب بيان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف)

قَالَ: بَلِ اللّٰهُ هَدَاهُ، قَالَ: أَكُنتَ تَرْزُقُهُ؟ قَالَ: بَلِ اللّٰهُ كَانَ رَازِقُهُ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَضَعْهُ فِيْ حَلَالِهِ وَجَنِّبْهُ حَرَامَهُ، وَأَقْرِرْهُ، فَإِنْ شَاءَ اللّٰهُ أَحْيَاهُ وَإِنْ شَاءَ أَمَاتَهُ وَلَكَ أَجْرٌ (صحيح ابنِ حبان) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کو اپنی بیوی کے ساتھ جماع (وصحبت) کرنے میں بھی اجر حاصل ہوتا ہے، عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا شہوت پوری کرنے میں بھی اجر وثواب حاصل ہوتا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک! آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر آپ کے اولاد ہو، اور وہ بڑی ہوجائے، اور پھر وہ فوت ہوجائے، تو کیا آپ اس کو اجر وثواب کا ذریعہ نہیں سمجھتے؟ حضرت ابوذر نے جواب میں کہا کہ بے شک، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ نے اسے پیدا کیا ہے؟ حضرت ابوذر نے کہا کہ بلکہ اللہ نے اسے پیدا کیا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ نے اس کو ہدایت کی ہے؟ حضرت ابوذر نے کہا کہ بلکہ اللہ نے اسے ہدایت کی ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ اس کو رزق دیتے ہیں؟ حضرت ابوذر نے جواب میں کہا کہ بلکہ اللہ اس کو رزق دینے والا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اپنی شہوت کو حلال جگہ پوری کیجئے، اور حرام سے بچایئے، اور اسی پر قائم رہیے، پھر اگر اللہ چاہے گا تو اس کو زندہ فرمادے گا، اور اگر چاہے گا تو اس کو وفات دے دے گا، اور آپ کو بہر حال اجر وثواب حاصل ہوگا (ابنِ حبان)

اور مذکورہ احادیث سے ثابت ہوا کہ نکاح کرنا عبادت اور ثواب کا کام ہے۔

---

[1] رقم الحديث ۴۱۹۲، كتاب النكاح، باب العزل.
قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية صحيح ابنِ حبان)

نکاح کے فرض، سنت اور حرام وغیرہ ہونے کی صورتیں

ملحوظ رہے کہ بعض صورتوں میں نکاح کرنا فرض یا واجب، اور بعض صورتوں میں نکاح کرنا سنت و مستحب اور بعض صورتوں میں نکاح کرنا مکروہ یا حرام ہوتا ہے۔

چنانچہ اگر کوئی شخص نکاح پر قادر ہو، اور نکاح کئے بغیر زنا میں مبتلا ہونے کا یقین یا خوف ہو، تو اس کو نکاح کرنا فرض یا واجب ہوجاتا ہے۔ [1]

---

[1] ذهب الفقهاء إلى أن النكاح تجرى عليه الأحكام التكليفية، فيكون واجبا -أو فرضا -أو مستحبا أو مباحا أو مكروها أو حراما، ولهم فى ذلك تفصيل :أولا :الوجوب:

قال الحنفية :النكاح يكون واجبا عند التوقان، أى شدة الاشتياق بحيث يخاف الوقوع فى الزنا لو لم يتزوج؛ إذ لا يلزم من الاشتياق إلى الجماع الخوف المذكور، قال ابن عابدين :وكذا فيما يظهر لو كان لا يمكنه منع نفسه عن النظر المحرم أو عن الاستمناء بالكف، فيجب التزوج وإن لم يخف الوقوع فى الزنا.

ويكون النكاح فرضا إن تيقن الزنا إلا به، بأن كان لا يمكنه الاحتراز عن الزنا إلا به؛ لأن ما لا يتوصل إلى ترك الحرام إلا به يكون فرضا.

ويشترط لوجوب النكاح أو فرضه أن يملك من قامت به حالة الوجوب أو الفرض المهر والنفقة، قال ابن عابدين :وزاد فى البحر شرطا آخر فيهما وهو :عدم الجور أى الظلم، فإن وجدت الشروط كان الحكم، وإلا فلا إثم بترك النكاح.

وقال المالكية :يجب النكاح على الراغب إن خشى على نفسه الزنا إذا لم يتزوج، وإن أدى إلى الإنفاق عليها من حرام، أو أدى إلى عدم الإنفاق عليها مع وجوب إعلامها بذلك فى الظاهر.

وقال الشافعية :يجب النكاح لو خاف العنت وتعين طريقا لدفعه مع قدرته، وحكى ابن حجر الهيتمى هذا الحكم وجها فقال :ووجه أنه واجب على من خاف زنا، قيل :مطلقا لأن الإحصان لا يوجد إلا به، وقيل :إن لم يرد التسرى، وتلحق المرأة بالرجل فى هذا الحكم فيجب النكاح على المرأة التى لا يندفع عنها الفجرة إلا بالنكاح.

وقالوا :يجب النكاح بالنذر على المعتمد الذى صرح به ابن الرفعة وغيره، قال الشروانى :خلافا لنهاية المحتاج ومغنى المحتاج والشهاب الرملى.

وقال الشمس الرملى :لا يلزم بالنذر مطلقا وإن استحب كما أفتى به الوالد رحمه الله تعالى، قال الشبراملسى :سواء احتاج إليه أم لا، تاقت نفسه إليه أم لا.

وقيل :النكاح فرض كفاية على الأمة لا يسوغ لجماعتهم الإعراض عنه لبقاء النسل.

وقال الحنابلة :يجب النكاح على من يخاف الزنا بترك النكاح من رجل وامرأة،سواء كان خوفه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور عام حالات میں نکاح کرنا سنت ہوتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ذلک علما أو ظنا، لأنه يلزمه إعفاف نفسه وصرفها عن الحرام، وطريقه النكاح، ويقدم حينئذ على حج واجب نصا لخشية المحظور بتأخيره بخلاف الحج.

وفصل البهوتى بعض المسائل فقال :ولا يكتفى فى الخروج من عهدة الوجوب بمرة واحدة، بل يكون التزويج فى مجموع العمر لتندفع خشية الوقوع فى المحظور.

ولا يكتفى فى الامتثال بالعقد فقط، بل يجب الاستمتاع لأن خشية المحظور لا يندفع إلا به.

ويجزء تسر عنه لقوله تعالى :(فواحدة أو ما ملكت أيمانكم .

ومن أمره بالنكاح والداه أو أحدهما قال أحمد :أمرته أن يتزوج لوجوب بر والديه، قال فى الفروع: والذى يحلف بالطلاق لا يتزوج أبدا إن أمره به أبوه تزوج، قال الشيخ :وليس -لأبويه -إلزامه بنكاح من لا يريد نكاحها لعدم حصول الغرض بها.

ويجب النكاح بالنذر من ذى الشهوة، لحديث " :من نذر أن يطيع الله فليطعه "

وأما نحو العنين فيخير بينه وبين الكفارة كسائر المباحات إذا نذرها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۱،ص ۲۱۰،و ۲۱۱،مادة " نكاح ")

[1] ثانيا :الندب:

قال الحنفية :النكاح سنة مؤكدة فى الأصح -وهو محمل القول بالاستحباب -فيأثم بتركه، لأن الصحيح أن ترك السنة المؤكدة مؤثم، ويثاب إن نوى ولدا وتحصينا، أى منع نفسه ونفسها عن الحرام، وكذا لو نوى مجرد الاتباع وامتثال الأمر، بخلاف ما لو نوى مجرد قضاء الشهوة واللذة، وهذا الحكم فى حال الاعتدال، أى القدرة على وطء ومهر ونفقة، وأما حال الاعتدال فى التوقان فذلك بأن لا يكون بالمعنى المار فى الواجب والفرض وهو شدة الاشتياق، وأن لا يكون فى غاية الفتور كالعنين، بل يكون بين الفتور والشوق، وأما القدرة على المهر والنفقة فلأن العجز عنهما يسقط الفرض فيسقط السنية بالأولى.

ومن قال :إن النكاح مندوب ومستحب فإنه يرجحه على النوافل من وجوه:

أحدها :أنه سنة، قال النبى صلى الله عليه وسلم " :النكاح من سنتى ، والسنن مقدمة على النوافل، ولأنه أوعد على ترك السنة بقوله فى حديث النفر الثلاثة " :فمن رغب عن سنتى فليس منى " ولا وعيد على ترك النوافل.

والثانى :أنه فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم وواظب عليه، أى داوم وثبت عليه، بحيث لم يخل عنه، بل كان يزيد عليه حتى تزوج عددا مما أبيح له من النساء ، ولو كان التخلى أفضل لما فعل، لأن الظاهر أن الأنبياء عليهم الصلاة والسلام لا يتركون الأفضل فيما له حد معلوم، لأن ترك الأفضل فيما له حد معلوم يعد زلة منهم، وإذا ثبت أفضلية النكاح فى حق النبى صلى الله عليه وسلم ثبت فى حق الأمة، لأن الأصل فى الشرائع هو العموم، والخصوص بدليل.

الثالث :أنه سبب يتوصل به إلى مقصود هو مفضل على النوافل، لأنه سبب لصيانة النفس عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن اگر نکاح کے بعد ظلم وجور یا حق تلفی وناانصافی لازم آنے کا یقین یا خوف ہو، تو نکاح کرنا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الفاحشة، وسبب لصيانة نفسها -أى الزوجة -عن الهلاک بالنفقة والسكنى واللباس لعجزها عن الكسب، وسبب لحصول الولد الموحد، وكل من هذه المقاصد مفضل على النوافل، فكذا السبب الموصل إليه .
وقال المالكية :الشخص إما أن يكون له فى النكاح رغبة أو لا :فالراغب إن خشى على نفسه الزنا إذا لم يتزوج وجب عليه وإن أدى إلى الإنفاق عليها من حرام أو أدى إلى عدم الإنفاق عليها، أو مع وجود مقتضى تحريم غير ذلک .والظاهر وجوب إعلامها بذلک.
وإن لم يخش على نفسه الزنا ندب له النكاح إلا أن يؤدى إلى حرام فيحرم .وغير الراغب إن أداه إلى قطع مندوب كره وإلا أبيح إلا أن يرجو نسلا أو ينوى خيرا من نفقة على فقيرة أو صون لها فيندب ما لم يؤد إلى محرم وإلا حرم .والأصل فى النكاح الندب.
وقيد المالكية الندب بأن يكون محتاجا ذا أهبة، وزاد الحطاب بأن لا يخشى العنت.
ونقل البنانى عن أبى على أن الإنفاق من الكسب الحرام لا يجوز معه النكاح وإن علمت المرأة .
وقال الشافعية :النكاح مستحب لمحتاج إليه، أى تائق له، بأن تتوق نفسه إلى الوطء ، ولو خصيا كما اقتضاه كلام الإحياء ، يجد أهبته من مهر، وكسوة فصل التمكين، ونفقة يومه، وإن كان متعبدا، تحصينا لدينه، ولما فيه من بقاء النسل وحفظ النسب، وللاستعانة على المصالح، ولخبر " :يا معشر الشباب، من استطاع منكم الباء ة فليتزوج، فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج، ومن لم يستطع فعليه بالصوم فإنه له وجاء، وإنما لم يجب لقوله تعالى (فانكحوا ما طاب لكم من النساء)
إذ الواجب لا يتعلق بالاستطابة، ولقوله تعالى (مثنى وثلاث ورباع ، ولا يجب العدد بالإجماع)
ولقوله سبحانه (أو ما ملكت أيمانكم .
وقال الحنابلة :من له شهوة ولا يخاف الزنا يسن له النكاح، لقوله صلى الله عليه وسلم " :يا معشر الشباب، من استطاع منكم الباء ة فليتزوج فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج "، علل أمره بأنه أغض للبصر وأحصن للفرج، وخاطب الشباب لأنهم أغلب شهوة، وذكره بأفعل التفضيل، فدل على أن ذلک أولى للأمن من الوقوع فى محظور النظر والزنا، ويسن له ولو كان فقيرا عاجزا عن الإنفاق، نص عليه، واحتج بأن النبى صلى الله عليه وسلم كان يصبح وما عندهم شىء ، ويمسى وما عندهم شىء ، ولأنه صلى الله عليه وسلم "زوج رجلا لم يقدر على خاتم من حديد، ولا وجد إلا إزاره ولم يكن له رداء
وقال أحمد فى رجل قليل الكسب يضعف قلبه عن التزوج :الله يرزقهم، التزوج أحصن له.
هذا فى حق من يمكنه التزوج، فأما من لا يمكنه فقد قال الله تعالى (وليستعفف الذين لا يجدون نكاحا حتى يغنيهم الله من فضله ، ونقل صالح :يقترض ويتزوج، واشتغال ذى الشهوة بالنكاح أفضل من نوافل العبادة ومن التخلى لنوافل العبادة، قال ابن مسعود رضى الله عنه :لو لم يبق من أجلى إلا عشرة أيام وأعلم أنى أموت فى آخرها يوما ولى طول النكاح فيهن لتزوجت مخافة الفتنة،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حرام یا مکروہ ہوتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال أحمد :ليست العزوبة من أمر الإسلام فى شىء ، ولأن مصالح النكاح أكثر من مصالح التخلى لنوافل العبادة، لاشتماله على تحصين فرج نفسه وزوجته، وحفظها، والقيام بها، وإيجاد النسل، وتكثير الأمة، وتحقيق مباهاة النبى صلى الله عليه وسلم، وغير ذلك من المصالح الراجح أحدها على نفل العبادة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۱،ص ۲۱۲،الى،۲۱۴،مادة " نكاح ")

[1] ثالثا :الكراهة:

قال الحنفية :يكون النكاح مكروها -أى تحريما -لخوف الجور، فإن تعارض خوف الوقوع فى الزنا لو لم يتزوج وخوف الجور لو تزوج قدم الثانى، فلا افتراض بل يكره، لأن الجور معصية متعلقة بالعباد، والمنع من الزنا من حقوق الله تعالى، وحق العبد مقدم عند التعارض لاحتياجه وغنى المولى تعالى.

وقال المالكية :يكره النكاح لمن لا يشتهيه ويقطعه عن عبادة غير واجبة.

وقال الشافعية :من لم يحتج للنكاح بأن لم تتق نفسه له من أصل الخلقة، أو لعارض كمرض أو عجز . . كره له إن فقد الأهبة، لما فيه من التزام ما لا يقدر على القيام به من غير حاجة، قال الشربينى الخطيب :وحكم الاحتياج للتزويج لغرض صحيح غير النكاح كخدمة وتأنس كالاحتياج للنكاح كما بحثه الأذرعى، وفى الإحياء ما يدل عليه، ونقل عن البلقينى أن محل الكراهة فيمن يصح نكاحه مع عدم الحاجة، أما من لا يصح مع عدم الحاجة كالسفيه فإنه يحرم عليه النكاح حينئذ.

وقال الحنابلة فى رأى عندهم حكى بقيل يكره النكاح لمن لا شهوة له، قال المرداوى فى الإنصاف :وما هو ببعيد عن هذه الأزمنة لمنع من يتزوجها من التحصين بغيره، ويضرها بحبسها على نفسه، ويعرض نفسه لواجبات وحقوق لعله لا يقوم بها ويشتغل عن العلم والعبادة بما لا فائدة فيه.

رابعا :الحرمة:

قال الحنفية :يكون النكاح حراما إن تيقن الجور، لأن النكاح إنما شرع لمصلحة تحصين النفس وتحصيل الثواب بالولد الذى يعبد الله تعالى ويوحده، وبالجور يأثم ويرتكب المحرمات، فتنعدم المصالح لرجحان هذه المفاسد.

وقال المالكية :يحرم عليه النكاح إذا لم يخش الزنا، وكان نكاحه يضر بالمرأة لعدم قدرته على الوطء أو لعدم النفقة، أو التكسب من حرام أو تأخير الصلاة عن أوقاتها لاشتغاله بتحصيل نفقتها.

وقال الشافعية :من لا يصح نكاحه مع عدم الحاجة إليه كالسفيه فإنه يحرم عليه.

وقالوا :من لا تحتاج من النساء إلى النكاح وعلمت من نفسها عدم القيام بحاجة الزوج المتعلقة بالنكاح حرم عليها.

وقال الحنابلة :ليس لمسلم دخل دار كفار بأمان أن يتزوج بها إلا لضرورة، ولا يتسرى إلا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ اگر حق تلفی وغیرہ کا خوف نہ ہو، اور نکاح سے مقصود سنت کا حاصل کرنا بھی نہ ہو، بلکہ صرف شہوت کے تقاضے کو پورا کرنا مقصود ہو، تو نکاح کرنا مباح وجائز ہوتا ہے۔ [1]

اور نکاح کو احادیث میں سنت بتلایا گیا ہے، اور اس کی قرآن وسنت میں تاکید وترغیب آئی ہے، اس لئے نکاح کرنا عبادت ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ لضرورة، ولا يطأ زوجته إن كانت معه ولا أمته ولا أمة اشتراها منهم بدار الحرب إلا لضرورة ولو مسلمة، وأما إن كان فى جيش المسلمين فله أن يتزوج لما روى عن سعيد بن أبى هلال أنه بلغه "أن رسول الله صلى الله عليه وسلم زوج أبا بكر أسماء بنت عميس وهم تحت الرايات . ولأن الكفار لا يد لهم عليه أشبه من فى دار الإسلام، وأما الأسير فظاهر كلام أحمد :لا يحل له التزوج ما دام أسيرا، لأنه منعه من وطء امرأته إذا أسرت معه مع صحة نكاحهما، قال البهوتى :فظاهره ولو لضرورة كما هو مقتضى كلام المنتهى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۱،ص ۲۱۴ و ۲۱۵،مادة " نكاح")

[1] خامسا :الإباحة:قال الحنفية :يكون النكاح مباحا إن خاف العجز عن الإيفاء بمواجبه خوفا غير راجح، لأن عدم الجور من واجبه، واستظهر ابن عابدين أنه إذا لم يقصد إقامة السنة، بل قصد مجرد التوصل إلى قضاء الشهوة، ولم يخف شيئا لم يثب عليه، إذ لا ثواب إلا بالنية، فيكون مباحا.

وقال المالكية :يباح النكاح لمن لا يولد له ولا يرغب فى النساء ، قال اللخمى :إذا كان لا إرب له فى النساء ولا يرجو نسلا -لأنه حصور أو خصى أو مجبوب أو شيخ فان أو عقيم قد علم ذلك من نفسه -كان مباحا، ويقيد هذا بما إذا لم يقطعه عن عبادته، وإن لم تعلم المرأة منه كونه حصورا أو خصيا أو مجبوبا.

وقال الشافعية :من وجد الأهبة مع عدم حاجته إلى النكاح ولا علة به فلا يكره له لقدرته عليه. ومقاصد النكاح لا تنحصرفى الجماع، لكن التخلى للعبادة من المتعبد أفضل له من النكاح إذا كان يقطعه عنها، وفى معنى التخلى للعبادة التخلى للاشتغال بالعلم كما قاله الماوردى بل هو داخل فيها.

وقال الحنابلة :يباح النكاح فى الصحيح من المذهب لمن لا شهوة له كالعنين والمريض والكبير، لأن العلة التى لها يجب النكاح أو يستحب، وهى خوف الزنا أو وجود الشهوة مفقودة فيه، ولأن المقصود من النكاح الولد وهو فيمن لا شهوة له غير موجودة، فلا ينصرف إليه الخطاب به إلا أن يكون مباحا فى حقه كسائر المباحات لعدم منع الشرع منه.

وصرح المالكية والشافعية والحنابلة أن المرأة مساوية للرجل فى هذه الأحكام إلا أنه ليس لها أن تتسرى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۱،ص ۲۱۶،مادة " نكاح")

[2] النكاح والعبادة:اختلف الفقهاء فى كون النكاح عبادة، وفى كونه أفضل من النوافل، ولهم فى ذلک تفصيل:

أ -كون النكاح عبادة:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بلکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک نکاح کرنا دوسری نفلی عبادت میں مشغول ہونے سے افضل ہے۔

یعنی اگرایک شخص نکاح کی ذمہ داریوں سے فارغ ہوکرنفلی عبادات میں یہ وقت خرچ کرتا ہے اوردوسرا شخص فرائض اورواجبات وغیرہ پورے کرنے کے بعدمزید نفلی عبادات زیادہ کرنے کے بجائے یہ وقت نکاح اور بیوی بچوں کی ذمہ داریوں میں خرچ کرتا ہے، تومذکورہ حضرات کے نزدیک یہ دوسرا شخص پہلے شخص کے مقابلہ میں زیادہ اجروثواب کا مستحق ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الحنفية :النكاح أقرب إلى العبادات.

واختلف فقهاء الشافعية فى النكاح هل هو عبادة أم ليس بعبادة :فصرح جمع منهم بأنه ليس بعبادة بدليل صحته من الكافر، والمذهب عندهم أن هذا الفهم مردود وأنه عبادة، بدليل أمر النبى صلى الله عليه وسلم به والعبادة تتلقى من الشرع، وصحة النكاح من الكافر -مع أنه عبادة، وعبادة الكافر لا تصح -لما فيه من عمارة الدنيا كعمارة المساجد والجوامع والعتق، فإن هذه تصح من المسلم وهى منه عبادة، وتصح من الكافر وليست منه عبادة، وأفتى الماوردى والنووى بأن من قصد بالنكاح طاعة من ولد صالح أو إعفاف كان من عمل الآخرة ويثاب عليه، وإلا كان مباحا.

ومحل اختلافهم فى غير نكاحه صلى الله عليه وسلم، أما هو فقربة وعبادة قطعا ومطلقا، لأن فيه نشر الشريعة المتعلقة بمحاسنه الباطنة التى لا يطلع عليها إلا النساء ، ومن ثم وسع له فى عدد الزوجات ما لم يوسع لغيره، ليحفظ كل ما لم يحفظه غيره، لتعذر إحاطة العدد القليل بها لكثرتها بل لخروجها عن الحصر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۱،ص ۲۱۷،مادة " نكاح ")

[1] المفاضلة بين النكاح والنوافل:

قال الكاسانى :من قال من أصحابنا من الحنفية إن النكاح فرض أو واجب، قال إن الاشتغال به مع أداء الفرائض والسنن أولى من التخلى لنوافل العبادات مع ترك النكاح، وهو قول أصحاب الظواهر، لأن الاشتغال بالفرض والواجب كيف ما كان أولى من الاشتغال بالتطوع.

ومن قال منهم :إنه مندوب ومستحب، فإنه يرجحه على النوافل من وجوه أخر.

أحدها :أنه سنة، قال النبى صلى الله عليه وسلم " :النكاح من سنتى ، والسنن مقدمة على النوافل بالإجماع، ولأنه أوعد على ترك السنة بقوله " :فمن رغب عن سنتى فليس منى ، ولا وعيد على ترك النوافل.

والثانى :أنه فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم وواظب عليه أى داوم وثبت عليه بحيث لم يخل عنه، بل كان يزيد عليه، حتى تزوج عددا مما أبيح له من النساء ، ولو كان التخلى للنوافل أفضل لما فعل، لأن الظاهر أن الأنبياء عليهم الصلاة والسلام لا يتركون الأفضل فيما له حد معلوم، لأن ترك

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خلاصہ یہ کہ نکاح کرنا عام حالات میں سنت وعبادت ہے، اوراس کے قرآن وسنت میں عظیم فضائل آئے ہیں، لہٰذا جس مرد وعورت کو نکاح کی قدرت ہو، اسے عبادت وثواب کی نیت سے نکاح ضرور کرنا چاہئے اور بغیر کسی معقول عذر کے اس سنت اور نعمت سے اپنے آپ کو محروم نہیں رکھنا چاہئے۔ [1]

وَاللهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الأفضل فيما له حد معلوم عد زلة منهم، وإذا ثبت أفضلية النكاح فى حق النبى صلى لله عليه وسلم ثبت فى حق الأمة، لأن الأصل فى الشرائع هو العموم، والخصوص بدليل.

الثالث :أنه سبب يتوصل به إلى مقصود هو مفضل على النوافل، لأنه سبب لصيانة النفس عن الفاحشة، وسبب لصيانة نفسها عن الهلاك بالنفقة والسكنى واللباس لعجزها عن الكسب، وسبب لحصول الولد الموحد، وكل واحد من هذه المقاصد مفضل على النوافل، فكذا السبب الموصل إليه كالجهاد والقضاء.

ونص المالكية على أن الراغب فى النكاح إن لم يخش العنت ندب له النكاح رجا النسل أو لا ولو قطعه عن عبادة غير واجبة .

وقال الشافعية :التخلى للعبادة من المتعبد أفضل له من النكاح إذا كان يقطعه عنها، وفى معنى التخلى للعبادة التخلى للاشتغال بالعلم كما قاله الماوردى، بل هو داخل فيها .

وقال الحنابلة :إن النكاح أفضل من نوافل العبادة ومن التخلى لنوافل العبادة.

وقال أبو يعلى الصغير :لا يكون أفضل من التخلى إلا إذا قصد به المصالح المعلومة، أما إذا لم يقصدها فلا يكون أفضل.

وعن أحمد :التخلى لنوافل العبادة أفضل كما لو كان معدوم الشهوة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۱، ص ۲۱۸، مادة " نكاح ")

[1] آج کل بے حیائی وبے راہ روی اوراس کے اسباب مثلاً موبائل فون، انٹرنیٹ، کیبل ٹی وی وغیرہ کے عام ہونے کی وجہ سے بچپن ہی سے بعض بچے غلط راستہ پر پڑ کر اپنی مردانہ طاقت وصلاحیت کو ضائع کر بیٹھتے ہیں، اور پھر نکاح وحقِ زوجیت کے تقاضے پورا کرنے کی قدرت سے محروم ہوجاتے ہیں، اس لئے موجودہ دور میں شروع سے ہی بچوں کو اس قسم کی چیزوں سے محفوظ رکھنے کی فکر کرنی چاہئے۔

(باب نمبر 1)

نبی ﷺ اور صحابۂ کرام کے نکاح کے چند نمونے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور سلفِ صالحین رحمہم اللہ کے حالات اور واقعات ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دور اور زمانہ میں نکاح سادگی اور آسانی کے ساتھ کسی رسم و رواج، تکلف و تصنع، بناوٹ اور فخر و تفاخر اور نمود و نمائش اور اسراف و فضول خرچی کے بغیر منعقد ہو جایا کرتا تھا، جس میں آسانی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکتیں بھی زیادہ ہوتی تھیں۔

اور ان حضرات کے یہاں آج کل کی طرح کی مروجہ رسموں اور فضولیات بلکہ منکرات اور بدعات کا رواج اور نام و نشان تک نہ تھا، اِدھر آپس کا جوڑ ملا اور رشتہ منظور ہوا، اور اُدھر سادگی و آسانی سے نکاح ہو گیا، نہ مروّجہ منگنی کی رسم کا وجود تھا، نہ مہندی کی رسم کا، نہ مروّجہ بارات کا اہتمام تھا، نہ مروّجہ مہنگے ترین شادی کارڈ چھاپنے اور گھر گھر جا کر تقسیم کرنے کا، نہ دور دراز کے رشتہ داروں کو اکٹھا کر کے میلے ٹھیلے لگانے کا رواج تھا، اور نہ ہی عورتوں، مَردوں کے بڑے بڑے مخلوط اجتماع کا، نہ تو موسیقی و بے پردگی کا سلسلہ تھا، نہ ہی تصویر سازی، اور آتش بازی و اسلحہ کا، اور نہ ہی غیر ضروری روشنی اور لائٹنگ کرنے کا، نہ تو جہیز کی مروَّجہ بھاری بھرکم اور طویل رسم کا کوئی ذکر تھا اور نہ ہی نکاح کی خاطر ناجائز طریقہ پر مال حاصل کرنے، بلکہ مال حاصل کرنے کی خاطر چوری کرنے، ڈاکہ ڈالنے اور کسی کو قتل تک کر دینے یا پھر مقروض ہونے اور سود تک کی لعنت میں گرفتار ہونے کا، نہ تو عمر کا بڑا حصہ برباد ہونے کے بعد تاخیر سے نکاح ہونے کی نامبارک رسم کا رواج تھا، اور نہ ہی بازاروں کے چکر کاٹنے کا، نہ تو سہرا بندی، نیوتہ، نندرہ اور سلامی کا کوئی ذکر تھا اور نہ ہی شادی میں شرکت کے لئے نئے نئے

جوڑے اور سوٹ بوٹ تیار کرنے کا۔

اور اسی قسم کی رسموں سے حفاظت اور سادگی کی وجہ سے اُس زمانے میں مسلمانوں کی زندگیوں اور خاص کر شادی بیاہ کے معاملات اور زوجین کے تعلقات میں ہر طرف سکون واطمینان تھا۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور امہاتُ المومنین کے نکاح سے زیادہ مقبول وبابرکت نکاح اور کس کا ہوسکتا ہے، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نکاح میں مذکورہ رسموں میں سے کسی چیز کا ذکر نہیں ملتا۔

اس کے بعد امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بہترین اور قابلِ نمونہ ''صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم'' کی جماعت پر نظر ڈالی جائے، تو اس قابلِ اتباع اور صلاح وفلاح یافتہ جماعت میں بھی کوئی ایسا واقعہ نہیں ملے گا، جس میں آج کل کی مذکورہ مروجہ رسموں کا کوئی ذکر ہو۔
اگر ایک ایک کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام وسلفِ صالحین میں سے ہر ایک کے نکاح کے واقعات اور ان کی تفصیلات کا ذکر کیا جائے، تو شاید ان کو شمار میں نہ لایا جاسکے، اس لئے بطورِ نمونہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے نکاح کے چند واقعات مستند حوالوں کے ساتھ ذکر کئے جاتے ہیں، جو راہِ ہدایت اور عبرت وبصیرت حاصل کرنے اور عقل وسمجھ رکھنے والوں کے لئے کافی وافی ہیں، اور غفلت کا شکار اور بے ہمت لوگوں کے لئے بڑے سے بڑے دفتر بھی ناکافی ہیں۔

(1)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ

حضرت جابر بن سمرہ یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْعٰى غَنَمًا فاسْتَعْلَى الْغَنَمَ، فَكَانَ فِي الْإِبِلِ وَهُوَ شَرِيكٌ لَهُ، فَأَكْرَيَا أُخْتَ خَدِيجَةَ، فَلَمَّا قَضَوُا السَّفَرَ بَقِيَ لَهُمْ عَلَيْهَا شَيْءٌ، فَجَعَلَ شَرِيكُهُ يَأْتِيهِمْ وَيَتَقَاضَاهُمْ

وَيَقُوْلُ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنْطَلِقْ، فَيَقُوْلُ: اِذْهَبْ أَنْتَ فَإِنِّيْ أَسْتَحْيِيْ ، فَقَالَتْ مَرَّةً وَأَتَاهُمْ: فَأَيْنَ مُحَمَّدٌ لَا يَجِيْءُ مَعَكَ؟ قَالَ: قَدْ قُلْتُ لَهُ فَزَعَمَ أَنَّهُ يَسْتَحْيِيْ، فَقَالَتْ: مَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَشَدَّ حَيَاءً وَلَا أَعَفَّ وَلَاءً، فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِ أُخْتِهَا خَدِيْجَةَ فَبَعَثَتْ إِلَيْهِ، فَقَالَتِ: ائْتِ أَبِيْ فَاخْطِبْنِيْ إِلَيْهِ، فَقَالَ: أَبُوْكِ رَجُلٌ كَثِيْرُ الْمَالِ وَهُوَ لَا يَفْعَلُ ، قَالَتْ: اِنْطَلِقْ فَالْقَهُ وَكَلِّمْهُ، ثُمَّ أَنَا أَكْفِيْكَ وَائْتِ عِنْدَ سُكْرِهٖ فَفَعَلَ، فَأَتَاهُ فَزَوَّجَهُ، فَلَمَّا أَصْبَحَ جَلَسَ فِي الْمَجْلِسِ، فَقِيْلَ لَهُ: قَدْ أَحْسَنْتَ زَوَّجْتَ مُحَمَّدًا، قَالَ: أَوَ فَعَلْتُ؟ قَالُوْا: نَعَمْ، فَقَامَ فَدَخَلَ عَلَيْهَا، فَقَالَ: إِنَّ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ: إِنِّيْ قَدْ زَوَّجْتُ مُحَمَّدًا وَمَا فَعَلْتُ، قَالَتْ: فَلَا تُسَفِّهَنَّ رَأْيَكَ، فَإِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَا، فَلَمْ تَزَلْ بِهِ حَتّٰى رَضِيَ، ثُمَّ بَعَثَتْ إِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوُقِّيَّتَيْنِ مِنْ فِضَّةٍ أَوْ ذَهَبٍ وَقَالَتْ: اِشْتَرِ حُلَّةً فَاهْدِهَا لِيْ وَكَبْشًا وَكَذَا وَكَذَا فَفَعَلَ (المعجم الكبير للطبرانی) ؎

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم بکریاں چرایا کرتے تھے، پھر بکریاں (یا ان کی قیمت) گراں ہوگئی، تو اونٹوں کو چرانے لگے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کام میں ایک اور شخص بھی شریک تھے، پھر حضرت خدیجہ کی بہن نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے شخص دونوں کو اجرت پر رکھا، پس جب یہ سفر پورا ہوگیا (جس میں یہ

؎ رقم الحدیث ۱۸۵۸، ج۲ص ۲۰۹، مسند البزار، رقم الحدیث ۴۲۹۳.

قال الهيثمي:

رواه الطبراني، والبزار، ورجال الطبراني رجال الصحيح غير أبي خالد الوالبي، وهو ثقة، ورجال البزار أيضا إلا أن شيخه أحمد بن يحيى الصوفي ثقة، ولكنه ليس من رجال الصحيح .وقال فيه :قالت" :وأته غير مكره ."بدل" :سكره ."وقالت في الحلة : "فأهدها إليه ."بدل" :إلي."(مجمع الزوائد ، تحت رقم الحديث ۱۵۲۶۶)

دونوں حضرات حضرت خدیجہ کی بہن کے لئے اجرت پر کام کر رہے تھے) تو حضرت خدیجہ کی بہن کی طرف کچھ اجرت وغیرہ باقی رہ گئی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ان کے پاس جا کر بقیہ اجرت کا تقاضا کرنے لگے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنے ساتھ جانے کا کہنے لگے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جواب میں یہ فرما دیتے تھے کہ تم ہی چلے جاؤ، مجھے تو (ان کے پاس جانے میں) حیاء آتی ہے، حضرت خدیجہ کی بہن نے ایک مرتبہ اس آنے والے شخص سے کہا کہ محمد کہاں ہیں؟ آپ کے ساتھ کیوں نہیں آتے؟ اس شخص نے جواب میں کہا کہ ان کو حیاء آتی ہے، حضرت خدیجہ کی بہن نے فرمایا کہ میں نے ان سے زیادہ حیاء والا اور اور سونپی ہوئی ذمہ داری سے (خیانت وغیرہ سے) عفیف و پاکدامن رہنے والا کسی آدمی کو نہیں دیکھا، جس کے بعد ان کی بہن حضرت خدیجہ کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کا خیال پیدا ہوا، اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ آپ میرے والد کے پاس آ کر، میرے نکاح کا پیغام دیجئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کے والد (خویلد بن اسد) بہت مالدار ہیں، اور وہ ایسا نہیں کریں گے، جس پر حضرت خدیجہ نے فرمایا کہ آپ جا کر نکاح کا پیغام دیجئے اور ان سے بات کیجئے، آگے میں دیکھ لوں گی، اور آپ ان کے نشہ کے وقت ان کے پاس جایئے (کیونکہ حضرت خدیجہ کے والد مسلمان نہ تھے، اور اس وقت تک ویسے بھی شراب کے حرام ہونے کا حکم نہیں تھا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے والد (خویلد بن اسد) کے پاس جا کر حضرت خدیجہ سے اپنے نکاح کا پیغام دیا، جس پر حضرت خدیجہ کے والد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت خدیجہ کا نکاح کر دیا (اور شرعی اعتبار سے نشہ کی حالت میں نکاح کرنا معتبر ہو جاتا ہے) پھر جب صبح ہو گئی (اور حضرت خدیجہ کے والد کا نشہ

اتر گیا) تو حضرت خدیجہ کے والد مجلس میں بیٹھے، تو (مختلف لوگوں کی طرف سے) ان سے کہا گیا کہ آپ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (اپنی بیٹی خدیجہ کا) نکاح کر کے بہت اچھا کام کیا، جس پر انہوں نے کہا کہ کیا میں نے ایسا کر دیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ جی ہاں! یہ سن کر حضرت خدیجہ کے والد، حضرت خدیجہ کے پاس گئے، اور کہا کہ لوگ یہ بات کہتے ہیں کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے (تمہارا) نکاح کر دیا ہے، حالانکہ میں نے ایسا نہیں کیا، اس پر حضرت خدیجہ نے فرمایا کہ (واقعتاً آپ نے ایسا کر دیا ہے، اور) آپ اپنی رائے (اور نکاح کرنے کے واقعہ) کو غلط نہ سمجھئے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلاں فلاں صفات کے مالک ہیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا برابر اپنی بات پر قائم رہیں (اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات بیان کرتی رہیں) یہاں تک کہ ان کے والد (اس نکاح پر) راضی ہو گئے، جس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دو اوقیہ چاندی یا سونے کے بھیجے (اوقیہ ایک مقدار اور وزن کا نام ہے، یہ قیمتی سکے تھے، اور چاندی کے وزن کے لحاظ سے دو اوقیہ کی مقدار اسّی درہم یعنی 21 تولے بنتی ہے) اور حضرت خدیجہ نے کہلوایا کہ اس سے آپ ایک جوڑا خریدیئے، اور پھر وہ مجھے ہدیہ کر دیجئے، اور ایک مینڈھا خریدیئے اور فلاں فلاں چیز خریدیئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چیزیں خرید کر حضرت خدیجہ کے پاس بھیج دیں (طبرانی، بزار)

اور اس طرح سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نکاح اور رخصتی کے سب کے کام مکمل ہو گئے۔

اگرچہ یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو باضابطہ نبوت عطا کیے جانے سے پہلے کا ہے، لیکن تمام انبیائے کرام کے سردار اور رحمۃ للعالمین، تاجدارِ مصطفیٰ، حبیبِ کبریا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہے، اور سب سے پہلا نکاح ہے، دیکھئے کس سادگی اور آسانی کے ساتھ نکاح کا معاملہ

طے پا گیا، نہ کوئی فضول رسم ہے، نہ ڈھول باجے ہیں، نہ کوئی شور شرابا ہے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری مالداری کو نہیں دیکھا، اور مالداری پر نیکی کو ترجیح دی، ضروری اخراجات کا انتظام بھی خود حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے کیا گیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی قسم کے خرچہ کا بوجھ نہیں ڈالا گیا، مفت میں سب کچھ ہو گیا، اور نکاح کے پیغام کے لئے بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کش کی گئی۔

جس سے معلوم ہوا کہ نیک، صالح، غریب شوہر کو ترجیح دینی چاہئے، اگرچہ وہ مالداری میں لڑکی سے کم ہو، احادیث میں بھی اس کا ذکر آتا ہے، یہ احادیث الگ مقام پر ذکر کردی گئی ہیں۔

اور مذکورہ واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر لڑکی کا کسی جگہ نکاح کا ارادہ ہو تو احسن طریقے سے اپنے والدین اور اولیاء کو مطلع کر دینا چاہئے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی رسم ورواج کے بغیر لڑکی یا اس کے اہلِ خانہ، نکاح، شادی وبیاہ کے ضروری اخراجات میں ضرورت مند مرد کا تعاون کردیں، تو اس میں بھی حرج نہیں۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نکاح کا پیغام قبول ہونے پر اسی مجلس میں نکاح کرنا بھی جائز ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شوہر کو نکاح کے لئے کسی بارات کو ساتھ لے جانا ضروری نہیں۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نکاح، لڑکی کے گھر میں بھی ہوسکتا ہے، نکاح کے لئے کسی دوسری جگہ جانا یا شادی ہال وغیرہ کا ہونا ضروری نہیں۔ [1]

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا، اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک جو درجہ اور مقام ہے، اس کا احادیث میں ذکر آیا ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی زوجہ اور پہلی امُّ المومنین ہیں، جن کے نکاح میں ہوتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی اور نکاح نہیں کیا، اور ان کو

---

[1] ملحوظ رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح سے متعلق دوسری روایات بھی مروی ہیں، جن کی تحقیق کرنے سے وہ سند کے اعتبار سے معتبر ثابت نہ ہوسکیں، اس لئے ان کو نقل کرنا مناسب معلوم نہ ہوا۔

دنیا میں موجود ہوتے ہوئے، جنت میں عالیشان گھر کی بشارت سنائی گئی، اوران کورب تعالیٰ اور حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے سلام بھیجا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ان کی بار بار اور کثرت سے تعریف وتوصیف فرمائی، اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت تصدیق فرمائی، جب دوسرے لوگ تکذیب کر رہے تھے، اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلے ایمان لانے والوں میں شمار ہوئیں، اور جب دوسرے لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کی، اس وقت انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی، اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے جنت کی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی۔

اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ان کو کثرت سے یاد کرتے تھے، اوران کی سہیلیوں اور عزیزوں کی بھی مدد فرماتے تھے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

لَمْ يَتَزَوَّجِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى خَدِيْجَةَ حَتّٰى مَاتَتْ (مسلم) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کے فوت ہونے تک (ان کے علاوہ) کسی اور عورت سے نکاح نہیں کیا (مسلم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

بَشَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَدِيْجَةَ بِنْتَ خُوَيْلِدٍ بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ (مسلم) [2]

---

[1] رقم الحديث ٢٤٣٦ "٧٧" كتاب فضائل الصحابة رضى الله عنهم، باب فضائل خديجة أم المؤمنين رضى الله تعالى عنها.

[2] رقم الحديث ٢٤٣٤ "٧٣" كتاب فضائل الصحابة رضى الله عنهم، باب فضائل خديجة أم المؤمنين رضى الله تعالى عنها.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ بنتِ خویلد رضی اللہ عنہا کو جنت میں گھر کی بشارت سنائی (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَتٰی جِبْرِیْلُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ:یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ:ھٰذِہٖ خَدِیْجَۃُ قَدْ أَتَتْ مَعَھَا إِنَاءٌ فِیْہِ إِدَامٌ، أَوْ طَعَامٌ أَوْ شَرَابٌ، فَإِذَا ھِیَ أَتَتْکَ فَاقْرَأْ عَلَیْھَا السَّلَامَ مِنْ رَبِّھَا وَمِنِّیْ وَبَشِّرْھَا بِبَیْتٍ فِی الْجَنَّۃِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِیْہِ، وَلَا نَصَبَ (صحیح البخاری) [1]

ترجمہ: حضرت جبریل، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! یہ حضرت خدیجہ آ رہی ہیں، جن کے ساتھ برتن میں سالن یا کھانے پینے کی چیز ہے، پس جب وہ آپ کے پاس آئیں، تو آپ رب تعالیٰ کی طرف سے اور میری طرف سے، ان کو سلام کہیے، اور ان کو جنت میں موتی کے محل کی بشارت (وخوشخبری) دیجئے، جس میں نہ شور وشغب ہوگا اور نہ کوئی ایذاء وتکلیف ہوگی (بخاری)

اس طرح کی حدیث حضرت عبداللہ بن جعفر کی سند سے بھی مروی ہے۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

مَا غِرْتُ عَلٰی امْرَأَۃٍ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَمَا غِرْتُ

---

[1] رقم الحدیث ۳۸۲۰، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجة وفضلها رضی اللہ عنہا.

[2] عن عبد اللہ بن جعفر بن أبی طالب، قال :قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : "أمرت أن أبشر خدیجة ببیت من قصب، لا صخب فیہ، ولا نصب "(مسند الإمام أحمد، رقم الحدیث ۱۷۵۸)

قال شعیب الارنؤوط:

حدیث صحیح، وھذا إسناد حسن، فقد صرح محمد بن إسحاق بالتحدیث(حاشیة مسند احمد)

عَلٰى خَدِيجَةَ، لِكَثْرَةِ ذِكْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاهَا وَثَنَائِهِ عَلَيْهَا، وَقَدْ أُوحِيَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ لَهَا فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ (صحيح البخارى) [1]

ترجمہ: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کسی عورت پر ایسی غیرت نہیں آئی، جیسی غیرت حضرت خدیجہ پر آئی، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا کثرت سے ذکر اوران کی کثرت سے تعریف کیا کرتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ وحی کی گئی تھی کہ حضرت خدیجہ کو جنت میں موتی کے محل کی بشارت (وخوشخبری) سنادیں (بخاری)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

مَا غِرْتُ عَلٰى امْرَأَةٍ مَا غِرْتُ عَلٰى خَدِيجَةَ وَلَقَدْ هَلَكَتْ قَبْلَ أَنْ يَّتَزَوَّجَنِي بِثَلَاثِ سِنِيْنَ، لِمَا كُنْتُ أَسْمَعُهُ يَذْكُرُهَا وَلَقَدْ أَمَرَهُ رَبُّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُّبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ مِنْ قَصَبٍ فِي الْجَنَّةِ، وَإِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ، ثُمَّ يُهْدِيهَا إِلٰى خَلَائِلِهَا (مسلم) [2]

ترجمہ: مجھے کسی عورت پر ایسی غیرت نہیں آئی، جیسی غیرت حضرت خدیجہ پر آئی، اور حضرت خدیجہ میرے نکاح سے تین سال پہلے فوت ہوگئی تھیں، اور اس غیرت کی وجہ یہ تھی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا ذکر کرتے ہوئے سنتی تھی، اور اللہ ربُّ العزت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم فرمایا تھا کہ حضرت خدیجہ کو جنت میں موتی کے محل کی بشارت (وخوشخبری) سنادیں، اور اگر (کبھی) نبی صلی اللہ علیہ وسلم بکری (دنبہ وغیرہ) ذبح کرتے تھے، تو اس میں سے حضرت خدیجہ کے عزیزوں

---

[1] رقم الحديث ٥٢٢٩، كتاب النكاح، باب غيرة النساء ووجدهن.

[2] رقم الحديث ٢٤٣٥ "٧٤" كتاب فضائل الصحابة رضى الله عنهم، باب فضائل خديجة أم المؤمنين رضى الله تعالى عنها.

(اور سہیلیوں) کو ہدیہ بھیجا کرتے تھے (مسلم)

اپنے کسی قریبی عزیز کے فوت ہونے کے بعد اس فوت ہونے والے کے عزیزوں ورفیقوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا عبادت اور تعلق کی نشانی ہے، جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کے فوت ہونے کے بعد عمل کیا۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَكَرَ خَدِيْجَةَ أَثْنٰى عَلَيْهَا، فَأَحْسَنَ الثَّنَاءَ، قَالَتْ: فَغِرْتُ يَوْمًا، فَقُلْتُ: مَا أَكْثَرَ مَا تَذْكُرُهَا حَمْرَاءَ الشِّدْقِ، قَدْ أَبْدَلَكَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهَا خَيْرًا مِنْهَا، قَالَ: مَا أَبْدَلَنِي اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ خَيْرًا مِّنْهَا، قَدْ آمَنَتْ بِيْ إِذْ كَفَرَ بِيَ النَّاسُ، وَصَدَّقَتْنِيْ إِذْ كَذَّبَنِيَ النَّاسُ، وَوَاسَتْنِيْ بِمَالِهَا إِذْ حَرَمَنِيَ النَّاسُ، وَرَزَقَنِيَ اللّٰهُ

---

[1] عن عائشة قالت :ما غرت على أحد من أزواج النبى صلى الله عليه وسلم ما غرت على خديجة، وما بى أن أكون أدركتها وما ذاك إلا لكثرة ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم لها، وإن كان ليذبح الشاة فيتتبع بها صدائق خديجة فيهديها لهن :هذا حديث حسن صحيح غريب(سنن الترمذى، رقم الحديث ٢٠١٧)

قوله :(ما غرت) كلمة :ما فيه نافية، وفى :ماغرت ثانيا موصولة أى :الذى غرت على خديجة. قوله :(لما كنت) يتعلق به أى :لأجل ما كنت أسمع النبى صلى الله عليه وسلم، يذكرها أى خديجة .قوله :(من قصب) أى :قصب الدر، وإصطلاح الجوهريين أن يقولوا :قصب من اللؤلؤ كذا وقصب من الجوهر كذا ومن الدر كذا للخيط منه، وقيل :كان البيت من القصب تفاؤلا بقصب سبقها إلى الإسلام .قوله :(وإن كان) كلمة :إن هذه مخففة من المثقلة وأصله :وإنه كان ليذبح الشاة، اللام فيه للتأكيد .قوله :(فى خلتها) أى :فى أهل بيتها، يعنى أخلاء ها وأحبابها .وقال الخطابى :الخلة ههنا بمعنى الأخلاء موضع المصدر وضع الإسم، وأراد بالقصب قصب اللؤلؤ وهو المجوف منه، ووقع فى رواية مسلم :ثم يهديها إلى خلائلها، وتقدم فى المناقب :إلى أصدقائها(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج٢٢،ص١٠٤، كتاب الأدب،باب حسن العهد من الإيمان)

وقال النووى فى هذه الأحاديث دلالة لحسن العهد وحفظ الود ورعاية حرمة الصاحب والمعاشر حيا وميتا وإكرام معارف ذلك(فتح البارى شرح صحيح البخارى،لابن حجر العسقلانى،ج٧،ص ١٣٧،قوله باب تزويج النبى صلى الله عليه وسلم خديجة وفضلها)

عَزَّ وَجَلَّ وَلَدَهَا إِذْ حَرَمَنِيْ أَوْلَادَ النِّسَاءِ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٢٤٨٦٤) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ کا تذکرہ جب بھی کرتے تھے، تو ان کی خوب تعریف کرتے تھے، ایک دن مجھے غیرت آئی اور میں نے عرض کیا کہ آپ کیا اتنی کثرت کے ساتھ ایک سرخ مسوڑھوں والی (کہ جس کے منہ کے دانت ٹوٹ گئے اور خالی سرخ مسوڑھے باقی رہ گئے، ایسی) عورت کا ذکر کرتے رہتے ہیں، جس کے بدلے میں اللہ نے آپ کو اس سے بہتر بیویاں عطا فرمادی ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے ان کے بدلے میں ان سے بہتر کوئی بیوی عطا نہیں کی، وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں، جب لوگ میرے ساتھ کفر اختیار کررہے تھے، اور انہوں نے میری اس وقت تصدیق کی (اور مجھ پر ایمان لائیں) جب لوگ میری تکذیب کررہے (اور جھٹلا رہے) تھے، اور انہوں نے اس وقت اپنے مال سے میری غم خواری و ہمدردی کی، جب لوگوں نے مجھے اس سے محروم رکھا، اور اللہ نے مجھے ان سے اولاد عطا فرمائی، جب کہ دوسری بیویوں سے مجھے اولاد سے فارغ (محروم) رکھا (مسند احمد)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے حضرت ابراہیم کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سب اولاد (یعنی حضرت فاطمہ، حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت امِّ کلثوم اور عبداللہ) کی ولادت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔

اور حضرت ابراہیم کی ولادت آپ کی باندی ''حضرت ماریہ'' سے ہوئی۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حديث صحيح، وهذا سند حسن فى المتابعات (حاشية مسند احمد)

[2] قـولـه وكان لى منها ولد وكان جميع أولاد النبى صلى الله عليه وسلم من خديجة إلا إبراهيم فإنه كان من جاريته مارية والمتفق عليه من أولاده منها القاسم وبه كان يكنى مات صغيرا قبل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: حَسْبُكَ مِنْ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ، وَخَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ، وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ، وَآسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ (صحيح ابن حبان) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام عالموں کی عورتوں میں سے آپ کو حضرت مریم بنتِ عمران اور حضرت خدیجہ بنتِ خویلد اور حضرت فاطمہ بنتِ محمد اور فرعون کی بیوی آسیہ کافی ہیں (ابنِ حبان)

مطلب یہ ہے کہ ان خواتین کو اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کی دوسری خواتین پر خاص فضیلت عطاء

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المبعث أو بعده وبناته الأربع زينب ثم رقية ثم أم كلثوم ثم فاطمة وقيل كانت أم كلثوم أصغر من فاطمة وعبد الله ولد بعد المبعث فكان يقال له الطاهر والطيب ويقال هما أخوان له وماتت الذكور صغارا باتفاق ووقع عند مسلم من طريق حفص بن غياث هذه فى آخر الحديث قالت عائشة فأغضبته يوما فقلت خديجة فقال إنى رزقت حبها قال القرطبى كان حبه صلى الله عليه وسلم لها لما تقدم ذكره من الأسباب وهى كثيرة كل منها كان سببا فى إيجاد المحبة ومما كافأ النبى صلى الله عليه وسلم به خديجة فى الدنيا أنه لم يتزوج فى حياتها غيرها فروى مسلم من طريق الزهرى عن عروة عن عائشة قالت لم يتزوج النبى صلى الله عليه وسلم على خديجة حتى ماتت وهذا مما لا اختلاف فيه بين أهل العلم بالأخبار وفيه دليل على عظم قدرها عنده وعلى مزيد فضلها لأنها أغنته عن غيرها واختصت به بقدر ما اشترك فيه غيرها مرتين لأنه صلى الله عليه وسلم عاش بعد أن تزوجها ثمانية وثلاثين عاما انفردت خديجة منها بخمسة وعشرين عاما وهى نحو الثلثين من المجموع ومع طول المدة فصان قلبها فيها من الغيرة ومن نكد الضرائر الذى ربما حصل له هو منه ما يشوش عليه بذلك وهى فضيلة لم يشاركها فيها غيرها ومما اختصت به سبقها نساء هذه الأمة إلى الإيمان فسنت ذلك لكل من آمنت بعدها فيكون لها مثل أجرهن لما ثبت أن من سن سنة حسنة وقد شاركها فى ذلك أبو بكر الصديق بالنسبة إلى الرجال ولا يعرف قدر ما لكل منهما من الثواب بسبب ذلك إلا الله عز وجل(فتح البارى شرح صحيح البخارى،لابن حجر العسقلانى،ج٧،ص ١٣٧ ،قوله باب تزويج النبى صلى الله عليه وسلم خديجة وفضلها)

[1] رقم الحديث ٧٠٠٣، كتاب إخباره صلى الله عليه وسلم عن مناقب الصحابة رضى الله عنهم أجمعين،مناقب الصحابة رضى الله عنهم أجمعين.

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح، رجاله ثقات (حاشية صحيح ابن حبان)

فرمائی ہے، جن میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی شامل ہیں، اور ان کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی۔ [1]

ملاحظہ فرمایئے کہ اتنے عظیم رتبہ اور صفات والی اور دنیا کے اعتبار سے مالدار خاتون کا نکاح تمام نبیوں کے سردار سے کس طرح سہولت، آسانی اور سادگی کے ساتھ انجام پاتا ہے، جو کہ امت کے افراد کے لئے قابلِ تقلید، نمونہ اور بہترین مثال ہے۔

(2)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے شاگرد، حضرت عروہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

تُوُفِّيَتْ خَدِيْجَةُ قَبْلَ مَخْرَجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ بِثَلاثِ سِنِيْنَ، فَلَبِثَ سَنَتَيْنِ أَوْ قَرِيْبًا مِنْ ذٰلِكَ، وَنَكَحَ عَائِشَةَ وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِيْنَ، ثُمَّ بَنٰى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِيْنَ

(صحيح البخاری) [2]

ترجمہ: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے (مکہ مکرمہ سے) مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے سے تین سال پہلے ہوئی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو سال یا اس کے لگ بھگ ٹھہرے رہے، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، اس (نکاح) کے وقت حضرت عائشہ کی عمر چھ سال کی تھی، اور پھر نو سال کی عمر میں ان کی (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے) رخصتی ہوئی (بخاری)

---

[1] قال الطيبی :حسبک :مبتدأ .ومن نساء متعلق به، ومريم خبره .والخطاب إما عام أو لأنس أی :كافيک معرفتک فضلهن عن معرفة سائر النساء .اهـ.

قال السيوطی فی النقاية :نعتقد أن أفضل النساء مريم وفاطمة، وأفضل أمهات المؤمنين خديجة وعائشة، وفی التفضيل بينهما أقوال(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الفضائل، ج۹، ص۳۹۹۴، باب مناقب أزواج النبی صلی الله عليه وسلم رضی الله عنهن)

[2] رقم الحديث ۳۸۹۶، كتاب مناقب الانصار، باب تزويج النبی صلی الله عليه وسلم عائشة، وقدومها المدينة، وبنائه بها.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِيْنَ، وَأُدْخِلَتْ عَلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ، وَمَكَثَتْ عِنْدَهُ تِسْعًا (صحيح البخاری) [۱]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے) اس وقت نکاح کیا، جب ان کی عمر چھ سال کی تھی، اور نو سال کی عمر میں ان کی رخصتی کی گئی، اور وہ نو سال تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں (جس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا) (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چھوٹی عمر میں ہوگیا تھا، اور رخصتی نو سال کی عمر میں ہوئی، جو لڑکی کے بالغ ہونے کا قریبی وامکانی وقت ہوتا ہے۔ [۲]

اس واقعہ سے یہ بھی پتہ چلا کہ ضرورت کے وقت لڑکی کا نکاح شرعی اعتبار سے نابالغی کی حالت میں بھی جائز ہے، جبکہ لڑکی کا والد یا کوئی دوسرا ولی اس کا نکاح کرے، جس کے متعلق بعض مسائل میں تفصیل بھی ہے۔ [۳]

---

[۱] رقم الحديث ۵۱۳۳، كتاب النكاح، باب إنكاح الرجل ولده الصغار.

[۲] والسن الأدنى للبلوغ فى الأنثى :تسع سنين قمرية عند الحنفية، والشافعية على الأظهر عندهم، وكذا الحنابلة لأنه أقل سن تحيض له المرأة، ولحديث :إذا بلغت الجارية تسع سنين فهى امرأة والمراد حكمها حكم المرأة، وفى رواية للشافعية :نصف التاسعة، وقيل :الدخول فى التاسعة؛ ولأن هذا أقل سن لحيض الفتاة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۸، ص۱۹۳، مادة " بلوغ")

[۳] اتفق الفقهاء على أن للأب إنكاح ابنته الصغيرة والكبيرة المجنونة أو المعتوهة ولو جبرا عنها، إن كانت بكرا .واختلفوا فى الثيب الصغيرة.

وأما تزويج الرجل ابنته البكر الكبيرة فالجمهور على أن للأب إجبارها خلافا للحنفية .أما البنت الثيب الكبيرة فالأب يلى إنكاحها دون إجبار(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۸، ص۲۱۴، مادة "بنت")

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

تَزَوَّجَنِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا بِنْتُ سِتِّ سِنِیْنَ، فَقَدِمْنَا الْمَدِیْنَةَ فَنَزَلْنَا فِیْ بَنِی الْحَارِثِ بْنِ خَزْرَجٍ، فَوُعِکْتُ فَتَمَرَّقَ شَعَرِیْ، فَوَفٰی جُمَیْمَةً فَأَتَتْنِیْ أُمِّیْ أُمُّ رُوْمَانَ، وَإِنِّیْ لَفِیْ أُرْجُوْحَةٍ،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أن يكون الولى فى إنكاح الصغير أو الصغيرة هو الأب أو الجد، فإن كان غيرهما من الأولياء كالأخ والعم لا يلزم النكاح حتى يثبت للصغير والصغيرة الخيار بعد البلوغ وهذا قول أبى حنيفة ومحمد، وعند أبى يوسف هذا ليس بشرط ويلزم نكاح غير الجد والأب من الأولياء حتى لا يثبت للصغير والصغيرة الخيار(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۱،ص ۳۰۳،مادة " نكاح")

قال الحنفية :ولاية الحتم والإيجاب والاستبداد "الإجبار "تكون للولى، وهو عندهم العصبة مطلقا، فله إنكاح الصغير والصغيرة، والمجنون والمجنونة لقوله صلى الله عليه وسلم:

"النكاح إلى العصبات "، والبالغات خرجن بحديث عائشة رضى الله عنها قالت " :قلت :يا رسول الله يستأمر النساء فى أبضاعهن؟ قال :نعم، قلت :فإن البكر تستأمر فتستحى فتسكت .قال: سكاتها إذنها "وبخروج البالغات بقى الصغار، ولحديث عائشة " :أن النبى صلى الله عليه وسلم تزوجها وهى بنت ست سنين، وبنى بها وهى بنت تسع سنين . "

وشرط ثبوت هذه الولاية عندهم كون المولى عليه صغيرا أو صغيرة، أو مجنونا كبيرا أو مجنونة كبيرة، سواء كانت الصغيرة بكرا أو ثيبا، فلا تثبت هذه الولاية على البالغ العاقل ولا على البالغة العاقلة، لأن هذه الولاية تدور مع الصغر وجودا وعدما فى الصغير والصغيرة، وفى الكبير والكبيرة تدور

مع الجنون وجودا وعدما، سواء كان الجنون أصليا بأن بلغ مجنونا، أو عارضا بأن طرأ بعد البلوغ، وقال زفر :إذا طرأ لم يجز للمولى التزويج، وعلى أصل الحنفية ينبنى أن الأب والجد لا يملكان إنكاح البكر البالغة بغير رضاها عندهم.

وقالوا :إن إثبات ولاية الإنكاح على هؤلاء ، لأن النكاح يتضمن المصالح، وذلك يكون بين المتكافئين، والكفء لا يتفق فى كل وقت، فمست الحاجة إلى إثبات الولاية على الصغار تحصيلا للمصلحة، والقرابة موجبة للنظر والشفقة فينتظم الجميع، إلا أن شفقة الأب والجد أكثر.

وإن كان المزوج للصغير أو الصغيرة أبا أو جدا، وللمجنون أو المجنونة ابنهما، وللرقيق مالكه لزم النكاح، ولا خيار لواحد من هؤلاء المولى عليهم، ولو كان النكاح بغير كفء أو بغبن فاحش، لوفور شفقة الأولياء ، وشدة حرصهم على نفع المولى عليهم فكأنهم باشروه بأنفسهم، ولأن النبى صلى الله عليه وسلم ما خير عائشة رضى الله تعالى عنها حين بلغت، لكنه يشترط فى الأولياء عندئذ أن لا يعرف من أى منهم سوء الاختيار مجانة وفسقا وإلا فبطل النكاح.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

وَمَعِیَ صَوَاحِبُ لِیْ، فَصَرَخَتْ بِیْ فَأَتَیْتُهَا، لَا أَدْرِیْ مَا تُرِیْدُ بِیْ فَأَخَذَتْ بِیَدِیْ حَتّٰی أَوْقَفَتْنِیْ عَلٰی بَابِ الدَّارِ، وَإِنِّیْ لَأُنْهِجُ حَتّٰی سَکَنَ بَعْضُ نَفَسِیْ، ثُمَّ أَخَذَتْ شَیْئًا مِنْ مَاءٍ فَمَسَحَتْ بِهٖ وَجْهِیْ وَرَأْسِیْ، ثُمَّ أَدْخَلَتْنِیْ الدَّارَ، فَإِذَا نِسْوَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فِی الْبَیْتِ، فَقُلْنَ عَلَی الْخَیْرِ وَالْبَرَکَةِ، وَعَلٰی خَیْرِ طَائِرٍ، فَأَسْلَمَتْنِیْ إِلَیْهِنَّ، فَأَصْلَحْنَ مِنْ شَأْنِیْ، فَلَمْ یَرُعْنِیْ إِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ضُحًی، فَأَسْلَمَتْنِیْ إِلَیْهِ، وَأَنَا یَوْمَئِذٍ بِنْتُ تِسْعِ سِنِیْنَ (صحیح البخاری) [1]

ترجمہ: میری عمر چھ سال کی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا نکاح ہوا، پھر ہم (مکہ مکرمہ سے اپنے گھر والوں کے ساتھ ہجرت کر کے) مدینہ منورہ آئے، تو ہم (مدینہ منورہ میں) بنی حارث بن خزرج (کے مکان) میں اترے (اور وہاں ٹھہرے) پھر مجھے (اتنا شدید) بخار آیا کہ میرے سر کے بال گرنے لگے، اور وہ کانوں تک رہ گئے، پھر (ایک دن) میں اپنی چند سہیلیوں کے ساتھ جھولے میں جھول رہی تھی کہ میری والدہ اُمِّ رومان میرے پاس آئیں، اور مجھے زور سے آواز

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وإن كان المزوج لواحد من هؤلاء غير من ذكر من الأولياء، فلكل واحد منهم الخيار وإن كان إنكاحه من كفء وبلا غبن -إن شاء أقام على النكاح، وإن شاء فسخ، وقال أبو يوسف :لا خيار لهم كما فی إنكاح الأب والجد.

وقالوا :يملك السيد إجبار العبد والأمة والمدبر وأم الولد على النكاح صيانة لملكه وتحصينا له عن الزنا الذی هو سبب هلاكهم أو نقصانهم، وليس للمولى أن يزوج المكاتب والمكاتبة بغير رضاهما، لخروجهما عن يده، ولا يجوز نكاحهما إلا بإذن المولى للرق الثابت فيهما، ويملك المكاتب تزويج أمته لأنه من الاكتساب، ولا يملك تزويج العبد لأنه خسران لا اكتساب، ولو زوج أمته من عبده بغير مهر جاز ولا مهر، وقيل :يجب حقا للشرع ثم يسقط (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۱، ص ۲۶۰، مادة " نكاح")

[1] رقم الحديث ۳۸۹۴، كتاب مناقب الانصار، باب تزويج النبی صلى الله عليه وسلم عائشة، وقدومها المدينة، وبنائه بها.

دی، میں ان کے پاس چلی گئی، حالانکہ مجھے معلوم نہ تھا کہ انہوں نے مجھے کیوں بلایا ہے، انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر گھر کے دروازہ پر کھڑا کر دیا، میرا سانس پھول رہا تھا، یہاں تک کہ میرے دم میں دم آیا، پھر انہوں نے تھوڑا پانی لے کر میرے منہ اور سر پر پھیر دیا، پھر مجھے مکان کے اندر داخل کر دیا، تو میں نے کمرہ میں چند انصاری عورتوں کو دیکھا، انہوں نے کہا کہ خیر و برکت اور نیک فال کے ساتھ آ ؤ، پھر میری والدہ نے مجھے ان کے سپرد کر دیا، پھر ان خواتین نے میری حالت کو بہتر کیا (یعنی بال وغیرہ بنائے، اور اچھا لباس پہنایا) پھر اچانک دوپہر سے کچھ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے میں گھبرا گئی، تو ان خواتین نے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا، اس وقت میری عمر نو سال کی تھی (بخاری)

دیکھئے کتنی سادگی سے سارے کام ہو گئے، نہ تو رخصتی کے لئے دھوم دھام سے اہتمام کیا گیا، بلکہ چند معزز مرد اور خواتین کی موجودگی میں رخصتی کا عمل انجام پا گیا، نہ ہی دلہن کو تیار کرنے میں زیادہ غلو و تکلف کیا گیا، اور آسانی و سادگی کے ساتھ دلہن کو گھر ہی میں تیار کر کے رخصتی کا عمل سر انجام پا گیا۔

جبکہ آج کے دور میں بہت سے لوگوں نے دلہن کو بیوٹی پارلر بھیج کر تیار کرانے اور اس کی خاطر بیش بہا رقم خرچ کرنے اور زیب و زینت کی غیر شرعی چیزیں مثلاً پلکنگ وغیرہ کرنے کو ضروری قرار دے لیا ہے، اللہ اس تکلف اور غلو سے حفاظت فرمائے۔ [1]

---

[1] وقولها فلم يرعنى بضم الراء وسكون العين أى لم يفزعنى شىء إلا دخوله على وكنت بذلك عن المفاجأة بالدخول على غير عالم بذلك فإنه يفزع غالبا(فتح البارى شرح صحيح البخارى، لابن حجر العسقلانى، ج۷، ص ۲۲۴، قوله باب تزويج النبى صلى الله عليه وسلم عائشة) ونزلت فى بنى الحارث بن الخزرج فمرضت رضى الله عنها، وتمزق شعرها، ثم شفيت وعاد إليها شعرها، وأخذ يتكاثر ويطول حتى وصل إلى المنكبين، وهو معنى قولها " :فوفى جميمة "قالت رضى الله عنها " :فأتتنى أمى أم رومان، وإنى لفى أرجوحة "أى وأنا ألعب راكبة على حبل مشدود بين خشبتين مع بعض صديقاتى، قالت " :فأخذت بيدى "أى فأمسكت بيدى وأخذتنى معها "

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابوسلمہ اور یحییٰ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا هَلَكَتْ خَدِيْجَةُ، جَاءَ تْ خَوْلَةُ بِنْتُ حَكِيْمٍ اِمْرَأَةُ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ، قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَ لَا تَزَوَّجُ ؟ قَالَ: مَنْ ؟ قَالَتْ: إِنْ شِئْتَ بِكْرًا، وَإِنْ شِئْتَ ثَيِّبًا ؟ قَالَ: فَمَنِ الْبِكْرُ ؟ قَالَتْ: اِبْنَةُ أَحَبِّ خَلْقِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ إِلَيْكَ عَائِشَةُ بِنْتُ أَبِىْ بَكْرٍ، قَالَ: وَمَنِ الثَّيِّبُ ؟ قَالَتْ: سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ، آمَنَتْ بِكَ، وَاتَّبَعَتْكَ عَلٰى مَا تَقُوْلُ، قَالَ: فَاذْهَبِى فَاذْكُرِيْهِمَا عَلَىَّ، فَدَخَلَتْ بَيْتَ أَبِى بَكْرٍ، فَقَالَتْ: يَا أُمَّ رُوْمَانَ مَاذَا أَدْخَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْكُمْ مِنَ الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ ؟ قَالَتْ: وَمَا ذَاكَ ؟ قَالَتْ: أَرْسَلَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْطُبُ عَلَيْهِ عَائِشَةَ، قَالَتْ: اِنْتَظِرِى أَبَا بَكْرٍ حَتّٰى يَأْتِىَ، فَجَاءَ أَبُوْ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حتى أوقفتنى على باب الدار وإنى لأنهج "أى تتردد أنفاسى من التعب والإعياء "ثم أخذت شيئا من الماء فمسحت به وجهى ورأسى "وذلک لتهدئتها "ثم أدخلتنى الدار، فإذا نسوة من الأنصار فى البيت فقلن على الخير والبركة "أى جعله الله زفافا سعيدا مباركا "وعلى خير طائر "أى وتقدمين على أسعد حظ " .فأصلحن من شأنى "أى فقمن هؤلاء النسوة بإصلاح شعرها وإلباسها أحسن ثيابها، وإعدادها لزوجها، قالت عائشة " :فلم يرعنى إلا رسول الله -صلى الله عليه وسلم- صلى الله عليه وسلم -ضحى "أى فلم أشعر إلا وقد دخل على رسول الله صباحا فى وقت الضحى.

فقه الحديث :دل هذا الحديث على ما يأتى :أولا :قصة زواجه -صلى الله عليه وسلم -من السيدة عائشة رضى الله عنها وهو ما ترجم له البخارى .ثانيا :أنه يجوز للأب تزويج ابنته الصغيرة التى لا يوطأ مثلها، لأن رسول الله عقد على عائشة وعمرها ست سنوات، ودخل عليها وعمرها تسع سنوات .ثانيا :مشروعية إعداد العروس وتزيينها لزوجها، وإلباسها أفخر ثيابها ليلة زفافها وعرسها، لقول عائشة رضى الله عنها " :ثم أدخلتنى الدار، فإذا نسوة من الأنصار، فأسلمتنى إليهن فأصلحن من شأنى ."والمطابقة :فى كون الحديث مشتملا على قصة زواجه -صلى الله عليه وسلم- بعائشة .الحديث :أخرجه الشيخان وأبو داود والنسائى(منار القارى شرح مختصر صحيح البخارى،لحمزة محمد قاسم،ج۴،ص ۳۰۱،باب تزويج النبى -صلى الله عليه وسلم -عائشة رضى الله عنها)

بَکْرٍ، فَقَالَتْ: یَا أَبَا بَکْرٍ مَاذَا أَدْخَلَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَیْکُمْ مِنَ الْخَیْرِ وَالْبَرَکَۃِ ؟ قَالَ: وَمَا ذَاکَ ؟قَالَتْ: أَرْسَلَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَخْطُبُ عَلَیْہِ عَائِشَۃَ، قَالَ: وَھَلْ تَصْلُحُ لَہٗ ؟ إِنَّمَا ھِیَ ابْنَۃُ أَخِیْہِ، فَرَجَعَتْ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَتْ ذٰلِکَ لَہٗ ، قَالَ: ارْجِعِی إِلَیْہِ فَقُوْلِیْ لَہٗ: أَنَا أَخُوْکَ، وَأَنْتَ أَخِیْ فِی الْإِسْلَامِ، وَابْنَتُکَ تَصْلُحُ لِیْ ، فَرَجَعَتْ فَذَکَرَتْ ذٰلِکَ لَہٗ، قَالَ: انْتَظِرِیْ وَخَرَجَ، قَالَتْ أُمُّ رُومَانَ: إِنَّ مُطْعِمَ بْنَ عَدِیٍّ قَدْ کَانَ ذَکَرَھَا عَلٰی ابْنِہٖ، فَوَاللّٰہِ مَا وَعَدَ وَعْدًا قَطُّ، فَأَخْلَفَہٗ لِأَبِیْ بَکْرٍ، فَدَخَلَ أَبُوْ بَکْرٍ عَلٰی مُطْعِمِ بْنِ عَدِیٍّ وَعِنْدَہٗ امْرَأَتُہٗ أُمُّ الْفَتَی، فَقَالَتْ یَا ابْنَ أَبِیْ قُحَافَۃَ لَعَلَّکَ مُصْبِءُ صَاحِبَنَا مُدْخِلُہٗ فِیْ دِیْنِکَ الَّذِیْ أَنْتَ عَلَیْہِ، إِنْ تَزَوَّجَ إِلَیْکَ، قَالَ أَبُوْ بَکْرٍ لِلْمُطْعِمِ بْنِ عَدِیٍّ: أَقَوْلُ ھٰذِہٖ تَقُوْلُ، قَالَ: إِنَّھَا تَقُوْلُ ذٰلِکَ، فَخَرَجَ مِنْ عِنْدِہٖ، وَقَدْ أَذْھَبَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ مَا کَانَ فِیْ نَفْسِہٖ مِنْ عِدَتِہِ الَّتِیْ وَعَدَہٗ فَرَجَعَ، فَقَالَ لِخَوْلَۃَ: ادْعِیْ لِیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَدَعَتْہُ فَزَوَّجَھَا إِیَّاہُ وَعَائِشَۃُ یَوْمَئِذٍ بِنْتُ سِتِّ سِنِیْنَ، ثُمَّ خَرَجَتْ فَدَخَلَتْ عَلٰی سَوْدَۃَ بِنْتِ زَمْعَۃَ، فَقَالَتْ: مَاذَا أَدْخَلَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَیْکِ مِنَ الْخَیْرِ وَالْبَرَکَۃِ ؟ قَالَتْ: مَا ذَاکَ ؟ قَالَتْ: أَرْسَلَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَخْطُبُکِ عَلَیْہِ، قَالَتْ: وَدِدْتُ اُدْخُلِیْ إِلٰی أَبِیْ فَاذْکُرِیْ ذَاکَ لَہٗ، وَکَانَ شَیْخًا کَبِیْرًا، قَدْ أَدْرَکَتْہُ السِّنُّ، قَدْ تَخَلَّفَ عَنِ الْحَجِّ، فَدَخَلَتْ عَلَیْہِ، فَحَیَّتْہُ بِتَحِیَّۃِ الْجَاھِلِیَّۃِ، فَقَالَ: مَنْ ھٰذِہٖ ؟ فَقَالَتْ: خَوْلَۃُ بِنْتُ حَکِیْمٍ، قَالَ: فَمَا شَأْنُکِ ؟ قَالَتْ: أَرْسَلَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ

اللّٰہِ أَخْطُبُ عَلَیْہِ سَوْدَۃَ، قَالَ: کُفْءٌ کَرِیْمٌ، مَاذَا تَقُوْلُ صَاحِبَتُکِ ؟ قَالَتْ: تُحِبُّ ذَاکَ، قَالَ: اُدْعُھَا لِیْ فَدَعَتْھَا، فَقَالَ: أَیْ بُنَیَّۃُ إِنَّ ھٰذِہٖ تَزْعُمُ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَدْ أَرْسَلَ یَخْطُبُکِ، وَھُوَ کُفْءٌ کَرِیْمٌ، أَتُحِبِّیْنَ أَنْ أُزَوِّجَکِ بِہٖ، قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: اُدْعِیْہِ لِیْ، فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِلَیْہِ فَزَوَّجَھَا إِیَّاہُ، فَجَاءَ ھَا أَخُوْھَا عَبْدُ بْنُ زَمْعَۃَ مِنَ الْحَجِّ، فَجَعَلَ یَحْثِیْ عَلٰی رَأْسِہِ التُّرَابَ، فَقَالَ بَعْدَ أَنْ أَسْلَمَ: لَعَمْرُکَ إِنِّیْ لَسَفِیْہٌ یَوْمَ أَحْثِیْ فِیْ رَأْسِیَ التُّرَابَ أَنْ تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَوْدَۃَ بِنْتَ زَمْعَۃَ، قَالَتْ عَائِشَۃُ: فَقَدِمْنَا الْمَدِیْنَۃَ فَنَزَلْنَا فِیْ بَنِی الْحَارِثِ مِنَ الْخَزْرَجِ فِی السُّنْحِ، قَالَتْ: فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلَ بَیْتَنَا وَاجْتَمَعَ إِلَیْہِ رِجَالٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ، وَنِسَاءٌ فَجَاءَ تْ بِیْ أُمِّیْ وَإِنِّیْ لَفِیْ أُرْجُوْحَۃٍ بَیْنَ عَذْقَیْنِ تَرْجَحُ بِیْ، فَأَنْزَلَتْنِیْ مِنَ الْأُرْجُوْحَۃِ، وَلِیَ جُمَیْمَۃٌ فَفَرَقَتْھَا ، وَمَسَحَتْ وَجْھِیْ بِشَیْءٍ مِّنْ مَاءٍ، ثُمَّ أَقْبَلَتْ تَقُوْدُنِیْ حَتّٰی وَقَفَتْ بِیْ عِنْدَ الْبَابِ، وَإِنِّیْ لَأَنْھَجُ حَتّٰی سَکَنَ مِنْ نَفَسِیْ، ثُمَّ دَخَلَتْ بِیْ فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلٰی سَرِیْرٍ فِیْ بَیْتِنَا، وَعِنْدَہٗ رِجَالٌ وَنِسَاءٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ، فَأَجْلَسَتْنِیْ فِیْ حِجْرِہٖ، ثُمَّ قَالَتْ: ھٰؤُلَاءِ أَھْلُکِ فَبَارَکَ اللّٰہُ لَکِ فِیْھِمْ، وَبَارَکَ لَھُمْ فِیْکِ، فَوَثَبَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ، فَخَرَجُوْا وَبَنٰی بِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَیْتِنَا، مَا نُحِرَتْ عَلَیَّ جَزُوْرٌ ، وَلَا ذُبِحَتْ عَلَیَّ شَاۃٌ، حَتّٰی أَرْسَلَ إِلَیْنَا سَعْدُ بْنُ عُبَادَۃَ بِجَفْنَۃٍ کَانَ یُرْسِلُ بِھَا إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، إِذَا دَارَ إِلٰی نِسَائِہٖ

وَأَنَا يَوْمَئِذٍ بِنْتُ تِسْعِ سِنِيْنَ (مسنداحمد، رقم الحديث ٢٥٧٦٩) [1]

ترجمہ: جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں، تو خولہ بنتِ حکیم رضی اللہ عنہا (جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں کہ اللہ کے رسول! آپ نکاح کیوں نہیں کر لیتے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کس سے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اگر آپ چاہیں تو کنواری لڑکی بھی موجود ہے اور شوہر دیدہ (یعنی بیوہ) بھی موجود ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کنواری لڑکی کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اللہ کی مخلوق میں آپ کو سب سے محبوب آدمی (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کی بیٹی یعنی عائشہ بنتِ ابی بکر، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور شوہر دیدہ (یعنی بیوہ) کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ سودہ بنتِ زمعہ، جو آپ پر ایمان رکھتی ہیں، اور آپ کی شریعت کی اتباع کرتی ہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ اور دونوں کے یہاں میرا تذکرہ کردو (یعنی میرے نکاح کا رشتہ پہنچادو) چنانچہ حضرت خولہ پہلے تو حضرت ابوبکر کے گھر پہنچیں، اور (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ سے) کہنے لگیں کہ اے امِّ رومان! اللہ تمہارے گھر میں کتنی بڑی خیر و برکت داخل کرنے والا ہے، حضرت امِّ رومان (یعنی حضرت عائشہ کی والدہ اور حضرت ابوبکر کی زوجہ) نے پوچھا کہ وہ کیسے؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عائشہ سے اپنے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے، امِّ رومان نے کہا کہ ابوبکر کے آنے کا انتظار کرلو، تھوڑی ہی دیر میں حضرت ابوبکر بھی آ گئے، حضرت خولہ نے کہا کہ اے ابوبکر! اللہ عزوجل تمہارے گھر میں کتنی خیر و برکت داخل کرنے والا ہے، حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ وہ کیسے؟ حضرت خولہ نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

علیہ وسلم نے عائشہ سے اپنے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے۔
حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عائشہ موزوں ومناسب ہے؟ کیونکہ وہ تو ان کے بھائی کی بیٹی ہے، حضرت خولہ واپس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں اوران سے اس کا تذکرہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں جا کر کہہ دو کہ ہمارا بھائی چارہ نسبی نہیں بلکہ تم میرے اسلامی بھائی ہو (نہ کہ نسبی بھائی) اس لئے تمہاری بیٹی سے میرا نکاح جائز ہے (شاید زمانہ قبل از اسلام کی ریت وروایت منہ بولے بھائی کو حقیقی بھائی ہی کی طرح قرار دینے کی تھی) انہوں نے واپس آ کر حضرت ابوبکر کو یہ جواب بتا دیا، حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ تم تھوڑی دیر (یہیں) انتظار کرو، اور خود باہر چلے گئے، ان کے جانے کے بعد (ان کی بیوی) امِ رومان نے بتایا کہ مطعم بن عدی نے اپنے بیٹے کے لئے عائشہ کا رشتہ مانگا تھا، اور اللہ کی قسم ابوبکر نے کبھی بھی وعدہ کر کے وعدہ خلافی نہیں کی، لہٰذا وہ مطعم بن عدی سے بات کرنے گئے ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، مطعم بن عدی کے پاس گئے، ان کے پاس ان کی بیوی امُ الفتیٰ بھی موجود تھیں، وہ کہنے لگیں کہ اے ابنِ ابی قحافہ! اگر ہم نے اپنے بیٹے کا نکاح آپ کے یہاں کر دیا تو ہوسکتا ہے کہ آپ ہمارے بیٹے کو بھی دین میں داخل کرلیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مطعم بن عدی سے کہا کہ میں بھی یہی کہتا ہوں جو آپ کی بیوی کہتی ہیں، مطعم بن عدی نے کہا کہ ان (کی بیوی) کی بات صحیح ہے (اوران کی اپنی رائے بھی یہی ہے گویا کہ رشتہ سے انکار ہوگیا) چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں سے نکل آئے اوران کے ذہن پر وعدہ خلافی کا جو بوجھ تھا، وہ اللہ عزَّ وجل نے دور کر دیا اورانہوں نے واپس آ کر حضرت خولہ سے کہا کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے یہاں بلا لو حضرت خولہ جا کر رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا

لائیں، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کردیا، اس وقت ان (یعنی حضرت عائشہ) کی عمر چھ سال تھی۔

اس کے بعد حضرت خولہ وہاں سے نکل کر حضرت سودہ بنتِ زمعہ کے پاس گئیں اور ان سے کہا کہ اللہ تمہارے گھر میں کتنی بڑی خیر وبرکت داخل کرنے والا ہے، حضرت سودہ نے معلوم کیا کہ وہ کیسے؟ حضرت خولہ نے کہا کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس اپنی جانب سے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے، انہوں نے کہا کہ بہتر ہے کہ تم میرے والد کے پاس جا کر ان سے اس بات کا ذکر کرو، سودہ کے والد بہت بوڑھے ہوچکے تھے اور ان کی عمر اتنی زیادہ ہوچکی تھی کہ وہ حج کرنے سے بھی رہ گئے تھے، حضرت خولہ ان کے پاس گئیں اور زمانۂ جاہلیت کے طریقے کے مطابق انہیں سلام کیا، انہوں نے معلوم کیا کہ کون ہے؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ میں خولہ بنتِ حکیم ہوں، انہوں نے معلوم کیا کہ کیا بات ہے؟ حضرت خولہ نے کہا کہ مجھے محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب نے سودہ سے اپنے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے، زمعہ نے کہا کہ وہ تو بہترین جوڑ ہے، تمہاری سہیلی (سودہ) کی کیا رائے ہے؟ خولہ نے کہا کہ اسے یہ رشتہ پسند ہے، زمعہ نے کہا کہ اسے میرے پاس بلاؤ، حضرت خولہ نے انہیں بلایا، تو زمعہ نے ان سے کہا کہ (اے بیٹی) ان کا کہنا ہے کہ محمد بن عبداللہ نے خولہ کو تم سے اپنے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے اور وہ بہترین جوڑ ہے تو کیا تم پسند کرتی ہو کہ میں ان سے تمہارا نکاح کردوں؟ حضرت سودہ نے کہا کہ جی ہاں، یہ سن کر زمعہ نے مجھ سے کہا کہ جاؤ، جا کر محمد بن عبداللہ کو میرے پاس لے آؤ، چنانچہ حضرت خولہ کے بلانے پر رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، اور زمعہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم سے حضرت سودہ کا نکاح کر دیا، چند دنوں کے بعد حضرت سودہ کا بھائی عبدُ اللہ بن زمعہ (جو ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا، اور زمانۂ جاہلیت کے طریقہ کے مطابق) حج کر کے واپس آیا، تو وہ (اس نکاح سے ناراضگی کی بناء پر) اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگا، مگر جب انہوں نے اسلام قبول کرلیا، تو اس کے بعد وہ کہتے تھے کہ تمہاری زندگی کی قسم! میں اس دن بے وقوف تھا، جب سودہ کے ساتھ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہونے پر میں اپنے سر پر مٹی ڈال رہا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم (مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے) مدینہ منورہ پہنچے تو ہم نے "مقامِ سنخ" میں بنوحارث بن خزرج کے یہاں قیام کیا (اسی دوران) ایک دن رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف لے آئے اور کچھ انصاری مرد وعورت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو گئے، پھر میری والدہ مجھے لے آئیں، جبکہ اس وقت میں دو درختوں کے درمیان جھولا جھول رہی تھی، اور میرے سر پر (سخت بخار آنے کی وجہ سے) تھوڑے بال تھے، انہوں نے مجھے جھولے سے نیچے اتارا، مجھے پسینہ آیا ہوا تھا، اسے پونچھا اور پانی سے میرا منہ دھلایا، اور مجھے لے کر چل پڑیں، حتیٰ کہ دروازے پر پہنچ کر رک گئیں، میری سانس پھول رہی تھی، جب میری سانس بحال ہوئی تو وہ مجھے گھر کے اندر لے گئیں، وہاں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں ایک چار پائی پر بیٹھے ہوئے تھے، اور انصار کے کچھ مرد وعورت بھی موجود تھے، میری والدہ نے مجھے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گودی میں دے دیا اور کہا کہ یہ آپ کے گھر والے (یعنی شوہر) ہیں، اللہ آپ کو ان کے لئے اور انہیں آپ کے لئے مبارک فرمائے، اس کے بعد مرد وعورت سب وہاں سے چلے گئے، اور رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے گھر میں ہی میرے ساتھ تخلیہ فرمایا (یعنی زوجین کی تنہائی میں

پہلی ملاقات ہوئی) میری اس شادی کے لئے نہ تو کوئی اونٹ ذبح ہوا اور نہ بکری ذبح ہوئی، تا آنکہ سعد بن عبادہ نے ہمارے یہاں ایک پیالہ (مخصوص کھانے کا) بھیجا جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت بھیجتے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے پاس (نکاح کے بعد پہلی مرتبہ) جاتے تھے اور اس وقت میری عمر نو سال کی تھی (مسند احمد)

یہ واقعہ تھوڑے بہت فرق کے ساتھ دوسری سند سے بھی مروی ہے، مگر اس کی سند غیر معمولی ضعیف ہے۔ [1]

---

[1] حدثنا على بن عبد العزيز، ثنا الزبير بن بكار، حدثنى محمد بن الحسن بن زبالة المخزومى، عن عبد الرحمن بن أبى الزناد، عن هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة، قالت " :لما هاجر رسول الله صلى الله عليه وسلم خلفنا وخلف بناته، فلما استقر بالمدينة بعث زيد بن حارثة، وبعث معه أبا رافع مولاه، وأعطاهما بعيرين وخمسمائة درهم أخذها من أبى بكر يشتريان بها ما يحتاجان إليه من الظهر، وبعث أبو بكر معهما عبد الله بن أريقط الدؤلى ببعيرين أو ثلاثة، وكتب إلى عبد الله بن أبى بكر أن يحمل أهله أم أبى بكر، وأم رومان، وأنا وأختى وأسماء امرأة الزبير، فخرجوا مصحبين حتى انتهوا إلى قديد، اشترى زيد بن حارثة بتلك الخمسمائة درهم ثلاثة أبعرة، ثم دخلوا مكة جميعا، فصادفوا طلحة بن عبيد الله يريد الهجرة، فخرجنا جميعا، وخرج زيد وأبو رافع بفاطمة وأم كلثوم وسودة بنت زمعة، وحمل زيد أم أيمن وولدها أيمن، وأسامة، واصطحبنا حتى إذا كنا بالبيض من نمر نفر بعيرى وأنا فى محفة معى فيها أمى، فجعلت أمى تقول :وا ابنتاه وا عروساه، حتى إذا أدرك بعيرنا وقد هبط من الثنية ثنية هرشا فسلم الله، ثم إنا قدمنا المدينة، فنزلت مع عيال أبى بكر، ونزل إلى النبى صلى الله عليه وسلم ورسول الله صلى الله عليه وسلم يومئذ يبنى المسجد وأبياتا حول المسجد، فأنزل فيها أهله، فمكثنا فيها أياما، ثم قال أبو بكر :يا رسول الله ما يمنعك أن تبتنى بأهلك؟، قال :الصداق ، فأعطاه أبو بكر اثنتا عشرة أوقية ونشا، فبعث بها إلينا، وبنى بى رسول الله صلى الله عليه وسلم فى بيتى هذا الذى أنا فيه، وهو الذى توفى فيه ودفن فيه، وأدخل رسول الله صلى الله عليه وسلم سودة بنت زمعة معه أحد تلك البيوت، وكان يكون عندها، وكان تزوج النبى صلى الله عليه وسلم إياى وأنا ألعب مع الجوارى، فما حدثت أن رسول الله صلى الله عليه وسلم تزوجنى حتى أخذتنى أمى فحبستنى فى البيت، فوقع فى نفسى أنى تزوجت، فما سألتها حتى كانت هى التى أخبرتنى "(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ٦٠)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ملاحظہ فرمایئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام موصول ہونے کے بعد کوئی تاریخ مقرر نہیں کی، اور اسی وقت معاملات صاف کرکے اپنی بیٹی کا نکاح کردیا۔

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب نکاح کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم، کسی بارات کے بغیر ہی نکاح کے لئے تشریف لے گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے وقت ان کے گھر میں کچھ عورتیں اور مرد تھے، جس سے معلوم ہوا کہ اگر رخصتی کے وقت بلا تکلف عزیز واقرباء جمع ہوجائیں تو کوئی حرج نہیں، مگر حدیث میں محرَم یا نامحرَم مرد وعورت یا بے پردگی کا ذکر نہیں، بلکہ مردوں اور عورتوں کے موجود ہونے کا ذکر ہے۔

بعض دیگر روایات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں اور مَردوں کی شادی میں شرکت جائز ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الهيثمي:

وفيه محمد بن الحسن بن زبالة، وهو ضعيف(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٥٢٨٩)

وقال ابن حجر العسقلاني:

محمد بن الحسن بن زبالة بفتح الزاى وتخفيف الموحدة المخزومى أبو الحسن المدنى كذبوه من كبار العاشرة مات قبل المائتين(تقريب التهذيب، ج ١، ص ٤٧٤، حرف الميم،ذكر من اسمه محمد)

[1] عن أنس بن مالك رضى الله عنه، قال :أبصر النبى صلى الله عليه وسلم نساء وصبيانا مقبلين من عرس، فقام ممتنا، فقال :اللهم أنتم من أحب الناس إلى(صحيح البخارى، رقم الحديث ٥١٨٠)

وفى التوضيح وفيه :استحسان شهود النساء والصبيان للأعراس لأنها شهادة لهم علينا ومبالغة فى الإعلان بالنكاح(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج٢٠ص ١٦٢، كتاب النكاح،باب ذهاب النساء والصبيان إلى العرس)

فيه :أنس، أبصر النبى (صلى الله عليه وسلم) نساء وصبيانا مقبلين من عرس، فقام ممتنا، فقال: (اللهم أنتم من أحب الناس إلى) . قال المهلب :فيه استحسان شهود النساء والصبيان للأعراس؛ لأنها شهادة لهم عليها، ومبالغة فى الإعلان بالنكاح .وقال أبو الحسن بن القابسى :قوله :ممتنا،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر دلہن کو رخصت کرکے شوہر کے گھر یا کسی اور جگہ نہ بھیجا جائے، بلکہ عورت کے گھر میں ہی شوہر آکر زفاف وتخلیہ کرے، تو بھی جائز ہے، مگر آج کل اس طرزِ عمل کو اختیار کرنے کے لئے شاید ہی کوئی تیار ہو۔

غور کیجئے! کس سادگی سے نکاح اور رخصتی ہوگئی، اور دن ہی کے وقت دولہا، دلہن آپس میں مل گئے، جس سے زفاف کا دن میں کرنے کا جائز ہونا معلوم ہوا، نہ تو مہندی کی رسم ہوئی اور نہ ہی انگوٹھی پہنائی کی، نہ بارات کا کوئی ذکر ہے، نہ میلے ٹھیلے کا سماں ہے، نہ موسیقی کا انتظام ہے، نہ آتش بازی اور تکلف وآرائش کا کوئی ذکر ہے اور نہ سوٹ بوٹ اور جوڑے جوتے کا، نہ بری کا اہتمام ہے، نہ نیوتہ، نندرہ اور سلامی کا، نہ کوئی سہرا بندی ہے اور نہ ہی کوئی دودھ پلائی، نہ تو دلہن کو مایوں بٹھایا گیا، اور نہ بازار سے زیور اور کپڑے کوٹ خریدے گئے، اور نہ ہی دلہن کو کسی بازار یا دوکان میں یا گھر سے باہر زیب وزینت اور میک اپ کے لئے بھیجا گیا۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

یعنی متفضلا علیهم بذلک؛ لأن الأنصار أحب الناس إليه، فقال أنس :هو عليه السلام ممتن علينا بمحبته وتخصيصه(شرح صحيح البخارى لابن بطال، ج۷ص ۲۹۱، كتاب النكاح، باب ذهاب النساء والصبيان إلى العرس)

أبصر النبى -صلى الله عليه وسلم -نساء وصبيانا) حال كونهم (مقبلين من عرس فقام) عليه الصلاة والسلام (ممتنا) بميم مضمومة فميم ساكنة فمثلثة مفتوحة كذا فى الفرع مصححا عليه كأصله، وقال فى الفتح بمثناة ونون ثقيلة من المنة بضم الميم وهى القوة أى من قام إليهم مسرعا مشتدا فى ذلک فرحا بهم أو من الامتنان لأن من قام إليه -صلى الله عليه وسلم -وأكرمه بذلک فقد امتن عليه بشىء لا أعظم منه، فقال(اللهم) قالها للتبرک أو للاستشهاد فى صدقه على قوله (أنتم من أحب الناس إلى) وزاد فى رواية معمر فى مناقب الأنصار قالها ثلاث مرات، وفيه شهود النساء والصبيان لوليمة العرس فلو دعت امرأة امرأة لوليمة أو دعت رجلا وجب أو استحب لا مع خلوة محرمة فلا يجيبها إلى طعام مطلقا أو مع عدم الخلوة فلا يجيبها إلى طعام خاص به كان جلست به وبعثت له الطعام إلى بيت آخر من دارها خوف الفتنة بخلاف ما إذا لم تخف فقد كان سفيان الثورى وأضرابه يزورون رابعة العدوية ويسمعون كلامها فإن وجد رجل كسفيان وامرأة كرابعة فالظاهر أنه لا كراهة فى الإجابة ويعتبر فى وجوب الإجابة للمرأة إذن الزوج أو السيد للمدعو والله أعلم(إرشاد السارى لشرح صحيح البخارى، ج۸ص ۷٦، كتاب النكاح، باب ذهاب النساء والصبيان إلى العرس)

غرضیکہ کسی بھی قسم کی کوئی رسم، فضول خرچی اور نمود و نمائش نہیں ہوئی۔

دلہن کے گھر ہی میں زوجین ایک دوسرے سے مل گئے، پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ رخصتی کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عالیشان گھر میسر ہونے کا کوئی انتظار نہیں فرمایا، اور کوئی جانور بکری، دنبہ، اونٹ وغیرہ بھی ذبح نہیں ہوا، اور یہ نبیوں کے سردار، رحمۃ للعالمین، تاجدارِ مصطفیٰ کا نکاح ہے کوئی عام نکاح نہیں ہے۔

آج اول تو اس طرح سادگی سے نکاح کرنے والے باہمت اور باایمان لوگ ہی ڈھونڈ نے سے کم ملتے ہیں اور اگر کوئی اس طرح سادگی سے نکاح بھی کرلے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا کلمہ پڑھنے والے ہی ایسے شخص کو رجعت پسند اور نکھٹو وغیرہ نہ جانے کیا کیا القاب سے نوازیں۔

اور یہ اس خاتون کے نکاح کا ذکر ہے، جس کی اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک بڑی فضیلت اور مقام ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ خاتون ہیں جن پر منافقین نے جب بہتان لگایا تو اللہ تعالیٰ نے خود ان کی براءت اور پاک دامنی کی شہادت دی اور یہ شہادت قرآن مجید میں قیامت تک تلاوت کا حصہ بن گئی۔ [1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ (مسلم) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت عائشہ

---

[1] إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ لِكُلِّ امْرِءٍ مِنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ (سورة النور، رقم الآية ١١)

[2] رقم الحديث ٢٤٤٦ "٨٩" كتاب فضائل الصحابة رضى الله عنهم، باب فى فضل عائشة رضى الله تعالى عنها.

کی دوسری عورتوں پر فضیلت ایسی ہے، جیسا کہ ثرید (کھانے) کی فضیلت تمام کھانوں پر (مسلم)

ثرید دراصل اس کھانے کو کہا جاتا جس میں روٹی کو سالن میں چور لیا جاتا ہے، اور بعض اوقات اس میں گوشت بھی شامل ہوتا ہے، عرب میں اس کھانے کو بڑی پذیرائی حاصل تھی، جس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا پتہ چلا۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَهَا: يَا عَائِشَةُ هٰذَا جِبْرِيلُ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ، فَقَالَتْ: وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، تَرَى مَا لَا أَرٰى، تُرِيدُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحيح البخاری) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! یہ جبریل ہیں، جو تمہیں سلام کہتے ہیں، تو حضرت عائشہ نے کہا کہ وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ وہ چیز دیکھتے ہیں جو ہم نہیں دیکھتے، اس سے ان کی مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے (کہ حضرت جبریل کو دیکھتے تھے) (بخاری)

معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضرت جبریل علیہ السلام نے سلام پہنچایا، جو ان کی

---

[1] (ث ر د) : الثريد فعيل بمعنى مفعول ويقال أيضا مثرود يقال ثردت الخبز ثردا من باب قتل وهو أن تفته ثم تبله بمرق والاسم الثردة (المصباح المنير فی غريب الشرح الكبير، ج ۱ ص ۸۱، تحت مادة "ث ر د")

ثرد :الثريد معروف .والثرد :الهشم؛ ومنه قيل لما يهشم من الخبز ويبل بماء القدر وغيره :ثريدة. والثرد :الفت، ثرده يثرده ثردا، فهو ثريد .وثردت الخبز ثردا :كسرته، فهو ثريد ومثرود، والاسم الثردة، بالضم .والثريد والثرودة :ما ثرد من الخبز (لسان العرب، ج۳ص ۱۰۲، فصل الثاء، مادة "ثرد")

قوله :(الثريد) ، فی الأصل :الخبز المكسور، يقال :ثردت الخبز ثردا أی كسرته فهو ثريد ومثرود، والإسم :الثردة بالضم (عمدة القاری للعينی، ج۱۶ ص ۲۵۱، كتاب المناقب، باب فضل عائشة رضی الله تعالى عنها)

[2] رقم الحديث ۳۲۱۷، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة.

فضیلت کی دلیل ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَهَا: أُرِيتُكِ فِي الْمَنَامِ مَرَّتَيْنِ، أَرٰى أَنَّكِ فِي سَرَقَةٍ مِّنْ حَرِيْرٍ، وَيَقُوْلُ: هٰذِهٖ امْرَأَتُكَ، فَاكْشِفُ عَنْهَا، فَإِذَا هِيَ أَنْتِ، فَأَقُوْلُ: إِنْ يَّكُ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ يُمْضِهٖ (صحيح البخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ میں نے تمہیں (نکاح سے پہلے) خواب میں دو مرتبہ ریشمی کپڑے کے ٹکڑے میں لپٹا ہوا دیکھا (تصویر یا تمثیل کپڑے میں رکھ کر دکھائی گئی) اور (مجھے اللہ کی طرف سے) کہا گیا کہ یہ آپ کی زوجہ ہیں، جب میں نے اس کپڑے کو ہٹایا تو تم نظر آئیں، میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ اگر یہ منجانب اللہ ہے تو وہ پورا کر کے رہے گا (بخاری)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

جَاءَ بِيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ خِرْقَةِ حَرِيْرٍ فَقَالَ: هٰذِهٖ زَوْجَتُكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (صحيح ابن حبان) [2]

ترجمہ: حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کے سامنے ریشم کے کپڑے میں پیش کیا، اور پھر فرمایا کہ یہ آپ کی دنیا اور آخرت میں بیوی ہے (ابن حبان)

---

[1] رقم الحديث ٣٨٩٥، كتاب مناقب الانصار، باب تزويج النبى صلى الله عليه وسلم عائشة، وقدومها المدينة، وبنائه بها.

[2] رقم الحديث ٧٠٩٤، كتاب إخباره صلى الله عليه وسلم عن مناقب الصحابة رضى الله عنهم أجمعين، مناقب الصحابة رضى الله عنهم أجمعين.

قال شعيب الارنؤوط: إسناد صحيح (حاشية صحيح ابن حبان)

نکاح سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دکھا دیا گیا تھا، اور ان کو دنیا اور آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی قرار دے دیا گیا تھا۔

گویا کہ من جانب اللہ اس نکاح کی طرف پہلے ہی اشارہ کر دیا گیا تھا، ایسے مبارک نکاح کے سادہ انداز کو اگر اختیار کیا جائے تو کتنی برکت ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی کس قدر رضامندی حاصل ہوگی؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيْكَ؟ قَالَ: عَائِشَةُ، قِيلَ: مِنَ الرِّجَالِ، قَالَ: أَبُوهَا (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: عرض کیا گیا کہ اللہ کے رسول! لوگوں میں آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ عائشہ، پھر عرض کیا گیا کہ مرد حضرات میں سے زیادہ محبوب کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان (عائشہ) کے والد یعنی حضرت ابوبکر (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

لَمَّا رَأَيْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طِيبَ نَفْسٍ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أُدْعُ اللّٰهَ لِيْ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَائِشَةَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهَا وَمَا تَأَخَّرَ مَا أَسَرَّتْ وَمَا أَعْلَنَتْ (صحیح ابن حبان) [2]

---

[1] رقم الحدیث ۳۸۹۰، ابواب المناقب، باب من فضل عائشة رضی الله عنها.
قال الترمذی:
هذا حديث حسن صحيح غريب من هذا الوجه من حديث أنس.

[2] رقم الحدیث ۷۱۱۱، كتاب إخباره صلى الله عليه وسلم عن مناقب الصحابة رضى الله عنهم أجمعين، مناقب الصحابة رضى الله عنهم أجمعين.
قال شعيب الارنؤوط:
إسناده حسن (حاشية صحيح ابن حبان)

Idara Ghufran

ترجمہ: جب میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوخوشی کی حالت میں دیکھا،تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے لئے اللہ سے دعاء کردیجئے،تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعاء کی کہ اللہ! عائشہ کے گزشتہ اور آئندہ کے اور چھپے ہوئے اور علانیہ سب گناہوں کی مغفرت فرمادیجئے (ابن حبان)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَا أَشْكَلَ عَلَيْنَا أَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثٌ قَطُّ فَسَأَلْنَا عَائِشَةَ إِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْمًا (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: جب ہم لوگوں یعنی (صحابۂ کرام) کوکسی حدیث کے بارے میں اشکال ہوتا اور حضرت عائشہ سے اس کے بارے میں پوچھتے تو ان کے پاس اس کا علم (اور جواب) ہوتا (ترمذی)

اتنی عظیم خاتون کے نبیوں کے سردار سے نکاح کا نمونہ یقیناً بہت مبارک اور عظیم ہے۔

کاش! کہ مسلمان شادی کوسادی اور آسان بنا کر اور رسم ورواج کوترک کر کے اس سیرت کو اپنائیں، اور دنیا وآخرت کی خیر وبرکات کو حاصل کریں، اور ساتھ ہی رسم ورواج میں خرچ ہونے والے قیمتی مال کو بچا کر ضروری اور مفید کاموں میں خرچ کریں، یا پھر غریب غرباء پر خرچ کر کے عظیم اجر وثواب حاصل کریں، اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔آمین۔

(3)......نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ

پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہما سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح کرانے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ، حضرت خولہ بنتِ حکیم کی کوشش کو دخل ہے، وہ

---

[1] رقم الحدیث ۳۸۸۳، ابو اب المناقب،باب من فضل عائشة رضی الله عنها.
قال الترمذی:
هذا حديث حسن صحيح غريب.

پہلے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے والدین کے پاس گئیں اور آخر ان کی کوشش کامیاب ہوئی، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوگیا، اس کے بعد روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

ثُمَّ خَرَجَتْ فَدَخَلَتْ عَلٰى سَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ، فَقَالَتْ: مَاذَا أَدْخَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْكِ مِنَ الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ؟ قَالَتْ: مَا ذَاكَ؟ قَالَتْ: أَرْسَلَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْطُبُكِ عَلَيْهِ، قَالَتْ: وَدِدْتُ اُدْخُلِيْ إِلٰى أَبِيْ فَاذْكُرِيْ ذَاكَ لَهُ، وَكَانَ شَيْخًا كَبِيْرًا، قَدْ أَدْرَكَتْهُ السِّنُّ، قَدْ تَخَلَّفَ عَنِ الْحَجِّ، فَدَخَلَتْ عَلَيْهِ، فَحَيَّتْهُ بِتَحِيَّةِ الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَالَ: مَنْ هٰذِهِ؟ فَقَالَتْ: خَوْلَةُ بِنْتُ حَكِيْمٍ، قَالَ: فَمَا شَأْنُكِ؟ قَالَتْ: أَرْسَلَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْطُبُ عَلَيْهِ سَوْدَةَ، قَالَ: كُفْءٌ كَرِيْمٌ، مَاذَا تَقُوْلُ صَاحِبَتُكِ؟ قَالَتْ: تُحِبُّ ذَاكَ، قَالَ: اُدْعُهَا لِيْ فَدَعَتْهَا، فَقَالَ أَيْ بُنَيَّةُ إِنَّ هٰذِهِ تَزْعُمُ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَدْ أَرْسَلَ يَخْطُبُكِ، وَهُوَ كُفْءٌ كَرِيْمٌ، أَتُحِبِّيْنَ أَنْ أُزَوِّجَكِ بِهِ، قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: اِدْعِيْهِ لِيْ، فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ فَزَوَّجَهَا إِيَّاهُ، فَجَاءَهَا أَخُوْهَا عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ مِنَ الْحَجِّ، فَجَعَلَ يَحْثِيْ عَلٰى رَأْسِهِ التُّرَابَ، فَقَالَ بَعْدَ أَنْ أَسْلَمَ: لَعَمْرُكَ إِنِّيْ لَسَفِيْهٌ يَوْمَ أَحْثِيْ فِيْ رَأْسِي التُّرَابَ أَنْ تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٥٧٦٩) [1]

ترجمہ: اس کے بعد حضرت خولہ وہاں (یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

سے نکل کر حضرت سودہ بنتِ زمعہ کے پاس گئیں اور ان سے کہا کہ اللہ تمہارے گھر میں کتنی بڑی خیر و برکت داخل کرنے والا ہے، حضرت سودہ نے معلوم کیا کہ وہ کیسے؟ حضرت خولہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس اپنی جانب سے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے، انہوں نے کہا کہ بہتر ہے کہ تم میرے والد کے پاس جا کر ان سے اس بات کا ذکر کرو، سودہ کے والد بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور ان کی عمر اتنی زیادہ ہو چکی تھی کہ وہ حج کرنے سے بھی رہ گئے تھے، حضرت خولہ ان کے پاس گئیں اور زمانۂ جاہلیت کے طریقے کے مطابق انہیں سلام کیا، انہوں نے معلوم کیا کہ کون ہے؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ میں خولہ بنتِ حکیم ہوں، انہوں نے معلوم کیا کہ کیا بات ہے؟ حضرت خولہ نے کہا کہ مجھے محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب نے سودہ سے اپنے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے، زمعہ نے کہا کہ وہ تو بہترین جوڑ ہے، تمہاری سہیلی (سودہ) کی کیا رائے ہے؟ خولہ نے کہا کہ اسے یہ رشتہ پسند ہے، زمعہ نے کہا کہ اسے میرے پاس بلاؤ، حضرت خولہ نے انہیں بلایا تو زمعہ نے ان سے کہا کہ خولہ کا کہنا ہے کہ محمد بن عبداللہ نے اسے تم سے اپنے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے اور وہ بہترین جوڑ ہے تو کیا تم پسند کرتی ہو کہ میں ان سے تمہارا نکاح کر دوں؟ حضرت سودہ نے کہا کہ جی ہاں، زمعہ نے مجھ سے کہا کہ جاؤ، جا کر محمد بن عبداللہ کو میرے پاس بلا لاؤ، چنانچہ حضرت خولہ کے بلانے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، اور زمعہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت سودہ کا نکاح کر دیا، چند دنوں کے بعد حضرت سودہ کا بھائی عبدُ اللہ بن زمعہ (جو ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا، اور زمانۂ جاہلیت کے طریقہ کے مطابق) حج کر کے واپس آیا، تو وہ (اس نکاح سے ناراضگی کی وجہ سے) اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگا، مگر جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا، تو اس

کے بعد وہ کہتے تھے کہ تمہاری زندگی کی قسم! میں اس دن بے وقوف تھا، جب سودہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہونے پر میں اپنے سر پر مٹی ڈال رہا تھا (مسند احمد)

حضرت سودہ کے بھائی عبداللہ بن زمعہ نکاح کے وقت موجود نہ تھے، جب وہ گھر آئے اور اس واقعہ کی خبر ہوئی تو اسے بہت بڑا واقعہ سمجھ کر سر پر خاک ڈال لی کہ یہ کیا غضب ہوگیا، اس وقت وہ مسلمان نہ ہوئے تھے، بعد میں جب اسلام قبول کیا تو اپنی اس نادانی پر افسوس کیا کرتے تھے کہ میں نے زمانۂ کفر میں گویہ کیا تھا جو ظاہر ہے کہ کفر کا ہی اثر تھا، لیکن کاش میں ایسا نہ کرتا، گویا کہ اپنی اس ناپسندیدگی پر ندامت کا اظہار کر کے تلافی بھی کی اور نبی علیہ السلام کی دلجوئی بھی کر رہے تھے کہ اگر اس واقعہ کا کوئی اثر و رنج آپ کے تحت الشعور میں بھی ہو تو اس اظہارِ ندامت سے وہ زائل ہو جائے۔

دیکھئے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح بھی کتنی سادگی سے بغیر کسی رسم ورواج کے ہوگیا، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے والد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر خود ہی نکاح کر دیا، یہاں تک کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بھائی کو بھی پہلے اطلاع نہ ہوئی، نہ اس کے آنے کا انتظار کیا گیا، نہ کسی بارات کا اہتمام ہوا، نہ کسی رسم اور تکلف اور نمود و نمائش کا، نہ بھاری بھر کم دعوت نامے اور شادی کارڈ تیار کر کے گھر گھر لوگوں کو اطلاع دی گئی اور نہ کئی کئی قسم کے کھانے تیار کرنے کے لئے رقم قرض لی گئی۔

کیا کوئی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے کا حق ادا کرتے ہوئے اور اپنے روحانی والد اور اپنی روحانی والدہ کی پیروی کرتے ہوئے آسانی اور سادگی کے ساتھ نکاح کے معاملہ کو انجام دے، اور ہر طرح کی فضولیات اور رسم ورواج اور مال کی اضاعت سے اپنے آپ کو بچائے؟

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص خود کفیل ہو، تو وہ مناسب جگہ اپنے نکاح کا پیغام

خود بھی بھیج سکتا ہے، اور نکاح کا پیغام کسی معتبر خاتون کے واسطہ سے بھی بھیجا جاسکتا ہے، اور نکاح کا رشتہ قبول ہونے کے ساتھ ہی فوراً نکاح کرنا بھی جائز ہے۔

امّ المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی بھی بڑی فضیلت ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

مَا رَأَيْتُ امْرَأَةً أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَكُونَ فِي مِسْلَاخِهَا مِنْ سَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ، مِنِ امْرَأَةٍ فِيهَا حِدَّةٌ، قَالَتْ: فَلَمَّا كَبِرَتْ، جَعَلَتْ يَوْمَهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَائِشَةَ، قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَدْ جَعَلْتُ يَوْمِيْ مِنْكَ لِعَائِشَةَ، فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقْسِمُ لِعَائِشَةَ يَوْمَيْنِ، يَوْمَهَا وَيَوْمَ سَوْدَةَ (مسلم) [1]

ترجمہ: میں نے سودہ بنتِ زمعہ سے زیادہ اپنے نزدیک محبوب کوئی عورت نہیں دیکھی اور میں پسند کرتی ہوں کہ میں ان کی کھال ہوتی (یعنی ان کی جگہ ہوتی) اور ان کے مزاج میں تیزی تھی، جب وہ بوڑھی ہوگئیں، تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنے دن کی باری عائشہ کو دے دی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے لئے دو دن تقسیم کئے، ایک دن خود ان کا اور ایک دن حضرت سودہ کا (مسلم)

اس واقعہ سے امّ المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت اور سخاوت کا علم ہوا۔ [2]

---

[1] رقم الحدیث ۱۴۶۳ "۴۷"کتاب الرضاع، باب جواز ھبتھا نوبتھا لضرتھا.

[2] قولہ (عن عائشة رضی اللہ عنھا ما رأیت امرأة أحب إلی أن أکون فی مسلاخھا من سودة بنت زمعة من امرأة فیھا حدة) المسلاخ بکسر المیم وبالخاء المعجمة وھو الجلد ومعناہ أن أکون أنا ھی وزمعة بفتح المیم وإسکانھا وقولھا من امرأة قال القاضی من ھنا للبیان واستفتاح الکلام ولم ترد عائشة عیب سودة بذلک بل وصفتھا بقوة النفس وجودة القریحة وھی الحدة بکسر الحاء قولھا (فلما کبرت جعلت یومھا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعائشة) فیہ جواز ھبتھا نوبتھا لضرتھا لأنہ حقھا لکن یشترط رضا الزوج بذلک لأن لہ حقا فی الواھبة فلا یفوتہ إلا برضاہ(شرح صحیح مسلم،للنووی،ج۱۰ ص۴۸، کتاب النکاح،باب جواز ھبتھا نوبتھا لضرتھا)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

اِجْتَمَعَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهُ ذَاتَ يَوْمٍ، فَقُلْنَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، أَيَّتُنَا أَسْرَعُ بِكَ لُحُوقًا؟ فَقَالَ: أَطْوَلُكُنَّ يَدًا ، فَأَخَذْنَا قَصَبًا فَذَرَعْنَاهَا، فَكَانَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ أَطْوَلَنَا ذِرَاعًا، فَقَالَتْ: تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَتْ سَوْدَةُ أَسْرَعَنَا بِهِ لُحُوقًا، فَعَرَفْنَا بَعْدُ إِنَّمَا كَانَ طُولُ يَدِهَا مِنَ الصَّدَقَةِ، وَكَانَتْ اِمْرَأَةً تُحِبُّ الصَّدَقَةَ(مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٢٤٨٩٩) [1]

ترجمہ: ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جمع تھیں، انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! ہم میں سے کون سب سے پہلے آپ سے آ کر ملے گا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا ہاتھ تم میں سب سے زیادہ لمبا ہوگا، تو ہم ایک لکڑی لے کر اس سے اپنے ہاتھوں کی پیمائش کرنے لگیں، حضرت سودہ بنتِ زمعہ کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا نکلا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جلد ہی حضرت سودہ (کا انتقال بھی ہو گیا، اور وہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملیں، بعد میں ہمیں پتہ چلا کہ ہاتھ کی لمبائی سے مراد صدقہ خیرات میں کشادگی تھی اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا صدقہ خیرات کرنے کو (دوسروں سے زیادہ) پسند کرنے والی خاتون تھیں (مسند احمد)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُفَضِّلُ بَعْضَنَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْقَسْمِ، مِنْ مُكْثِهِ عِنْدَنَا، وَكَانَ قَلَّ يَوْمٌ إِلَّا وَهُوَ يَطُوفُ عَلَيْنَا جَمِيعًا، فَيَدْنُو مِنْ كُلِّ اِمْرَأَةٍ مِنْ غَيْرِ مَسِيسٍ، حَتّٰى يَبْلُغَ إِلَى الَّتِي هُوَ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

يَوْمُهَا فَيَبِيتَ عِنْدَهَا وَلَقَدْ قَالَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ: حِينَ أَسَنَّتْ وَفَرِقَتْ أَنْ يُفَارِقَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، يَوْمِيْ لِعَائِشَةَ، فَقَبِلَ ذٰلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا، قَالَتْ: نَقُولُ فِيْ ذٰلِكَ أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَفِيْ أَشْبَاهِهَا أُرَاهُ قَالَ: وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا (سنن ابی داود) [1]

ترجمہ: رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کو تقسیم یعنی شب باشی کی باری میں ایک دوسرے پر فوقیت نہیں دیتے تھے (بلکہ سب بیویوں کو وقت دینے اوران کے پاس رات گزارنے میں برابری کرتے تھے) اور بہت کم ایسا ہوتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (دن میں) سب بیویوں پر پھیرا نہ لگا لیتے اور ہر ایک سے قربت نہ کرلیتے، سوائے جماع کے (یعنی صحبت و جماع تو ہر دن ہر ایک سے نہیں کرتے تھے، البتہ سب کے پاس روزانہ حاضری ضرور دیتے) یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس بیوی کے پاس پہنچتے جس کی باری ہوتی تو رات میں اس کے پاس رہتے، حضرت سودہ بنتِ زمعہ بوڑھی ہوگئیں اور انہیں یہ خیال ہوا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے جدائیگی اختیار نہ کرلیں (یعنی طلاق نہ دے دیں) تو انہوں نے اپنی باری عائشہ کو بخش دی، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت سودہ ہی کے مسئلہ پر (سورہ نساء کی) یہ آیت نازل ہوئی تھی کہ ”وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا“ یعنی اگر کسی عورت کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ اس کا شوہر اس سے اعراض برتے گا یا زیادتی کرے گا تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ دونوں آپس میں صلح کرلیں اور صلح ہی بہتر ہے (ابوداؤد)

---

[1] رقم الحديث ٢١٣٥، كتاب النكاح، باب فى القسم بين النساء .
قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية سنن ابى داود)

معلوم ہوا کہ اُمُّ المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی بڑی فضیلت ہے، جنہوں نے سخاوت اور صدقہ، خیرات میں بہت حصہ لیا، اور آخری دم تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں رہنا قبول کیا۔

ان خاتون کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو اپناتے ہوئے شادی بیاہ میں سادگی اور آسانی کو اختیار کرنا چاہئے، اور دنیا وآخرت کی خیر وفلاح کو حاصل کرنا چاہئے۔

(4)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا پہلے نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا، اور حضرت زید رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی بیٹے تو نہ تھے، لیکن اس زمانہ میں عرب کے ماحول کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس طرح متبنّٰی یعنی اپنا بیٹا بنا رکھا تھا (اور بیٹا بنانے کی وجہ سے حقیقی بیٹوں کے حکم میں ہوکر رشتوں میں حرمت، میراث میں حصہ داری کی، جو بعد میں ختم ہوگئی) حضرت زید اور حضرت زینب کے آپس میں مزاج نہیں مل سکے، اس لئے علیٰحدگی اور طلاق کی نوبت آ گئی، جب حضرت زینب کی عدت گزر گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کو اپنے نکاح کا پیغام پہنچایا، اور سادگی کے ساتھ بحکمِ الٰہی نکاح ہوا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا انْقَضَتْ عِدَّةُ زَيْنَبَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِزَيْدٍ: اُذْكُرْهَا عَلَيَّ، قَالَ زَيْدٌ: فَانْطَلَقْتُ، فَقُلْتُ: يَا زَيْنَبُ أَبْشِرِيْ، أَرْسَلَنِيْ إِلَيْكِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُكِ، فَقَالَتْ: مَا أَنَا بِصَانِعَةٍ شَيْئًا حَتّٰى أَسْتَأْمِرَ رَبِّيْ، فَقَامَتْ إِلٰى مَسْجِدِهَا، وَنَزَلَ

الْقُرْآنُ، وَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلَ بِغَيْرِ أَمْرٍ

(سنن النسائی) [1]

ترجمہ: جب حضرت زینب کی (ان کے سابقہ شوہر حضرت زید کے طلاق دینے کے بعد) عدت مکمل ہوگئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو حکم فرمایا کہ ان کو میری جانب سے (نکاح کا) پیغام دو، حضرت زید کہتے ہیں کہ میں (حضرت زینب کے پاس) گیا اور میں نے کہا کہ اے زینب! تمہارے واسطے ایک خوشخبری ہے، وہ یہ ہے کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے پاس اپنی جانب سے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے، حضرت زینب نے فرمایا کہ میں ابھی کچھ نہیں کروں گی، یہاں تک کہ میں اپنے رب سے مشورہ کرلوں (یعنی استخارہ کرلوں) پھر اپنی نماز کی جگہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑی ہوگئیں اور اسی وقت قرآن کا حکم نازل ہوا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اجازت حاصل کیے بغیر (حضرت زینب کے پاس بحکمِ الٰہی نکاح ہونے کی وجہ سے) اندر تشریف لے گئے (نسائی)

قرآن مجید میں جو حکم حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کے متعلق نازل ہوا تھا، وہ یہ تھا کہ:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا (سورۃ الاحزاب، رقم الآیۃ ۳۷)

ترجمہ: پھر جب زید اس (عورت) سے حاجت پوری کر چکا (یعنی ان کو اپنے نکاح میں رکھنے کی حاجت نہ رہی) تو ہم (یعنی اللہ) نے آپ سے اس (عورت یعنی زینب) کا نکاح کر دیا (سورہ احزاب)

اس قرآنی حکم کی رُو سے اللہ تعالیٰ نے خود حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] رقم الحدیث ۳۲۵۱، کتاب النکاح، صلاۃ المرأۃ إذا خطبت واستخارتها ربها.

سے نکاح قرار دے دیا، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مذکورہ آیت کا نازل ہونا ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زینب سے نکاح ہونا تھا۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِيْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ: فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا، قَالَ: فَكَانَتْ تَفْخَرُ عَلٰى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ: زَوَّجَكُنَّ أَهْلُكُنَّ وَزَوَّجَنِيَ اللّٰهُ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمَاوَاتٍ (سنن الترمذی) [2]

ترجمہ: جب یہ آیت نازل ہوئی "فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا" "یعنی پھر جب زید اس (عورت) سے حاجت پوری کر چکا (یعنی ان کو اپنے نکاح میں رکھنے کی حاجت نہ رہی) تو ہم (یعنی اللہ) نے آپ سے اس (عورت یعنی زینب) کا نکاح کر دیا"

تو حضرت زینب، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری ازواجِ مطہرات پر فخر کرتے ہوئے کہا کرتی تھیں کہ تم لوگوں کا نکاح تو تمہارے گھر والوں نے کیا ہے، جبکہ میرا نکاح اللہ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے کیا ہے (ترمذی)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نکاح اللہ نے کیا تھا، مگر اس نکاح کے لئے کوئی رسم اور فضول خرچی یا بارات کا سماں نہیں ہوا، نکاح کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] قوله اذكرها أى من ذكرها أى خطبها أى اخطبها لاجلى والتمس نكاحها لى يذكرك يخطبك أستأمر أستخير إلى مسجدها أى موضع صلاتها من بيتها قال النووى ولعلها استخارت لخوفها من تقصير فى حقه صلى الله تعالى عليه وسلم ونزل القرآن يعنى قوله تعالى فلما قضى زيد منها وطرا زوجناكها بغير أمر لأن الله تعالى زوجه إياها بهذه الآية(حاشية السندى على سنن النسائى، ج٦ص ٧٩، كتاب النكاح)

[2] رقم الحديث ٣٢١٣، ابواب تفسير القرآن، باب :ومن سورة الأحزاب.
قال الترمذى:
هذا حديث حسن صحيح.

خود ہی کسی کو ساتھ لئے بغیر حضرت زینب کے پاس سادگی سے تشریف لے گئے، یہی ان کی زفاف اور رخصتی تھی۔

ملاحظہ فرمایئے کہ! کتنا بابرکت اور عظیم نکاح ہے، جو انسانوں کی طرف سے ایجاب وقبول کے بجائے خاص الخاص، اللہ کی طرف سے کیا گیا، مگر نکاح، بارات اور رخصتی کی کوئی مروجہ رسم نہ ہوئی۔

جس سے معلوم ہوا کہ نکاح اور رخصتی کے لئے بارات وغیرہ کا اہتمام ضروری نہیں، اور اگر کوئی بارات وغیرہ کے بغیر سادگی سے رخصتی کا عمل انجام دے، تو اس میں کوئی عیب نہیں، بلکہ اس کا عمل سنت کے مطابق ہے، جس پر نہ تو کوئی طعن وتشنیع روا ہے، اور نہ ہی کسی الزام تراشی کی گنجائش ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرُوْسًا بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ، قَالَ: وَكَانَ تَزَوَّجَهَا بِالْمَدِيْنَةِ، فَدَعَا النَّاسَ لِلطَّعَامِ بَعْدَ ارْتِفَاعِ النَّهَارِ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنتِ جحش کے ساتھ (نکاح کے بعد) شب باشی کر کے صبح کی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے مدینہ میں نکاح ہوا تھا، پھر لوگوں کو ولیمہ کے کھانے کے لئے سورج بلند ہونے کے بعد مدعو کیا (مسلم)

مدینہ منورہ میں مسلمانوں کو دینِ اسلام کے لئے آزادی کا ماحول میسر تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم، مسلمانوں کے امیرُ المومنین تھے، گویا کہ نبیوں کے سردار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم بادشاہ وحکمران کا بھی نکاح اور ولیمہ ہو رہا تھا، مگر نکاح کے ساتھ ولیمہ بھی سادہ انداز میں ہوا

[1] رقم الحديث ١٤٢٨ "٩٣" كتاب النكاح، باب زواج زينب بنت جحش، ونزول الحجاب، وإثبات وليمة العرس.

کہ پہلے سے لوگوں کو باقاعدہ دعوت نہیں دی گئی، بلکہ عین موقع پر ہی لوگوں کو کھانے کے لئے بلایا گیا۔

مگر آج کوئی امتی ایسا کرے، تو اسے طرح طرح سے طعنہ دیا جاتا ہے، اوراس سے ناراض ہوکر اور روٹھ کر بائیکاٹ تک کر دیا جاتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بُنِیَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِزَیْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ بِخُبْزٍ وَلَحْمٍ، فَأُرْسِلْتُ عَلَی الطَّعَامِ دَاعِیًا فَیَجِیْءُ قَوْمٌ فَیَأْکُلُوْنَ وَیَخْرُجُوْنَ، ثُمَّ یَجِیْءُ قَوْمٌ فَیَأْکُلُوْنَ وَیَخْرُجُوْنَ، فَدَعَوْتُ حَتّٰی مَا أَجِدُ أَحَدًا أَدْعُوْ، فَقُلْتُ: یَا نَبِیَّ اللّٰہِ مَا أَجِدُ أَحَدًا أَدْعُوْہُ، قَالَ: اِرْفَعُوْا طَعَامَکُمْ وَبَقِیَ ثَلَاثَۃُ رَھْطٍ یَتَحَدَّثُوْنَ فِی الْبَیْتِ، فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقَ إِلٰی حُجْرَۃِ عَائِشَۃَ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ أَھْلَ الْبَیْتِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ، فَقَالَتْ: وَعَلَیْکَ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ، کَیْفَ وَجَدْتَ أَھْلَکَ بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ، فَتَقَرّٰی حُجَرَ نِسَائِہٖ کُلِّھِنَّ، یَقُوْلُ لَھُنَّ کَمَا یَقُوْلُ لِعَائِشَۃَ، وَیَقُلْنَ لَہٗ کَمَا قَالَتْ عَائِشَۃُ، ثُمَّ رَجَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَإِذَا ثَلَاثَۃٌ مِّنْ رَھْطٍ فِی الْبَیْتِ یَتَحَدَّثُوْنَ، وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَدِیْدَ الْحَیَاءِ، فَخَرَجَ مُنْطَلِقًا نَحْوَ حُجْرَۃِ عَائِشَۃَ فَمَا أَدْرِیْ آخْبَرْتُہٗ أَوْ أُخْبِرَ أَنَّ الْقَوْمَ خَرَجُوْا فَرَجَعَ، حَتّٰی إِذَا وَضَعَ رِجْلَہٗ فِیْ أُسْکُفَّۃِ الْبَابِ دَاخِلَۃً، وَأُخْرٰی خَارِجَۃً أَرْخَی السِّتْرَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ، وَأُنْزِلَتْ آیَۃُ الْحِجَابِ

(صحیح البخاری) [1]

---

[1] رقم الحدیث ۴۷۹۳، کتاب تفسیر القرآن، باب قولہ: لا تدخلوا بیوت النبی إلا أن یؤذن لکم إلی طعام غیر ناظرین إناہ.

ترجمہ: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت زینب بنتِ جحش سے زفاف (اور پہلا ملاپ) ہوا، تو ولیمہ گوشت اور روٹی سے ہوا، اور ولیمہ کے کھانے کے لئے مجھے لوگوں کو بلانے کے لئے بھیجا گیا، تو میں آدمیوں کو بلا کر لایا، وہ کھا کر چلے گئے، پھر دوسروں کو بلا کر لایا، وہ بھی کھا کر چلے گئے، پھر میں نے عرض کیا کہ (اے اللہ کے نبی اب مجھے کوئی کھانا کھانے والا نہیں مل رہا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا اٹھانے کا حکم دیا (باقی ماندہ کھانا اٹھا دیا گیا) مگر تین آدمی (کھانے والی جگہ) بیٹھے رہے اور باتیں کرتے رہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، اور پھر حضرت عائشہ کے حجرے کی طرف چلے گئے اور ان کو سلام کیا اور کہا کہ السلام علیکم اہلَ البیت ورحمۃ اللہ، حضرت عائشہ نے بھی جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہا اور دریافت کیا کہ آپ نے اپنی بیوی کو کیسا پایا، اللہ آپ کو مبارک فرمائے، اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سب بیویوں کے پاس تشریف لے گئے، سب کو السلام علیکم کہا اور سب ہی نے حضرت عائشہ کی طرح جواب دیا، اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوٹ کر تشریف لائے، مگر وہ تینوں لوگ ابھی تک بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم شدید حیاء والے تھے (اس لئے ان کو کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا) اور پھر حضرت عائشہ کے حجرے کی طرف چلنے لگے، پھر جب وہ لوگ چلے گئے، تو میں نے یا اور کسی نے آپ کو (ان کے چلے جانے کی) خبر دی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، مگر ابھی چوکھٹ کے اندر ایک ہی قدم رکھا تھا اور ایک قدم باہر تھا کہ اچانک آپ نے اپنے اور میرے درمیان پردہ ڈال دیا، اور اندر چلے گئے، اور اس وقت پردہ کی آیت نازل ہوئی (بخاری)

معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسمانوں پر ہونے والے نکاح کا ولیمہ اس شان کے ساتھ کیا کہ گھر ہی میں عین وقت پر کھانے کے لئے لوگوں کو بلایا، اور

جتنے لوگ ایک دفعہ میں بیٹھ کر کھانا کھا سکتے تھے، اتنے لوگوں نے کھانا کھایا، پھر دوسرے لوگ آئے، اورانہوں نے کھانا کھایا، اس طرح باری باری لوگوں نے کھانا کھایا، اوراسی ولیمہ کے بعدازواجِ مطہرات کے پردہ کا حکم نازل ہوا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَـا أَوْلَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِمْرَأَةٍ مِنْ نِّسَائِهِ أَكْثَرَ ـ أَوْ أَفْضَلَ ـ مِمَّا أَوْلَمَ عَلٰى زَيْنَبَ، فَقَالَ ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ: بِمَا أَوْلَمَ؟ قَالَ: أَطْعَمَهُمْ خُبْزًا وَلَحْمًا حَتّٰى تَرَكُوْهُ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں میں سے کسی بیوی کا ولیمہ حضرت زینب کے ولیمہ سے زیادہ یا بڑا نہیں کیا۔

ثابت بنانی راوی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ) ولیمہ کس چیز سے کیا؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت زینب کے) ولیمہ میں روٹی اور گوشت کھلایا تھا، یہاں تک کہ کھانے والوں سے بچ بھی گیا (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کا ولیمہ اپنی دوسری بیویوں سے بڑا کیا کہ اس میں کھانے کے وقت جتنے لوگ بھی میسر آئے، ان کو بلا بلا کر کھانا کھلایا گیا، اور پھر بھی کھانا بچ گیا، باقی ولیمے مختصر کیے گئے، مگر اس بڑے ولیمہ میں بھی صرف روٹی اور گوشت کھلایا گیا۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اتنا عظیم الشان نکاح جو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر فرمادیا، کتنے سادہ انداز میں اس نکاح کے سب تقاضے پورے ہوگئے، گھر ہی میں چھوٹی جگہ ہوتے ہوئے باری باری سب لوگ ولیمہ کھا کھا کر جاتے رہے، اور ولیمہ کے لئے دعوت بھی اُسی وقت دی گئی، نہ

---

[1] رقم الحديث ١٤٢٨ " ٩١ "كتاب النكاح، باب زواج زينب بنت جحش، ونزول الحجاب، وإثبات وليمة العرس.

دعوت کی کوئی تحریر بھیجی گئی،اور نہ ہی پہلے سے دعوت دی گئی،اور کھانے میں صرف گوشت اور روٹی کھلائی گئی،اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں بڑا ولیمہ تھا۔

مگر آج کل ولیمہ چھوٹی جگہ کرنے اور اور باری باری کھلانے کو عیب سمجھا جاتا ہے، پہلے سے دعوت نہ دی جائے ، یا کچھ تاخیر سے دعوت دی جائے ، یا باقاعدہ دعوت نامہ اور شادی کارڈ نہ بھیجا جائے ،اور اس سے بڑھ کر خود گھر گھر جا کر دعوت نہ دی جائے ،تو بُرا منایا جاتا ہے۔

اور اب تو دعوت نامہ اور شادی کارڈ بھی سادہ اردو زبان کے بجائے انگریزی زبان میں لکھوایا جاتا ہے، جس کا مضمون بعض اوقات تو خود دعوت دینے والے کو بھی پڑھنا اور سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے، اور دعوت دیئے جانے والے لوگوں کو تو پڑھنا مشکل ہوتا ہی ہے، جس سے دعوت کا مقصد بھی حاصل نہیں ہوتا، بلکہ صرف رسمی کارروائی مقصد ہوتی ہے۔

منہ بولے بیٹے کی بیوی کو عرب کے لوگ حقیقی بیٹے کی بیوی کی طرح سمجھتے تھے اور اس سے نکاح کو بہت بڑا عیب سمجھتے تھے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے اس رواج کی کوئی پرواہ نہیں فرمائی، اور مسئلہ کی اصل حقیقت کو زبان کے بجائے عمل سے واضح فرمایا۔

آج کل شادی بیاہ میں لوگوں کو خوش کرنے اور ان کی ناراضگی و ناگواری سے بچنے کے لئے سینکڑوں رسمیں پوری کی جاتی ہیں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی، ایسے لوگوں کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نکاح میں عمدہ سبق موجود ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے زیادہ بہتر اور بڑا کسی اور بیوی کا ولیمہ نہیں فرمایا اور جو ولیمہ سب سے بہتر اور بڑا ہوا، اس میں بھی صرف گوشت اور روٹی کھلائی گئی، نہ تو کئی کئی رنگارنگ کھانے کھلائے گئے، نہ ہی ساتھ میں کسی میٹھی چیز یا ڈش کا انتظام کیا گیا۔

مگر آج اگر کوئی ولیمہ میں سنت کی اتباع کرتے ہوئے خالی روٹی اور گوشت کھلائے، تو اسے

بہت سے لوگ معیوب سمجھیں گے، اور شاید طرح طرح کے کنجوس اور بخیل وغیرہ ہونے کے القاب سے نوازیں گے، لیکن اگر کوئی باہمت اس کے مطابق عمل کرے، اور لوگوں کی پرواہ نہ کرے، تو بڑے اجر وثواب کا باعث اور کارِ خیر کو از سرِ نو شروع کرنے والا شمار ہوگا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے استخارہ کا اہتمام خود فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ استخارہ خود کرنا چاہئے اور نکاح سے پہلے استخارہ ضرور کرلینا چاہئے، اور جس طرح مرد کو استخارہ کرنا سنت ہے، اسی طرح اس عورت کو بھی استخارہ کرنا سنت ہے، جس کا نکاح ہونا ہے، جیسا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے خود استخارہ کیا، اور مرد کی ظاہری دینداری یا مالداری یا اور کسی صفت کو دیکھ کر جھٹ سے منظور کرلینا مناسب نہیں ہے، اس بارے میں اللہ سے استخارہ کرلینا چاہئے، بظاہر تو یہ معلوم ہوگا کہ اس شخص سے نکاح کرنا خیر ہی خیر ہے، لیکن اللہ سے استخارہ کر لینے میں نفع ہے کہ اللہ پوشیدہ اور آئندہ سب حالات کو جانتا ہے، ممکن ہے کہ عورت اس مرد کی نیکی اور دینداری کی قدر نہ کرسکے بلکہ اس کو ستانے کا باعث بن کر اللہ کو ناراض کرلے، دیکھو مخلوق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی نہ ہوا، اور نہ ہوگا، لیکن پھر بھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے پیغام پہنچنے پر استخارہ کیا۔

مگر آج کل عام طور پر شادی بیاہ وغیرہ کے موقع پر غیر شرعی سارے بکھیڑے جمع کر لئے جاتے ہیں، اور ہر طرح کی رسمیں انجام دی جاتی ہیں، لیکن مسنون طریقہ پر استخارہ نہیں کیا جاتا، اور اگر کسی کو استخارہ کی توفیق ہوتی بھی ہے، تو وہ یا تو مسنون طریقہ پر استخارہ نہیں کرتا، یا استخارہ کی حقیقت نہ سمجھنے کی وجہ سے طرح طرح کی بے اعتدالیوں میں مبتلاء ہوتا ہے۔

اور مسنون استخارہ یہ ہے کہ دو رکعت نفل پڑھ کر یہ دعاء پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ. وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ .فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَااَقْدِرُوَتَعْلَمُ

وَلَا اَعْلَمُ .وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ. اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ وَ عَاجِلِ اَمْرِيْ وَآجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ لِيْ .وَيَسِّرْهُ لِيْ .ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ . وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ .وَعَاجِلِ اَمْرِيْ. وَآجِلِهٖ . فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِيْ بِهٖ. [1]

ترجمہ: یااللہ! میں آپ کے علم کے واسطہ اورذریعہ سے آپ سے خیر چاہتا ہوں، اور میں آپ کی قدرت کے واسطہ اورذریعہ سے آپ سے قدرت وطاقت چاہتا ہوں،اور میں آپ سے آپ کے عظیم فضل کا سوال کرتا ہوں، کیونکہ آپ قادر ہیں اور میں قادرنہیں (بلکہ محتاج ہوں) اورآپ علم رکھتے ہیں اور میں علم نہیں رکھتا اور آپ علّامُ الغیوب (یعنی غیب کا کُلّی اور پوری طرح علم رکھنے والے) ہیں (کہ کس چیز میں خیر ہے اورکس چیز میں شر ہے) یااللہ اگر آپ کے علم میں یہ کام (جس کو اس وقت میں کرنے ،نہ کرنے کے متعلق درخواست ودعا کررہا ہوں) میرے حق میں خیراور بھلائی والا ہے،میرے دین کے لیے بھی خیراور بھلائی والا ہے،میری معاش اوردنیا کے لئے بھی خیراور بھلائی والا ہے اورمیرے انجام کارکے لئے بھی خیراور بھلائی والا ہے،میرے لئے فی الحال بھی خیراور بھلائی والا ہے،اور بالمآل (آئندہ) کے لئے بھی خیراور بھلائی والا ہے،تواس کو میرے لئے مقدّر اور تجویز فرمادیجئے،اوراس کو میرے لیے آسان بھی فرمادیجئے، اور پھراس میں میرے لیے برکت بھی پیدا فرما دیجئے، اوراگرآپ کے علم میں یہ کام (جس کو اس وقت میں کرنے ،نہ کرنے کے متعلق درخواست ودعاء کررہا

[1] بخاری، کتاب التهجد، باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی.

ہوں) میرے حق میں شر اور برائی والا ہے، میرے دین کے لئے بھی شر اور برائی والا ہے، میری معاش اور دنیا کے لئے بھی شر اور برائی والا ہے، اور میرے انجام کار کے لئے بھی شر اور برائی والا ہے، میرے لئے فی الحال بھی شر اور برائی والا ہے اور بالمآل (آئندہ) کے لئے بھی شر اور برائی والا ہے، تو ہٹا دیجئے (اور دور کر دیجئے) اس کو مجھ سے، اور ہٹا دیجئے (اور دور کر دیجئے) مجھے اس سے، اور (اس کے بدلے) مقدّر (اور نصیب و تجویز) کر دیجئے میرے لئے خیر اور بھلائی، جہاں کہیں بھی ہو اور پھر مجھے اس پر راضی (اور مطمئن) بھی کر دیجئے (بخاری)

مسنون استخارہ کی تفصیل کے لئے ہماری دوسری کتاب ''مشورہ و استخارہ کے فضائل و احکام'' ملاحظہ فرمائیں۔

(5)......نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرتِ امِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ

حضرت امِّ سلمہ کے بیٹے سے روایت ہے کہ:

أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ جَاءَ إِلٰى أُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَ: لَقَدْ سَمِعْتُ حَدِيْثًا مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كَذَا وَكَذَا وَلَا أَدْرِيْ مَا عَدَلَ بِهٖ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّهٗ لَا تُصِيْبُ أَحَدًا مُصِيْبَةٌ فَيَسْتَرْجِعُ عِنْدَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ عِنْدَكَ أَحْتَسِبُ مُصِيْبَتِيْ هٰذِهٖ، اَللّٰهُمَّ أَخْلِفْنِيْ مِنْهَا بِخَيْرٍ مِّنْهَا، إِلَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: فَلَمَّا أُصِيْبَ أَبُوْ سَلَمَةَ، قُلْتُ: اَللّٰهُمَّ عِنْدَكَ أَحْتَسِبُ مُصِيْبَتِيْ هٰذِهٖ، وَلَمْ تَطِبْ نَفْسِيْ أَنْ أَقُوْلَ: اَللّٰهُمَّ أَخْلِفْنِيْ مِنْهَا بِخَيْرٍ مِّنْهَا، قُلْتُ: مَنْ خَيْرٌ مِّنْ أَبِيْ سَلَمَةَ؟ أَلَيْسَ، وَلَيْسَ؟ ثُمَّ قَالَتْ ذٰلِكَ، فَلَمَّا انْقَضَتْ عِدَّتُهَا أَرْسَلَ إِلَيْهَا رَسُوْلُ

اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُهَا، فَقَالَتْ: مَرْحَبًا بِرَسُوْلِ اللّٰہِ، إِنَّ فِيَّ خِلَالًا ثَلَاثًا: أَنَا امْرَأَةٌ مُصْبِيَةٌ، وَأَنَا امْرَأَةٌ شَدِيْدَةُ الْغَيْرَةِ، وَأَنَا امْرَأَةٌ لَيْسَ هَا هُنَا مِنْ أَوْلِيَائِيْ أَحَدٌ شَاهِدًا فَيُزَوِّجُنِيْ ،فَغَضِبَ عُمَرُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَدَّ مِمَّا غَضِبَ لِنَفْسِهٖ حِيْنَ رَدَّتْهُ، فَأَتَاهَا عُمَرُ فَقَالَ: أَنْتِ الَّتِيْ تَرُدِّيْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ بِمَا تَرُدِّيْنَهٗ؟ فَقَالَتْ: يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، فِيَّ كَذَا وَكَذَا، أَتَاهَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَمَّا مَا ذَكَرْتِ مِنْ غَيْرَتِكِ فَإِنِّيْ أَدْعُو اللّٰہَ أَنْ يُّذْهِبَهَا، وَأَمَّا مَا ذَكَرْتِ مِنْ صِبْيَتِكِ فَإِنَّ اللّٰہَ سَيَكْفِيْهِمْ، وَأَمَّا مَا ذَكَرْتِ أَنَّهٗ لَيْسَ مِنْ أَوْلِيَائِكِ أَحَدٌ شَاهِدًا فَإِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ أَوْلِيَائِكِ أَحَدٌ شَاهِدٌ وَلَا غَائِبٌ يَكْرَهُنِيْ،فَقَالَتْ لِابْنِهَا: زَوِّجْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَزَوَّجَهٗ، فَقَالَ: أَمَا إِنِّيْ لَمْ أُنْقِصْكِ مِمَّا أَعْطَيْتُ فُلَانَةَ،قَالَ ثَابِتٌ لِابْنِ أُمِّ سَلَمَةَ: وَمَا أَعْطَى فُلَانَةَ؟ قَالَ: جَرَّتَيْنِ تَضَعُ فِيْهِمَا حَاجَتَهَا، وَرَحًى، وَوِسَادَةً مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ (مسند ابی یعلیٰ) [1]

ترجمہ: حضرت ابوسلمہ، حضرت امِّ سلمہ (یعنی اپنی بیوی) کے پاس آئے، اور انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے، جو مجھے فلاں فلاں چیز سے بھی زیادہ محبوب ہے، اور میں نہیں جانتا کہ اس حدیث

---

[1] رقم الحدیث ۶۹۰۸، مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۶۷۵۹.

قال الحاکم:

هذا حديث صحيح الاسناد.

وقال الذهبی فی التلخیص:

صحيح.

وقال حسين سليم أسد الدارانی:

إسناده صحيح (حاشية مسند ابی یعلیٰ)

کے برابر کوئی چیز ہوسکتی ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس کو بھی کوئی مصیبت پہنچے اور پھر وہ اس وقت ''انا للہ'' پڑھے، اور پھر وہ یہ دعاء کرے کہ:

'' اَللّٰھُمَّ عِنْدَکَ أَحْتَسِبُ مُصِیْبَتِیْ ھٰذِہٖ، اَللّٰھُمَّ أَخْلِفْنِی مِنھَا بِخَیْرٍ مِنْھَا، إِلَّا أَعْطَاہُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ ''

''اے اللہ! میں آپ کے پاس اپنی اس مصیبت کا اجر وثواب طلب کرتا ہوں، اے اللہ مجھے اس سے بہتر بدل عطا فرمادیجئے'' تو اللہ عزوجل اس کو ضرور بہتر بدل عطا فرمائے گا''

حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ جب (میرے شوہر) ابوسلمہ فوت ہوگئے، تو میں نے (ان سے سُنی ہوئی اور پسندیدہ حدیث کے مطابق) یہی دعاء کی کہ:

'' اَللّٰھُمَّ عِنْدَکَ أَحْتَسِبُ مُصِیْبَتِیْ ھٰذِہٖ ''

''اے اللہ! میں آپ کے پاس اپنی اس مصیبت کا اجر وثواب طلب کرتی ہوں''

اور یہ کہنے سے میرا دل خوش نہیں تھا کہ: '' اَللّٰھُمَّ أَخْلِفْنِیْ مِنْھَا بِخَیْرٍ مِّنْھَا ''

''اے اللہ مجھے اس سے بہتر بدل عطا فرمادیجئے''

میں نے (دل میں) کہا کہ (میرے فوت شدہ شوہر) ابوسلمہ سے بہتر کون ہوگا؟ ہرگز کوئی نہیں ہوگا، کوئی نہیں ہوگا، مگر میں نے پھر بھی یہ دعاء پڑھ لی، پھر جب حضرت امِ سلمہ کی (ان کی بیٹی زینب کی ولادت ہونے سے) عدت ختم ہوگئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف اپنے لئے نکاح کا پیغام بھیجا، جس پر حضرت امِ سلمہ نے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر آنکھوں پر! لیکن میرے اندر تین باتیں پائی جاتی ہیں، ایک تو میں بچوں والی عورت ہوں، اور دوسرے میں سخت غیرت (وحیاء) والی عورت ہوں سوکنوں کے ساتھ اور سوکنوں

کی وجہ سے شوہر کے ساتھ سخت درشت برتاؤ میں مبتلا نہ ہو جاؤں نیز پہلے شوہر سے جس درجے کا تعلق ومعاشرت رہی ہے اس کے بعد غیرت آتی ہے کہ کسی اور شوہر کا منہ دیکھوں اور تیسرے سرِ دست یہاں میرا کوئی ولی (اور سرپرست) موجود نہیں ہے، جو میرا نکاح کردے، ان کے اس عذر کرنے کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے لئے اپنی ذات سے زیادہ غضبناک ہوئے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور فرمایا کہ کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کورد کرتی ہو؟ کس وجہ سے تم ان کے پیغام کورد کرتی ہو؟ تو حضرت امِ سلمہ نے عرض کیا کہ اے ابنِ خطاب! میرے اندر فلاں فلاں باتیں پائی جاتی ہیں، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، اور (حضرت امِ سلمہ سے) فرمایا کہ آپ نے جو اپنی غیرت کا ذکر کیا ہے، تو میں اللہ سے دعاء کروں گا کہ وہ ختم ہو جائے، اور آپ نے اپنے بچوں کا جو ذکر کیا ہے، بے شک اللہ ان کی کفالت وکفایت کا انتظام کردے گا اور جو آپ نے یہ بات ذکر کی کہ آپ کا کوئی ولی اس وقت موجود نہیں، تو آپ کے حاضر اور غائب ولیوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے، جو میرے حق میں ناگواری رکھے، جس کے بعد حضرت امِ سلمہ نے اپنے بیٹے (عمر) سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا نکاح کردو، تو ان کے بیٹے عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نکاح کردیا، یہ احناف کے اس مسئلے کا مستدل بنتا ہے کہ نکاح کے باب میں لڑکی کا اقرب ولی بیٹا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آپ کو اس سے کم نہیں دوں گا، جو میں نے فلاں (تمہاری بہن) کو دیا تھا۔

حضرت ثابت (راوی) نے امِ سلمہ کے بیٹے سے سوال کیا کہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے) فلاں عورت کو کیا دیا تھا، تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ دو مٹی کے گھڑے،

جن میں اپنی ضرورت کی چیزیں رکھتی تھیں، اور ایک تکیہ، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی (ابویعلیٰ)

اور حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک روایت کے اخیر میں ہے کہ:

فَبَنٰى بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَقَالَ: لَا أُنْقِصُكِ مِمَّا أَعْطَيْتُ فُلَانَةَ: رَحَيَيْنِ ، وَجَرَّتَيْنِ، وَمِرْفَقَةً حَشْوُهَا لِيْفٌ (موارد الظمآن، رقم الحديث ۱۲۸۲ ، كتاب النكاح، باب تزويج النبى صلى الله عليه وسلم) [1]

ترجمہ: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ زفاف اختیار کی (یعنی نکاح کے بعد پہلی مرتبہ تخلیہ فرمایا) اور فرمایا کہ میں آپ کو اس سے کم نہیں دوں گا، جو فلاں عورت کو دیا تھا، دو چکیاں اور دو مٹی کے گھڑے، اور ایک تکیہ جس میں چھال بھری ہو (مواردُ الظمآن)

یہ بھی احتمال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ چیزیں، حضرت امِ سلمہ کو بطور مہر کے دی ہوں، اور یہ بھی احتمال ہے کہ مہر سے ہٹ کر بطور ہدیہ ان کی ضرورت کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے دی ہوں۔

حضرت ابوبکر بن عبدالرحمان سے مروی ایک روایت کے اخیر میں یہ بھی ہے کہ:

فَتَزَوَّجَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: إِنِّيْ آتِيْكُمُ اللَّيْلَةَ ، قَالَتْ: فَأَخْرَجْتُ حَبَّاتٍ مِنْ شَعِيْرٍ كَانَتْ فِيْ جَرَّتِيْ، وَأَخْرَجْتُ شَحْمًا، فَعَصَدْتُ لَهُ، قَالَ: فَبَات (صحيح ابن حبان) [2]

---

[1] قال حسين سليم اسد الدرانى: إسناده جيد (حاشية موارد الظمآن)

[2] رقم الحديث ۴۰۶۵، كتاب النكاح، مسند ابى يعلى، رقم الحديث ۷۰۰۶.

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده حسن (حاشية صحيح ابن حبان)

و قال حسين سليم أسد:

رجاله ثقات (حاشية مسند ابى يعلىٰ)

ترجمہ: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امِّ سلمہ سے نکاح کرلیا، اور فرمایا کہ میں آپ کے پاس رات کو آؤں گا، حضرت امِّ سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے کچھ جَو کے دانے نکالے، جو میرے مٹی کے گھڑے میں تھے، اور میں نے گھی نکالا، پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس سے حریرہ تیار کیا (جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف آوری کے بعد تناول فرمایا) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس (پہلی) رات گزاری (ابنِ حبان، ابویعلیٰ)

دیکھئے! کتنی سادگی سے امُّ المومنین حضرت امِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہوگیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نکاح کا پیغام بھیجا، اور نکاح کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود بغیر کسی بارات کے تشریف لے آئے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہیز حاصل کرنے کے بجائے خود ہی مختصر ضروری سامان اپنی زوجہ کو فراہم کردیا، جس کی نمود و نمائش بھی نہیں کی گئی، کسی بھی رسم و رواج کا اہتمام نہیں کیا گیا، یہاں تک کہ سرپرستوں اور بڑوں کی شرکت بھی ضروری نہیں سمجھی گئی، اور حضرت امِّ سلمہ نے اپنے بیٹے کے ذریعہ سے ہی نکاح کا ایجاب وقبول کرالیا، اور نکاح کے بعد بارات وغیرہ کا بھی اہتمام نہیں کیا گیا، پہلی رات خود ہی بیوی نے اپنے ہاتھ سے کھانا بنا کر اپنے شوہر کو پیش کردیا، مگر آج بیوی سے پہلے دن بلکہ کئی کئی دنوں تک کھانا بنوانے کو معیوب سمجھا جاتا ہے، اور پھر جب دلہن سے کھانا شروع کرایا جاتا ہے، تو تقریب کا اہتمام کیا جاتا ہے، اور مخصوص مثلاً میٹھی چیز پکوانے کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی ایسا رشتہ ہو کہ سرپرست اس کو ناپسند نہ کریں اور لڑکی کے کفو یعنی جوڑ کا نکاح ہو تو سرپرستوں کی موجودگی کے بغیر بھی عورت کا نکاح ہوسکتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کا بالغ بیٹا اپنی والدہ کا نکاح کرسکتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نکاح میں بھی انتہائی سادگی پائی گئی۔

(6)...... نبی ﷺ کا حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا خَيْبَرَ، فَصَلَّيْنَا عِنْدَهَا صَلَاةَ الْغَدَاةِ بِغَلَسٍ، فَرَكِبَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَكِبَ أَبُوْ طَلْحَةَ، وَأَنَا رَدِيْفُ أَبِيْ طَلْحَةَ، فَأَجْرٰى نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ زُقَاقِ خَيْبَرَ، وَإِنَّ رُكْبَتِيْ لَتَمَسُّ فَخِذَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ حَسَرَ الْإِزَارَ عَنْ فَخِذِهٖ حَتّٰى إِنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى بَيَاضِ فَخِذِ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا دَخَلَ الْقَرْيَةَ قَالَ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ " فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ " قَالَهَا ثَلَاثًا، قَالَ: وَخَرَجَ الْقَوْمُ إِلٰى أَعْمَالِهِمْ، فَقَالُوْا: مُحَمَّدٌ، قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ: وَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا: وَالْخَمِيْسُ يَعْنِي الْجَيْشَ ،قَالَ: فَأَصَبْنَاهَا عَنْوَةً، فَجُمِعَ السَّبْيُ، فَجَاءَ دِحْيَةُ الْكَلْبِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، أَعْطِنِيْ جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ، قَالَ: اِذْهَبْ فَخُذْ جَارِيَةً، فَأَخَذَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، أَعْطَيْتَ دِحْيَةَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ، سَيِّدَةَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرِ، لَا تَصْلُحُ إِلَّا لَكَ، قَالَ: اُدْعُوْهُ بِهَا فَجَاءَ بِهَا، فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خُذْ جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ غَيْرَهَا، قَالَ: فَأَعْتَقَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَزَوَّجَهَا، فَقَالَ لَهٗ ثَابِتٌ: يَا أَبَا حَمْزَةَ، مَا أَصْدَقَهَا؟ قَالَ: نَفْسَهَا، أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا، حَتّٰى إِذَا كَانَ بِالطَّرِيْقِ، جَهَّزَتْهَا لَهٗ أُمُّ سُلَيْمٍ،

فَأَهْدَتْهَا لَهُ مِنَ اللَّيْلِ، فَأَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرُوسًا، فَقَالَ: مَنْ كَانَ عِنْدَهُ شَيْءٌ فَلْيَجِءْ بِهِ وَبَسَطَ نِطَعًا، فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالتَّمْرِ، وَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالسَّمْنِ، قَالَ: وَأَحْسِبُهُ قَدْ ذَكَرَ السَّوِيقَ، قَالَ: فَحَاسُوا حَيْسًا، فَكَانَتْ وَلِيمَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحيح البخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر کی طرف روانہ ہوئے، تو ہم نے صبح کی نماز خیبر کے قریب (طلوعِ فجر کے بعد جلد ہی) اندھیرے میں پڑھی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے راستہ پر سوار ہوئے اور ابوطلحہ بھی سوار ہوئے، اور میں ابوطلحہ کے پیچھے سوار تھا، اور میری ران نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ران سے مس کررہی تھی، پھر اس مس کرنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازار اپنی ران سے ہٹ گئی، یہاں تک کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ران کی سفیدی کو دیکھ لیا، پھر آپ بستی کے اندر داخل ہوگئے، تو آپ نے فرمایا کہ:

" اَللّٰهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ "

"یعنی اللہ اکبر! (بطور تاسف کہا)، خیبر، برباد ہوگیا، ہم جب کسی قوم کے صحن و دالان میں اترتے ہیں، تو جن لوگوں کو (کفر اور اس کی سرکشی سے) ڈرایا جا چکا ہے، ان کی صبح بری ہوتی ہے"

تین مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ فرمایا، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (بستی کے لوگ) اپنے کاموں کے لیے نکلے تو انہوں نے کہا کہ محمد آگئے، عبدالعزیز راوی کہتے ہیں کہ ہمارے بعض اصحابِ رواۃ نے اس روایت میں محمد

[1] رقم الحديث ۳۷۱، كتاب الصلاة، باب ما يذكر في الفخذ.

کے بعد والخمیس کا کلمہ بھی ذکر کیا ہے یعنی محمد لشکر کے ساتھ آ گئے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر ہم نے خیبر کو جہاد کر کے فتح کیا، پھر قیدی جمع کئے گئے، تو حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! مجھے ان قیدیوں میں سے کوئی باندی دے دیجئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ، اور کوئی باندی لے لو، انہوں نے صفیہ بنتِ حیی کو لے لیا، پھر ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! آپ نے صفیہ بنتِ حیی (قبیلہ) قریظہ اور نضیر کی سردار، دحیہ کو دے دی، حالانکہ وہ آپ کے لئے ہی مناسب تھیں (کیونکہ شہزادی کو امیر المومنین کے حوالے ہی کیا جانا چاہئے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صفیہ کو اپنے ہمراہ لے آؤ، وہ حضرت صفیہ کو لے آئے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کو دیکھا، تو حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ان کے علاوہ کوئی اور باندی قیدیوں میں سے لے لو، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کو آزاد کر دیا اور ان سے نکاح کر لیا، ثابت (راوی) نے حضرت انس سے کہا کہ اے ابوحمزہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کا مہر کیا باندھا تھا؟ تو حضرت انس نے جواب میں فرمایا کہ یہ آزاد کر دینا ہی ان کا مہر قرار پایا تھا، یہاں تک کہ راستہ میں حضرت امِ سلیم (یعنی حضرت انس کی والدہ) نے صفیہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے (دلہن بنا کر) تیار کیا، اور رات کو آپ کے پاس بھیجا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ زفاف (یعنی زوجہ کے ساتھ پہلی رات گزارنے) کے بعد دولہا ہو کر صبح کی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس جو کچھ کھانے پینے کی چیز ہو، وہ اسے لے آئے اور آپ نے ایک چمڑے کے دسترخوان کو بچھا دیا، کوئی چھوہارے لایا اور کوئی گھی لایا (عبدالعزیز راوی کہتے ہیں کہ) میں خیال کرتا ہوں کہ حضرت انس نے ستو لانے

کا بھی ذکر کیا، الغرض ان لوگوں نے سب لائی ہوئی چیزوں کو ملا کر حیس (یعنی مالیدہ) بنایا اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا (بخاری)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

فَأَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرُوسًا، فَقَالَ: مَنْ كَانَ عِنْدَهُ شَيْءٌ فَلْيَجِئْ بِهِ، قَالَ: وَبَسَطَ نِطَعًا، قَالَ: فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالْأَقِطِ، وَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالتَّمْرِ، وَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالسَّمْنِ، فَحَاسُوا حَيْسًا، فَكَانَتْ وَلِيمَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مسلم) [1]

ترجمہ: پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد) سہاگ رات کی صبح کی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس جو کچھ ہو وہ لے آئے اور ایک چمڑے کا دستر خوان بچھوا دیا، چنانچہ بعض لوگ پنیر اور بعض کھجوریں اور بعض گھی لے کر حاضر ہوئے، پھر انہوں نے ان سب چیزوں کو ملا کر حیس (یعنی مالیدہ) تیار کرلیا اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا (مسلم)

ملاحظہ فرمایئے کہ سفر میں ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امُّ المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوگیا، اور سفر اور راستہ میں ہی کچھ وقت گزرنے کے بعد رخصتی اور زفاف کا عمل بھی ہوگیا، حضرت امِّ سلیم نے رخصتی کے وقت خود سے دلہن کی کنگھی پٹی درست کی، روپ نقشہ آراستہ کیا، میسر مناسب لباس پہنا اور بس، کہاں دلہن کی یہ سیدھی سادی آراستگی وسنگھار اور کہاں بیوٹی پارلر طرز کی رائج الوقت خرافات اور خلاف شرع تراش خراش، اور ولیمہ بھی اس شان سے ہوا کہ جس کے پاس جو کچھ تھا وہ لے کر حاضر ہوگیا، جس میں کھجور، چھوارے، پنیر،

---

[1] رقم الحديث ١٣٦٥ "٨٤" كتاب النكاح، باب فضيلة إعتاقه أمته، ثم يتزوجها.

گھی اور ستو وغیرہ جیسی دیسی اور سادہ چیزیں شامل تھیں، اور وہ سب چیزیں ملا کر کھائی گئیں، اور یہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کا ولیمہ تھا۔

جس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت شوہر کے دوستوں، پڑوسیوں اور عزیزوں کو شوہر کی ولیمہ کرنے میں مدد کرنا جائز ہے۔

اور باندی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرنے میں دو اجر ہیں، جس کا دیگر روایات میں ذکر ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بیوی کے ساتھ زفاف (یعنی زوجین کی نکاح کے بعد پہلی مرتبہ ملاقات اور تخلیہ) رات اور سفر کی حالت میں بھی درست ہے اور رات کے علاوہ دن میں بھی جائز ہے، جیسا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ میں گزرا۔ [1]

---

[1] عن أبی موسی، قال :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فی الذی یعتق جاریته، ثم یتزوجها :له أجران(مسلم، رقم الحدیث ۱۵۴،۸۶)

قوله (حتی إذا کان بالطریق جهزتها له أم سلیم فأهدتها له من اللیل فأصبح رسول الله صلی الله علیه وسلم عروسا) وفی الروایة التی بعد هذه ثم دفعها إلی أم سلیم تصنعها وتهیئها قال وأحسبه قال وتعتد فی بیتها أما قوله تعتد فمعناه تستبرء فإنها کانت مسبیة یجب استبراؤها وجعلها فی مدة الاستبراء فی بیت أم سلیم فلما انقضی الاستبراء جهزتها أم سلیم وهیأتها أی زینتها وجملتها علی عادة العروس بما لیس بمنهی عنه من وشم ووصل وغیر ذلک من المنهی عنه وقوله أهدتها أی زفتها یقال أهدیت العروس إلی زوجها أی زففتها والعروس یطلق علی الزوج والزوجة جمیعا وفی الکلام تقدیم وتأخیر ومعناه اعتدت أی استبرأت ثم هیأتها ثم أهدتها والواو لا تقتضی ترتیبها وفیه الزفاف باللیل وقد سبق فی حدیث تزوجه صلی الله علیه وسلم عائشة رضی الله عنها الزفاف نهارا وذکرنا هناک جواز الأمرین والله أعلم قوله صلی الله علیه وسلم (من کان عنده شیء فلیجئنی به) وفی بعض النسخ فلیجیء به بغیر نون فیه دلیل لولیمة العرس وأنها بعد الدخول وقد سبق أنها تجوز قبله وبعده وفیه إدلال الکبیر علی أصحابه وطلب طعامهم فی نحو هذا وفیه أنه یستحب لأصحاب الزوج وجیرانه مساعدته فی ولیمته بطعام من عندهم قوله (وبسط نطعا) فیه أربع لغات مشهورات فتح النون وکسرها مع فتح الطاء وإسکانها أفصحهن کسر النون مع فتح الطاء وجمعه نطوع وأنطاع قوله (فجعل الرجل یجیء بالأقط وجعل الرجل یجیء بالتمر وجعل الرجل یجیء بالسمن فحاسوا حیسا) الحیس هو الأقط والتمر والسمن یخلط ویعجن ومعناه جعلوا ذلک حیسا ثم أکلوه قوله صلی الله علیه وسلم فی الذی یعتق جاریته ثم یتزوجها له أجران هذا الحدیث سبق بیانه وشرحه (شرح صحیح مسلم للنووی، ج۹ص ۲۲۲، کتاب النکاح، باب فضیلة اعتاقه أمته ثم یتزوجها)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

فَلَمَّا أَصْبَحَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ عِنْدَهُ فَضْلُ زَادٍ، فَلْيَأْتِنَا بِهٖ، قَالَ: فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيْءُ بِفَضْلِ التَّمْرِ، وَفَضْلِ السَّوِيْقِ، حَتّٰى جَعَلُوْا مِنْ ذٰلِكَ سَوَادًا حَيْسًا، فَجَعَلُوْا يَأْكُلُوْنَ مِنْ ذٰلِكَ الْحَيْسِ، وَيَشْرَبُوْنَ مِنْ حِيَاضٍ إِلٰى جَنْبِهِمْ مِنْ مَاءِ السَّمَآءِ، قَالَ: فَقَالَ أَنَسٌ: فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيْمَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهَا (مسلم) [1]

ترجمہ: پھر جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس زائد کھانا ہو، وہ ہمارے پاس لے آئے، تو لوگوں نے (اپنے پاس موجود) زائد کھجوریں اور ستو لانا شروع کر دیا، یہاں تک کہ انہوں نے اس سے حیس (یعنی مالیدہ) بنایا، اور اس کو لوگوں نے کھانا شروع کیا، اور اپنے قریب ہی واقع قدرتی تالاب سے جس میں بارش کا پانی جمع تھا پیاس لگنے پر اس پر جا کر پانی پی آئے، (سفر میں جگ، گلاس، پانی کے ظرف ظروف کے تکلف کا موقعہ بھی نہ تھا اور عین موقعہ پر شائد میسر بھی نہ ہوں) حضرت صفیہ سے نکاح پر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا (مسلم)

یعنی ولیمہ سفر میں ہوا تھا، جس میں پانی کا الگ سے انتظام نہیں تھا، بارش کا پانی جو حوض میں جمع تھا، ولیمہ کھانے والوں نے وہی پانی پیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ خَيْبَرَ، وَالْمَدِيْنَةِ ثَلَاثَ لَيَالٍ يُبْنٰى عَلَيْهِ بِصَفِيَّةَ، فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِيْنَ إِلٰى وَلِيْمَتِهٖ، وَمَا كَانَ فِيْهَا

---

[1] رقم الحديث ١٣٦٥ "٨٨"، كتاب النكاح، باب فضيلة اعتاقه أمته ثم يتزوجها.

مِنْ خُبْزٍ وَلَا لَحْمٍ، وَمَا كَانَ فِيهَا إِلَّا أَنْ أَمَرَ بِلَالًا بِالْأَنْطَاعِ فَبُسِطَتْ، فَأَلْقٰى عَلَيْهَا التَّمْرَ وَالْأَقِطَ وَالسَّمْنَ، فَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ: إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ، أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُهُ؟ قَالُوْا: إِنْ حَجَبَهَا فَهِيَ إِحْدٰى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَإِنْ لَّمْ يَحْجُبْهَا فَهِيَ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِيْنُهُ، فَلَمَّا ارْتَحَلَ وَطَّأَ لَهَا خَلْفَهُ، وَمَدَّ الْحِجَابَ (صحيح البخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ اور خیبر کے درمیان تین دن مقیم رہے، جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ سے خلوت (وزفاف) فرمائی، چنانچہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ولیمہ میں مسلمانوں کو بلایا اور اس ولیمہ میں نہ روٹی تھی نہ گوشت، اس میں صرف یہ ہوا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو دسترخوان بچھانے کا حکم دیا تھا، چنانچہ دسترخوان بچھا دیا گیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر (مختلف لوگوں کی طرف سے لائے ہوئے) چھوہارے اور پنیر اور گھی کو رکھ دیا، پھر بعد میں مسلمان آپس میں کہنے لگے کہ حضرت صفیہ امہاتُ المومنین میں سے ہیں یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی ہیں؟ پھر لوگوں نے کہا کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا پردہ کرایا، تو امہاتُ المومنین میں سے ہوں گی (کیونکہ آزاد عورت کو پردہ کا حکم ہے) اور اگر پردہ نہ کرایا تو پھر باندی ہوں گی (کیونکہ باندی کو پردہ کا حکم نہیں) جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے روانہ ہوئے، تو ان کے لئے اپنے پیچھے بیٹھنے کی جگہ بنائی اور پردہ کھینچ دیا (اور پردہ کرلیا، جس سے لوگوں نے سمجھ لیا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا امہاتُ المومنین میں سے ہیں)

(بخاری)

جو عورت شرعی اعتبار سے باندی ہو، اس کے پردہ کے احکام آزاد عورت کے مقابلہ میں نرم

[1] رقم الحديث ۴۲۱۳، كتاب المغازی، باب غزوة خيبر.

Idara Ghufran

ہوتے ہیں، اس لئے صحابۂ کرام نے پردہ ہونے نہ ہونے سے باندی یا بیوی ہونے میں فرق کیا۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَوْلَمَ عَلٰی صَفِیَّةَ بِسَوِیْقٍ وَتَمْرٍ (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۴۰۶۱، کتاب النکاح) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امُّ المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ ستو اور کھجور سے کیا (ابن حبان)

''ستُّو'' دراصل ''جَو'' کو پیس کر اور پانی میں گھول کر تیار کیا جاتا ہے، اور خاص طور پر گرمی اور سفر میں استعمال کیا جاتا ہے۔

سفر میں لوگوں کے ساتھ ستو اور کھجور وغیرہ جیسی چیزیں موجود تھیں، یہی اس وقت کے فاسٹ

---

[1] اختلف الفقهاء فی عورة الأمة بالنسبة للرجل الأجنبی.
فقال المالكية وهو الأصح عند الشافعية :إن عورتها هی ما بين سرتها وركبتها.
وقال الحنفية :عورتها مثل عورة الحرة بالنسبة لمحارمها.
وقال الحنابلة :إن عورتها كعورة الحرة لا يجوز أن ينظر منها إلا ما يجوز النظر إليه من الحرة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۱ص ۴۹، ۵۰، مادة "عورة")
عورة الأمة كالرجل :ما بين السرة والركبة على الراجح، لحديث عمرو ابن شعيب السابق مرفوعا: إذا زوج أحدكم عبده ـ أمته أو أجيره ـ فلا ينظر إلى شیء من عورته، فإن ما تحت السرة إلى ركبته عورة.
هذا بالنسبة لعورة الأمة فی الصلاة، بقصد التخفيف عنها، ودفع الحرج والتيسير عليها وعلى الآخرين، لانشغالها بخدمة سيدها، ولأن من شأن الأمة الابتذال والقيام بالأعمال، ولضعف الميل إليها غالبا، أما بالنسبة للنظر فيحرم على الناس غير السيد إدمان النظر إلى الإماء ، منعا من الفتنة، وللأمر بغض البصر عن جميع النساء .
جـ ـ عورة الحرة البالغة :جميع بدنها سوى وجهها، وكفيها على الراجح ـ عند جماعة ـ من الروايتين(الفقه الاسلامی وادلتۂ للزحیلی، ج ۱ ص ۷۵۲، ۷۵۳، الباب الثانی، الفصل الرابع، الشرط الرابع)

[2] قال شعيب الارنؤط:
إسناده قوی من أجل بكر بن وائل .ابن أبی عمر العدنی :هو محمد بن يحيى بن أبی عمر .وسفيان :هو ابن عيينة (حاشية صحيح ابن حبان)

فوڈ اور ریفریشمنٹ آئٹم تھے، ظاہری لیپا پوتی اور چٹخارا ہو نہ ہو لیکن غذائیت و توانائی بہر حال جو کچھ ہوتی ہے انہی فطری سادہ غذاؤں میں ہوتی ہے، برگر کلچر کے مرغن اور کیمیکل وفلیورز دہ آئٹم ان کے سامنے کیا بیچتے ہیں؟ سوائے منہ زبانی لذت اور چٹخارۂ دہن کے اور ان کی لت پڑنے سے معدہ وجگر وغیرہ اعضائے رئیسہ کے لئے انواع واقسام کی علتوں وامراض کا تحفہ سو الگ، مثل شوگر، بلڈ پریشر، ہیپا ٹائٹس وغیرہ۔

اے نئی روشنی تیرا ہو منہ کالا — اندر اندھیرا ہے، باہر اُجالا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَـمَّـا دَخَلَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُسْـطَـاطَـهُ، حَضَرَ نَاسٌ، وَحَضَرْتُ مَعَهُمْ لِيَكُوْنَ فِيْهَا قَسْمٌ، فَخَرَجَ النَّبِـيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: قُوْمُوْا عَنْ أُمِّكُمْ ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَشِـيِّ حَضَرْنَا، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْنَا فِيْ طَرَفِ رِدَائِهٖ نَحْوٌ مِنْ مُدٍّ وَنِصْفٍ مِنْ تَمْرٍ مِنْ عَجْوَةٍ، فَقَالَ: كُلُوْا مِنْ وَّلِيْمَةِ أُمِّكُمْ (مسند الإمام أحمد) [1]

ترجمہ: جب حضرت صفیہ بنتِ حُیَیٍّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے میں داخل ہوئیں تو لوگ حاضر ہوئے، اور میں بھی ان کے ساتھ حاضر ہوا، تا کہ انہیں بھی اس (ولیمہ) میں حصہ ملے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، اور فرمایا کہ تم اپنی ماں کے پاس سے اٹھ (کر چلے) جاؤ، پھر جب شام کا وقت ہوا، ہم دوبارہ حاضر ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف اپنی چادر کے ایک کونے میں

---

[1] رقم الحديث ١٤٥٧٦، مسند أبي يعلى، رقم الحديث ٢٢٥١.
قال شعيب الارنؤوط:
إسناده حسن (حاشية مسند احمد)
و قال حسين سليم أسد:
رجاله رجال الصحيح (حاشية مسند ابى يعلىٰ)

Idara Ghufran

ڈیڑھ مد کے قریب (یعنی تقریباً ڈیڑھ سیر کے برابر) عجوہ کھجوریں لے کر نکلے اور فرمایا کہ اپنی ماں کا ولیمہ کھاؤ (مسند احمد)

یعنی اس موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً ڈیڑھ سیر کھجوریں، ولیمہ میں کھانے کے طور پر پیش فرمائیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفِيَّةَ وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا، وَجَعَلَ الْوَلِيْمَةَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَبَسَطَ نِطَعًا جَاءَ تْ بِهِ أُمُّ سُلَيْمٍ، وَأَلْقَى عَلَيْهِ أَقِطًا وَّتَمْرًا، وَأَطْعَمَ النَّاسَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ (مسند أبی یعلی، رقم الحدیث ۳۸۳۴) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، اوران کے آزاد کرنے کو ان کا مہر مقرر کیا، اور تین دن ولیمہ کیا، اور دسترخوان بچھا دیا، جس کو امِّ سلیم لائی تھیں، اوراس پر پنیر اور کھجور کو رکھ دیا، اورلوگوں کو تین دن تک (اپنا یہ ولیمہ) کھلایا (ابو یعلی)

بعض فقہائے کرام کے نزدیک باندی کو آزاد کر کے اگر اس کے ساتھ نکاح کیا جائے تو اس آزادی کو ہی اس کا مہر بنایا جا سکتا ہے، جبکہ بعض فقہائے کرام مہر کے لئے مال ہونے کو ضروری قرار دیتے ہیں، آزاد کرنے کے عمل کو مہر بنانا جائز قرار نہیں دیتے۔ [2]

---

[1] قال حسین سلیم أسد الدارانی: الحدیث صحیح.

[2] قال الطحاوی :فذهب قوم إلى أن الرجل إذا أعتق أمته على أن عتقها صداقها جاز ذلک، فإن تزوجت فلا مهر لها غير العتاق .قلت :أراد بهؤلاء القوم :سعيد بن المسيب والحسن البصری وإبراهيم النخعی وعامر الشعبی والأوزاعی ومحمد بن مسلم الزهری وعطاء بن أبی رباح وقتادة وطاوسا والحسن بن حيی وأحمد وإسحاق فإنهم قالوا :إذا أعتق الرجل أمته على أن يكون عتقها صداقها جاز ذلک، فإذا عقد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نکاح اور اس کا ولیمہ سفر کے دوران کیا، اور اس زمانہ میں سفر اونٹوں وغیرہ پر سوار ہو کر کیا جاتا تھا، اور سفر میں کئی کئی دن خرچ ہو جایا کرتے تھے، اور راستہ میں مختلف جگہوں پر کھانے پینے، قضائے حاجت اور آرام کرنے اور اسی طرح نماز وغیرہ ادا کرنے کے لئے ٹھہرنا بھی پڑتا تھا، اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دراصل تین دن تک یہ ولیمہ کیا، جو کچھ میسر آتا رہا، اس کو کھلایا جاتا رہا، بعض اوقات ڈیڑھ سیر کے قریب عجوہ کھجوریں کھلا کر ولیمہ کیا، اسی وجہ سے مختلف اوقات کے لحاظ سے روایات میں ولیمہ کے بارے مختلف چیزوں کا ذکر ہے۔

اس طرح اُمُّ المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اور ولیمہ ہوا کہ سفر میں ہی نکاح بھی ہو گیا، اور زوجین کے مابین ملاپ بھی ہو گیا، اور سادگی کا یہ عالَم تھا کہ تمام لوگوں کو نکاح کے موقع پر جمع کرنے کا بھی تکلف نہیں کیا گیا، جس کی وجہ سے بعض لوگوں کو نکاح ہونے کا پتہ بھی نہ چل سکا، اور ولیمہ میں جو کچھ میسر آیا، وہ کھلا دیا گیا، خواہ کھجوریں ہوں، یا ستو ہو، یا پنیر ہو، بلکہ جس کے پاس کھانے پینے کی جو چیز میسر تھی، وہ اس کو لے کر حاضر ہو گیا، اور راستہ میں چلتے چلتے کھانے کے اوقات میں جو کچھ مہیا ہوتا گیا، اس کو ولیمہ کا درجہ دیا جاتا رہا۔

خواتین وحضرات: ملاحظہ فرمایئے کہ کس طرح سفر میں سادگی کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نکاح ہوا، اور ولیمہ بھی کس شان کے ساتھ سفر میں ہی کیا گیا کہ سب لوگوں نے اپنے اپنے کھانے پینے کی چیزیں لا کر اور ایک جگہ جمع کر کے کھا لیا، اور ولیمہ کے کھانے کے ساتھ پانی بھی بارش کے حوض کا جمع شدہ پی لیا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ علیها لا تستحق علیه مهرا غیر ذلک العتاق، وممن قال بذلک :سفیان الثوری وأبو یوسف ویعقوب بن إبراهیم، وذکر الترمذی أنه مذهب الشافعی أیضا .وقال عیاض :وقال الشافعی :هی بالخیار إذا أعتقها، فإن امتنعت من تزوجه فله علیها قیمتها إن لم یمکن الرجوع فیها، وهذه لا یمکن الرجوع فیها، وإن تزوجت بالقیمة الواجبة له علیها صح بذلک عنده(عمدة القاری شرح صحیح البخاری، ج۴، ص۸۷، کتاب الصلاة، باب ما یذکر فی الفخذ)

اوراس طرح کے نکاح اور ولیمہ پر نہ تو کسی کو اعتراض ہوا، اور نہ ہی کسی کو نا گوار گزرا۔

مگر آج رسم ورواج کی بناء پر بلکہ رسم ورواج میں ایک دوسرے کے مقابلہ میں دوڑ لگانے کی وجہ سے صورتِ حال یہ بن چکی ہے کہ کوئی اس طرح ستو، کھجور وغیرہ کھلا پلا کر اور وہ بھی دوسروں سے منگا کر ولیمہ کرے، تو شاید اسے ولیمہ تسلیم کرنے والے بھی کم ہی ملیں گے، اور اس کے مقابلہ میں طرح طرح کے اعتراضات کرنے والے زیادہ ملیں گے، لیکن جو عمل سنت سے ثابت ہو، اس پر اعتراض کی کسی مسلمان کو جرأت نہیں ہونی چاہیئے۔

(7)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

تَـزَوَّجَ النَّبِـيُّ صَـلَّـى الـلّٰـهُ عَـلَيْـهِ وَسَـلَّـمَ مَيْمُوْنَةَ فِـى عُـمْـرَةِ الْقَضَاءِ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے عمرۂ قضاء میں نکاح کیا (بخاری)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عمرہ ذمہ میں قضاء تھا، اس کو ادا کرنے کے لئے سفر کے دوران حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ الـلّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَزَوَّجَ مَيْمُوْنَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ فِيْ سَفَرِهٖ وَهُوَ حَرَامٌ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٢٣٩٣) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا

---

[1] رقم الحديث ٤٢٥٩، كتاب المغازى، باب عمرة القضاء .

[2] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

سے سفر میں احرام کی حالت میں نکاح فرمایا (مسند احمد)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُوْنَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَأَقَامَ بِمَكَّةَ ثَلَاثًا، فَأَتَاهُ حُوَيْطِبُ بْنُ عَبْدِ الْعُزّٰى فِيْ نَفَرٍ مِّنْ قُرَيْشٍ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ، فَقَالُوْا لَهُ: إِنَّهُ قَدِ انْقَضٰى أَجَلُكَ فَاخْرُجْ عَنَّا قَالَ: وَمَا عَلَيْكُمْ لَوْ تَرَكْتُمُوْنِيْ فَأَعْرَسْتُ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ فَصَنَعْتُ لَكُمْ طَعَامًا فَحَضَرْتُمُوْهُ؟ قَالُوْا: لَا حَاجَةَ لَنَا فِيْ طَعَامِكَ فَاخْرُجْ عَنَّا، فَخَرَجَ بِمَيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا حَتّٰى أَعْرَسَ بِهَا بِسَرِفَ (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، اور مکہ میں تین دن قیام کیا، پھر آپ کے پاس حویطب بن عبد العزیٰ قریش کے کچھ لوگوں کے ساتھ تیسرے دن آئے، اور انہوں نے کہا کہ آپ کی مدت ختم ہو چکی ہے (جو آپ کے اور ہمارے درمیان تین دن یہاں ٹھہرنے کی شکل میں طے ہوئی تھی لہٰذا) آپ ہمارے یہاں سے تشریف لے

---

[1] رقم الحديث ٦٧٩٦، كتاب معرفة الصحابة رضى الله عنهم،باب ذكر أم المؤمنين ميمونة بنت الحارث رضى الله عنها.

قال الحاكم:

هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه ومما يتعجب من قضاء الله وقدره أن رسول الله صلى الله عليه وسلم بنى بميمونة بنت الحارث بسرف وردها إلى المدينة عند منصرفه من عمرة القضاء ، وبقيت عنده إلى أن خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم لفتح مكة، وقد أخرجها معه إلى أن فتح الطائف، وانصرف راجعا إلى المدينة فماتت ميمونة بسرف فى الموضع الذى بنى بها رسول الله صلى الله عليه وسلم عند تزويجها "

و قال الذهبى فى التلخيص:

على شرط مسلم.

جائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا اس میں کیا حرج ہے کہ اگر تم مجھے اپنے درمیان (میمونہ کے) نکاح کے ولیمہ کے لئے چھوڑ دو، میں تمہارے لئے کھانا تیار کروں گا، جس میں تم بھی شریک ہو گے، تو آنے والے قریشِ مکہ کے لوگوں نے جواب میں کہا کہ ہمیں آپ کے کھانے کی ضرورت نہیں ہے، بس آپ ہمارے پاس سے تشریف لے جائیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا کے ساتھ وہاں (یعنی مکہ مکرمہ) سے تشریف لے گئے، اور (مدینہ منورہ واپس آتے ہوئے) مقامِ سرف میں پہنچ کر زفاف (یعنی حضرت میمونہ کے ساتھ پہلی مرتبہ تخلیہ اور ملاقات) اختیار کی (حاکم)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، خَطَبَ مَيْمُوْنَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ، فَجَعَلَتْ أَمْرَهَا إِلَى الْعَبَّاسِ، فَزَوَّجَهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم

(مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٢٤٤١) ؎

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا، حضرت میمونہ نے اپنے (نکاح کے) معاملے کا اختیار حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دے دیا، پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا (مسند احمد)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کو حضرت میمونہ کے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجا تھا، اور نکاح اور اس کے بعد زفاف کا عمل احرام سے نکلنے کے بعد اختیار فرمایا تھا۔

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

؎ قال شعيب الارنؤوط:
حسن (حاشية مسند احمد)

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تزَوَّجَ مَيْمُوْنَةَ حَلَالًا وَبَنٰى بِهَا، حَلَالًا، وَكُنْتُ الرَّسُوْلَ بَيْنَهُمَا (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث٢٧١٩٧) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے حلال (یعنی احرام سے باہر) ہونے کی حالت میں نکاح کیا، اور ان کے ساتھ حلال (یعنی احرام سے باہر) ہونے کی حالت میں زفاف (یعنی نکاح کے بعد تنہائی) اختیار کی، اور میں ان دونوں (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت میمونہ) کے درمیان (نکاح کی پیغام رسانی کے لئے) قاصد (ونمائندہ) مقرر تھا (مسند احمد)

چونکہ یہ نکاح سفر میں ہوا تھا جو عمرۃُ القضاء کے لئے کیا گیا تھا، یعنی جب پہلے سال مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ داخل ہونے سے روک دیا تھا، تو معاہدہ کے تحت آئندہ سال اس قضاء شدہ عمرہ کو ادا کرنے کے لئے یہ سفر کیا گیا تھا۔

اس لئے حدیث کی کتابوں میں اس نکاح کا ذکر دو طرح آتا ہے، بعض روایات کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے جس وقت نکاح کیا، اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم احرام کی حالت میں تھے۔

اور دوسری روایات کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کے وقت احرام کی حالت میں نہیں تھے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن (حاشية مسند احمد)

[2] عن يزيد بن الأصم.حدثتني ميمونة بنت الحارث :أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -تزوجها وهو حلال .قال :وكانت خالتي وخالة ابن عباس (سنن ابن ماجه،رقم الحديث١٩٦٥)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابن ماجه)

عن أبان بن عثمان بن عفان عن أبيه، قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :- "المحرم لا ينكح ولا ينكح ولا يخطب(سنن ابن ماجه،رقم الحديث١٩٦٦)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابن ماجه)

ان دونوں طرح کی روایتوں کی وجہ سے فقہائے کرام میں بھی اختلاف ہوگیا کہ احرام باندھے ہوئے ہونے کی حالت میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟ حنفیہ کے نزدیک احرام کی حالت میں نکاح جائز ہے، اگرچہ صحبت کرنا جائز نہیں اور مالکیہ، شافعیہ، اور حنابلہ کے نزدیک احرام کی حالت میں نکاح جائز نہیں ہے، اور یہ اختلاف صرف نکاح میں ہے، نکاح کے بعد والی باتیں مثلاً بوس وکنار، صحبت وغیرہ احرام کی حالت میں کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں ہیں۔ [1]

ملاحظہ فرمائیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نکاح بھی کتنی سادگی کے ساتھ سفر کی حالت میں ہی ہوگیا، جبکہ سفر بھی عمرہ کی ادائیگی کے لئے تھا، یہاں تک کہ بعض روایات کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا احرام بھی شروع فرمادیا تھا، اور اگر احرام سے نکل گئے تھے، تب بھی عمرہ کے بعد مگر سفر کی حالت ہی میں تھا، اور مکہ مکرمہ میں ہی ولیمہ بھی کرنا چاہا، لیکن جب مکہ کے مشرکین کی طرف سے وہاں ٹھہرنے کی اجازت نہیں ملی، تو واپسی پر مقامِ "سرف" میں پہنچ کر آپ نے اپنی زوجہ حضرت میمونہ سے زفاف اور تخلیہ فرمایا، مگر معتبر احادیث میں اس نکاح کے ولیمہ کا ذکر نہیں ملا، اگر ولیمہ نہ کیا جائے، بطور خاص جبکہ اس کی گنجائش نہ ہو، یا حالات نہ

---

[1] اختلف الفقهاء فی اشتراط خلو ولی النكاح من الإحرام بحج أو عمرة إلى رأيين :الرأى الأول :يرى أنه يشترط خلوه من الإحرام بحج أو عمرة، وهو رأى المالكية، والشافعية والحنابلة.
فالمحرم بأحدهما لا يصح منه تولى عقد النكاح، قال المالكية :فإن عقد فسخ أبدا.
وقال الشافعية :وهذا الشرط عام فی الولی ولو حاكما أو الزوج، أو الوكيل عن أحدهما أو الزوجة، لحديث :لا ينكح المحرم ولا ينكح ولا يخطب ، ولكن إحرام الولی لا ينقل الولاية للولی الأبعد فی الأصح.
الرأى الثانی :يرى أبو حنيفة وأبو يوسف ومحمد أنه لا بأس للمحرم أن ينكح وينكح ويخطب ولكنه إن تزوج فلا ينبغی له أن يدخل حتى يحل.
واستدلوا بما ورد عن ابن عباس رضی الله عنهما " :تزوج النبی صلى الله عليه وسلم ميمونة بنت الحارث وهو محرم) وقالوا :إذا كانت حرمة الصيام لا تمنع عقد النكاح فكذلك حرمة الإحرام لا تمنع عقد النكاح أيضا.
وروى الطحاوی عن ابن مسعود وابن عباس وأنس بن مالك رضی الله عنهم أنهم لا يرون بأسا بتزوج المحرم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۱، ص ۲۵۷، مادة " نكاح")

ہوں،تو بھی حرج کی بات نہیں۔

بہر حال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح اور زفاف کے لئے مدینہ منورہ پہنچنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔

کتنی سادگی تھی،کوئی تکلف نہیں،کوئی اسراف اور فضول خرچی نہیں،دور دراز سے رشتہ داروں اور دوستوں کونکاح وغیرہ کے لئے جمع کرنے کا اہتمام نہیں۔

جس سے معلوم ہوا کہ نکاح اور رخصتی کے لئے شریعت کی طرف سے تکلفات کی تعلیم نہیں، بلکہ سادگی اور آسانی کی تعلیم ہے۔

(8)......نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

جَاءَ تْ جُوَيْرِيَةُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ:إِنِّيْ وَقَعْتُ فِي السَّهْمِ لِثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ أَوْ لِابْنِ عَمٍّ لَهُ فَكَاتَبْتُهُ عَلٰى نَفْسِيْ، فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْتَعِيْنُهٗ عَلٰى كِتَابِيْ ،فَقَالَ:هَلْ لَكِ فِيْ خَيْرٍ مِنْ ذٰلِكَ أَقْضِيْ كِتَابَكِ وَأَتَزَوَّجُكِ؟ قَالَتْ:نَعَمْ،قَالَ:فَقَدْ فَعَلْتُ (مسند أبی یعلی، رقم الحدیث ۴۹۶۳) [1]

ترجمہ: حضرت جویریہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں،اور یہ عرض کیا کہ میں ثابت بن قیس بن شمّاس یا ان کے چچا زاد بھائی کے حصہ میں (بطور باندی کے) آئی ہوں، پھر میں نے ان سے اپنی آزادی کے لئے کتابت کا معاملہ کرلیا،اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس لئے آئی ہوں،تا کہ

---

[1] قال حسین سلیم أسد الدرانی:
إسناده صحیح (حاشیة مسند ابی یعلیٰ)

کتابت کے معاوضہ میں مدد طلب کروں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں آپ کو اس سے بہتر بات نہ بتادوں؟ میں آپ کی کتابت کا معاوضہ ادا کردیتا ہوں، اور آپ سے نکاح کرلیتا ہوں، حضرت جویریہ نے عرض کیا کہ بے شک! (میں اس پر راضی ہوں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ایسا کرلیا (ابویعلیٰ)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت کے اخیر میں یہ بھی ہے کہ:

فَلَمَّا بَلَغَ الْمُسْلِمِينَ ذٰلِكَ، قَالُوْا: أَصْهَارُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَرْسَلُوْا مَا كَانَ بِأَيْدِيْهِمْ مِنْ سَبَايَا بَنِيْ الْمُصْطَلِقِ، فَلَقَدْ عُتِقَ بِتَزْوِيْجِهِ مِائَةُ أَهْلِ بَيْتٍ مِنْ بَنِي الْمُصْطَلِقِ، قَالَتْ: فَمَا أَعْلَمُ امْرَأَةً كَانَتْ أَعْظَمَ بَرَكَةً عَلٰى قَوْمِهَا مِنْهَا (صحیح ابن حبان) [1]

ترجمہ: پھر جب لوگوں کو یہ خبر پہنچی (کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جویریہ سے نکاح کرلیا ہے) تو لوگ کہنے لگے کہ یہ (اللہ کے رسول ﷺ کے) سسرال والے بن گئے، چنانچہ انہوں نے بنی مصطلق قبیلہ کے (جس قبیلہ سے حضرت جویریہ کا تعلق تھا) اپنے اپنے غلام آزاد کردیئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نکاح کرنے کی وجہ سے بنی مصطلق قبیلہ کے سو افراد آزاد کئے گئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے علم میں نہیں کہ کوئی عورت اپنی قوم کے لئے حضرت جویریہ سے زیادہ باعثِ برکت ثابت ہوئی ہو (ابن حبان)

ملاحظہ فرمایئے کہ اتنی مبارک خاتون تھیں، مگر نکاح کتنی سادگی کے ساتھ ہوا کہ جب حضرت جویریہ کتابت کے لئے مدد طلب کرنے کی غرض سے حاضر ہوئیں، اسی وقت ان سے نبی

---

[1] رقم الحدیث ۴۰۵۵، کتاب النکاح.

قال شعیب الارنؤوط:

إسناده قوی (حاشیة صحیح ابن حبان)

صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کرلیا، نہ تو نکاح کے لئے کوئی تاریخ مقرر ہوئی، اور نہ ہی رضامندی نکاح کے لئے مستقل طور پر باقاعدہ کوئی مجلس قائم کی گئی۔

غلام یا باندی کے حق میں ''کتابت'' اس کو کہا جاتا ہے کہ جس غلام یا باندی کے ساتھ اس کے مالک کا یہ معاہدہ ہوجائے کہ اتنا مال مجھے دے دو تو تم آزاد ہو، اس طرح کتابت کا معاملہ حضرت جویریہ نے بھی اپنے مالک کے ساتھ کیا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا معاوضہ ادا کرنے کی ذمہ داری اٹھا کر ان سے نکاح کرلیا۔ [1]

اس نکاح میں نہ تو سب لوگوں کو جمع کیا گیا، اور نہ ہی سب کو نکاح کی اطلاع دینے کا اہتمام کیا گیا، جب لوگوں کو خود سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان سے نکاح کرلینے کا پتہ چلا تو بہت سے لوگوں نے حضرت جویریہ کے قبیلہ کے غلاموں کو جوان کی تحویل میں تھے، آزاد کردیا، یہ سب کچھ صحابۂ کرام کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت اور امہات المومنین کی عظمت کی وجہ سے تھا، مگر اس عقیدت ومحبت اور عظمت کے باوجود کسی نے نہ تو ولیمہ یا بارات کا تقاضا کیا، اور نہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کی ضرورت سمجھی۔

---

[1] عقد الكتابة :هو عقد بين السيد ومملوكه على مال يوجب تحرير يد المملوك (أى تصرفه) فى الحال ورقبته فى المآل وهو من محاسن الإسلام، إذ فيه فتح باب الحرية للأرقاء ، وعقد الكتابة يوجب تأجيل العوض المكاتب به إلى أجل معين عند جمهور الفقهاء ، فإذا أداه المكاتب عتق، فيكون هذا العقد مؤقتا بتأقيت العوض فيه . فإذا وفى بما التزمه انتهى عقد الكتابة، وعتق، وإن لم يوف أو عجز نفسه، انتهى عقد الكتابة وعاد رقيقا، على تفصيل فى ذلك(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢ص٢٧، مادة "اجل")

وفيه أيضا حكم يختص بالنبى دون غيره، وهو أن يؤدى كتابة مكاتبة غيره لتعتق بذلك، ويكون عتقه مهرها لتكون زوجته، فهذا لا يجوز :لأحد غير النبى، وهذا إذا كان جائزا للنبى فجعله عتق الذى تولى عتقه هو مهرا لمن أعتقه أولى وأحرى أن يجوز. وقال البيهقى :قال القاضى البرنى :قال لى يحيى بن أكتم :هذا كان للنبى خاصة، وكذا روى عن الشافعى أنه حمله على التخصيص، وموضع التخصيص أنه أعتقها مطلقا ثم تزوجها على غير مهر(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج٤،ص٨٨، كتاب الصلاة،باب ما يذكر فى الفخذ)

(9)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، حِيْنَ تَأَيَّمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ مِنْ خُنَيْسِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا، تُوُفِّيَ بِالْمَدِيْنَةِ، قَالَ عُمَرُ: فَلَقِيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ، فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ، فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ، قَالَ: سَأَنْظُرُ فِيْ أَمْرِيْ، فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ، فَقَالَ: قَدْ بَدَا لِيْ أَنْ لَّا أَتَزَوَّجَ يَوْمِيْ هٰذَا، قَالَ عُمَرُ: فَلَقِيْتُ أَبَا بَكْرٍ، فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ، فَصَمَتَ أَبُوْ بَكْرٍ فَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا، فَكُنْتُ عَلَيْهِ أَوْجَدَ مِنِّيْ عَلٰى عُثْمَانَ، فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ فَلَقِيَنِيْ أَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ: لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِيْنَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ أَرْجِعْ إِلَيْكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِيْ أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ فِيْمَا عَرَضْتَ، إِلَّا أَنِّيْ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ ذَكَرَهَا، فَلَمْ أَكُنْ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَوْ تَرَكَهَا لَقَبِلْتُهَا (صحيح البخاری، رقم الحديث ۴۰۰۵، كتاب المغازی)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب (ان کی بیٹی) حفصہ بیوہ ہوگئیں، اوران کے شوہر خنیس بن حذافہ سہمی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور بدر میں شرکت کرنے والے تھے، مدینہ میں انتقال کر گئے، تو میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملا اور (اپنی بیوہ بیٹی) حفصہ کا ذکر کیا، اوران سے کہا

کہ اگر تم چاہو تو میں ان کا نکاح تمہارے ساتھ کردوں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں غور کرکے جواب دوں گا، میں کئی رات ٹھہرا رہا، پھر ملاقات ہونے پر حضرت عثمان نے فرمایا کہ مجھے فی الحال نکاح کرنے پر اطمینان نہیں ہوا، پھر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے کہا کہ اگر آپ چاہیں، تو میں (اپنی بیوہ بیٹی) حفصہ کا نکاح تمہارے ساتھ کردوں، حضرت ابوبکر خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہیں دیا، مجھ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس سرد مہری سے اس سے بھی زیادہ رنج ہوا، جتنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انکار سے ہوا تھا، میں کئی راتیں ٹھہرا رہا کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے حفصہ کے نکاح کا پیغام بھیجا، میں نے فوراً ان کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کردیا، اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے تو کہنے لگے کہ شاید تم کو میرا جواب نہ دینا ناگوار ہوا ہوگا، میں نے کہا کہ ایسا ہی ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ میں نے تم کو اس وجہ سے جواب نہ دیا تھا کہ رسول اللہ کا ان کا تذکرہ کرنا میرے علم میں آیا تھا، اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش نہیں کرنا چاہتا تھا، ہاں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حفصہ سے نکاح کا ارادہ ترک کردیتے تو میں ان سے نکاح کرلیتا (بخاری)

ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کس طرح خود ہی اپنی بیوہ بیٹی کے نکاح کا پیغام پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیا، اور پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمیت یہ تینوں حضرات خلفائے راشدین میں سے ہیں، جس سے پتہ چلا کہ بیوہ یا مطلقہ کے دوسرے نکاح کو عیب نہیں سمجھنا چاہئے اور یہ بھی پتہ چلا کہ لڑکی والوں یا لڑکی کے سرپرستوں کو خود کسی لڑکے یا اس کے سرپرست کو نکاح کا پیغام دینا جائز ہے، اور یہ عمل غیرت وحیاء کے خلاف نہیں، مگر آج کل لڑکی والوں کی طرف سے خود کسی جگہ نکاح کا پیغام ڈالنا

عیب سمجھا جاتا ہے، جس کے نتیجہ میں لڑکیوں کی عمریں گزر جاتی ہیں، وہ بوڑھی ہو جاتی ہیں۔
پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت حفصہ کے نکاح کا پیغام بھیجا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قبول فرما کر بغیر کسی رسم و رواج کے سادگی سے نکاح و رخصتی کر دی، جس میں امت کے لئے نکاح کو سادگی اور آسانی کے ساتھ کرنے کا سبق ہے۔

(10)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ

حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ ابْنِ جَحْشٍ فَهَلَكَ عَنْهَا وَكَانَ فِيمَنْ هَاجَرَ إِلَىٰ أَرْضِ الْحَبَشَةِ فَزَوَّجَهَا النَّجَاشِيُّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ عِنْدَهُمْ (سنن أبی داود) [1]

ترجمہ: وہ ابنِ جحش کے نکاح میں تھیں، اور ابنِ جحش ان لوگوں میں تھے، جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، وہیں ان کا انتقال ہو گیا، پس (شاہ حبشہ) نجاشی نے ان کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا، جبکہ وہ (یعنی امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نکاح کے وقت) حبشہ ہی میں تھیں (ابوداؤد)

اور حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ، زَوَّجَهَا النَّجَاشِيُّ، وَأَمْهَرَهَا أَرْبَعَةَ آلَافٍ، وَجَهَّزَهَا مِنْ عِنْدِهِ، وَبَعَثَ بِهَا مَعَ شُرَحْبِيلَ ابْنِ حَسَنَةَ، وَلَمْ يَبْعَثْ إِلَيْهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ، وَكَانَ مَهْرُ نِسَائِهِ أَرْبَعَ مِائَةِ دِرْهَمٍ (سنن النسائی) [2]

---

[1] رقم الحديث ٢٠٨٦، كتاب النكاح، باب في الولي.
قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية سنن ابى داود)

[2] رقم الحديث ٣٣٥٠، كتاب النكاح، باب القسط فى الأصدقة.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا اور وہ حبشہ کی زمین میں تھیں، اور ان کا (نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے) نکاح (حبشہ کے بادشاہ) نجاشی نے کیا، اور ان کے نکاح کا مہر چار ہزار درہم مقرر کیا، اور اپنی طرف سے (مہر سمیت) ان کے سفر کا سامان اور اخراجات بھی مہیا کیے، اور شرحبیل بن حسنہ کے ساتھ ان کو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس) بھیج دیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امِ حبیبہ کو کچھ نہیں بھیجا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور باقی ازواج مطہرات کا مہر چار سو درہم تھا (نسائی)

اور حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ جَحْشٍ، وَكَانَ أَتَى النَّجَاشِيَّ، وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ إِسْحَاقَ: وَكَانَ رَحَلَ إِلَى النَّجَاشِيِّ فَمَاتَ، وَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ أُمَّ حَبِيبَةَ وَإِنَّهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ، زَوَّجَهَا إِيَّاهُ النَّجَاشِيُّ وَمَهَرَهَا أَرْبَعَةَ آلَافٍ، ثُمَّ جَهَّزَهَا مِنْ عِنْدِهِ، وَبَعَثَ بِهَا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ شُرَحْبِيلَ ابْنِ حَسَنَةَ، وَجِهَازُهَا كُلُّهُ مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ، وَلَمْ يُرْسِلْ إِلَيْهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ، وَكَانَ مُهُورُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ مِائَةِ دِرْهَمٍ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٢٧٤٠٨) [1]

ترجمہ: وہ (پہلے) عبید اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں، ایک مرتبہ وہ (ملکِ حبشہ میں) نجاشی کے یہاں گئے اور وہیں فوت ہو گئے، پھر (عدت گزرنے کے بعد) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا، اس وقت وہ حبشہ کے ملک میں تھیں، نجاشی نے ان کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا، اور ان کا

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:

حديث رجاله ثقات، وقد اختلف في إسناده على الزُّهري (حاشية مسند احمد)

مہر چار ہزار درہم مقرر کیا، اور انہیں اپنے یہاں سے (مہر سمیت) سفر کا انتظام کر کے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ کی طرف) رخصت کر دیا، اور ان کے ساتھ شرحبیل بن حسنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ کر دیا، اور امِ حبیبہ کے سارے اخراجات (مہر سمیت) نجاشی کی طرف سے ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (یعنی امِ حبیبہ) کے پاس کچھ نہیں بھیجا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے مہر چار سو درہم رہے ہیں (مسند احمد)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

هَاجَرَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ جَحْشٍ بِأُمِّ حَبِيبَةَ بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَ وَهِيَ اِمْرَأَتُهُ إِلٰى أَرْضِ الْحَبَشَةِ، فَلَمَّا قَدِمَ أَرْضَ الْحَبَشَةِ، مَرِضَ، فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ، أَوْصٰى إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّ حَبِيبَةَ، وَبَعَثَ مَعَهَا النَّجَاشِيُّ شُرَحْبِيلُ بْنُ حَسَنَةَ (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ٦٠٢٧، کتاب الوصية) [1]

ترجمہ: عبید اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے حضرت امِ حبیبہ بنتِ ابی سفیان کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی، اور یہ ان کی بیوی تھیں، پھر جب وہ (اپنی اہلیہ کے ساتھ) حبشہ پہنچے، تو عبید اللہ بن جحش بیمار پڑ گئے، پھر جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا، تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (اپنی بیوی وغیرہ کے متعلق) وصیت کی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کی بیوہ) امِ حبیبہ سے (عدت گزرنے کے بعد) نکاح کر لیا، اور ان کے ساتھ (حبشہ کے بادشاہ) نجاشی نے شرحبیل بن حسنہ کو (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس) بھیجا (ابن حبان)

معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ، حبشہ میں

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط البخاری (حاشية صحيح ابن حبان)

ہو گیا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت وہاں موجود بھی نہ تھے، اور مہر اور مدینہ منورہ پہنچنے کا خرچہ بھی حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے اپنی طرف سے تبرعاً اداء کر دیا تھا۔ [1]

---

[1] (وجهزها من عنده) أى هيأ لها جهاز السفر، يقال :جهزت المسافر بالتثقيل :هيأت له جهازه، والجهاز أهبة السفر، وما يحتاج إليه فى قطع المسافة، وهو بفتح الجيم، وبه قرأ السبعة فى قوله تعالى :(فلما جهزهم بجهازهم)، والكسر لغة قليلة .قاله الفيومى(شرح سنن النسائى المسمى ذخيرة العقبى فى شرح المجتبى،لمحمد بن على بن آدم بن موسى، كتاب النكاح،باب القسط فى الأصدقة)

(عن أم حبيبة أنها كانت تحت عبد الله بن جحش) : بفتح الجيم وسكون الحاء قال السيد أصيل الدين :وقع فى نسخ المشكاة التى وقفت عليها عبد الله بن جحش وهو غلط والصواب عبيد الله بن جحش، يعنى بالتصغير كما فى سنن أبى داود وجامع الأصول والمنتقى، أقول :ويؤيده ما فى تهذيب الأسماء وكان زوجها قبل النبى -صلى الله عليه وسلم -عبيد الله بن جحش تنصر بالحبشة ومات نصرانيا وهو أخو عبد الله بن جحش الصحابى الجليل استشهد يوم أحد (فمات) : أى: زوجها (بالحبشة فزوجها النجاشى) : بفتح النون ويكسر وتخفيف الجيم والشين المعجمة والياء المخففة ويشدد لقب ملك الحبشة واسم الذى آمن "أصحمة "وقد يعد فى الصحابة والأولى أن لا يعد لأنه لم يدرك الصحبة، أى أنكحها (النبى -صلى الله عليه وسلم -) : أى :بأمره إياه (وأمهرها عنه) : أى :أصدقها النجاشى عن النبى -صلى الله عليه وسلم -(أربعة آلاف) : من الدراهم (وفى رواية أربعة آلاف درهم) : أى :بزيادة التمييز (وبعث بها) : أى :أرسل بأم حبيبة (إلى رسول الله -صلى الله عليه وسلم -مع شرحبيل) : بضم الشين وفتح الراء وسكون الحاء وكسر الموحدة غير منصرف على ما فى المغنى ولعل فيه العجمة مع العلمية وفى نسخة بالانصراف، وهو من مهاجرة الحبشة (ابن حسنة) : بفتحات أم شرحبيل (رواه أبو داود والنسائى) :وفى المواهب :وأم المؤمنين أم حبيبة رملة بنت أبى سفيان صخر بن حرب وقيل اسمها هند والأول أصح وأمها صفية بنت ابن العاص فكانت تحت عبيد الله بن جحش وهاجر بها إلى أرض الحبشة الهجرة الثانية ثم تنصر وارتد عن الإسلام ومات هناك وثبتت أم حبيبة على الإسلام واختلف فى وقت نكاح رسول الله -صلى الله عليه وسلم -إياها وموضع العقد فقيل إنه عقد عليها بأرض الحبشة سنة ست فروى أنه -صلى الله عليه وسلم -بعث عمرو بن أمية الضمرى إلى النجاشى ليخطبها عليه فزوجها إياه وأصدقها عنه أربعمائة دينارا وبعث بها إليه مع شرحبيل ابن حسنة وروى "بن حسنة "، وروى أن النجاشى أرسل إليها جاريته أبرهة فقالت :إن الملك يقول لك أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -كتب إلى أن أزوجك وأنها أرسلت إلى خالد بن سعيد بن العاص فوكلته وأعطت أبرهة سوارين وخاتم فضة سرورا بما بشرتها به فلما كان العشى أمر النجاشى جعفر بن أبى طالب ومن هناك من المسلمين فحضروا فخطب النجاشى فقال :الحمد لله الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن العزيز الجبار أشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدا عبده ورسوله أرسله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون، أما بعد فقد أجبت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بعض مؤرخین کے مطابق حبشہ کے بادشاہ نے اپنے یہاں گواہوں کی موجودگی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خود یہ نکاح کردیا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ہوتے ہوئے اس کو قبول فرمالیا تھا، اور بعض مؤرخین کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے اپنے نکاح کا نمائندہ اور وکیل بنا کر، وہاں کسی صحابی کو بھیجا تھا۔

اور نجاشی نے وہیں سے سادگی کے ساتھ حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رخصت کردیا تھا، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خود رخصتی کے لئے جانے کی بھی ضرورت محسوس نہیں ہوئی تھی، اور کوئی بارات وغیرہ کا بھی اہتمام نہیں کیا گیا تھا۔

ملاحظہ فرمایئے کہ! کتنی سہولت اور سادگی کے ساتھ یہ نکاح بھی ہوگیا کہ نکاح کی مجلس میں شوہر کی موجودگی بھی ضروری نہیں سمجھی گئی، اور نہ ہی رخصتی کے لئے شوہر کو بیوی کو لینے کی غرض سے کوئی بارات وغیرہ ساتھ لے کر جانا پڑا، بلکہ بیوی کو سادگی کے ساتھ شوہر کے پاس پہنچادیا گیا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إلى ما دعا إليه رسول الله -صلى الله عليه وسلم -وقد أصدقتها أربعمائة دينار ذهبا ثم صب الدنانير بين يدى القوم فتكلم خالد بن سعيد فقال :الحمد لله أحمده وأستعينه وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأن محمدا عبده ورسوله أرسله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون أما بعد فقد أجبت إلى ما دعا رسول الله -صلى الله عليه وسلم -وزوجته أم حبيبة بنت أبى سيفان فبارك الله لرسول الله -صلى الله عليه وسلم -ودفع الدنانير إلى خالد بن سعيد بن العاص فقبضها ثم أرادوا أن يقوموا فقال اجلسوا فإن سنة الأنبياء إذا تزوجوا أن يؤكل طعام على التزويج فدعا بطعام فأكلوا ثم تفرقوا .أخرجه صاحب الصفوة كما قاله الطبرى كان ذلك فى سنة سبع من الهجرة وخالد هذا هو ابن عم أبيها وكان أبو سيفان أبوها حال نكاحها مشركا محاربا لرسول الله -صلى الله عليه وسلم -وقد قيل :إن عقد النكاح عليها كان بالمدينة بعد رجوعها من أرض الحبشة، والمشهور الأول، اهـ .ومن كلام النجاشى " :ما أحب أن لى دبرا ذهبا -أى جبلا - وإنى آذيت رجلا من المسلمين(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٥، ص ٢٠١٢، ٢١٠٣، كتاب النكاح، باب الصداق)

[1] قال الشيخ إنما ساق النجاشى المهر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فأضيف التزويج إليه وكان الذى عقد عليها رسول الله صلى الله عليه وسلم عمرو بن أمية الضمرى ووكله بذلك

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ملحوظ رہے کہ ایک وقت میں چار سے زیادہ بیویاں نکاح میں رکھنے کی اجازت صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تھی، اور اس میں بہت سی حکمتیں تھیں، جس کی تفصیل متعلقہ کتابوں میں مذکور ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ رسول الله صلى الله عليه وسلم وبعث به إلى الحبشة فى ذلك، وقد روى أن الذى ولى تزويجها بالعقد عليها خالد بن سعيد بن العاص وهو ابن عم أبى سفيان إذ كان أبوها أبو سفيان كافرا لا ولاية له على مسلمة. وقد يحتمل أيضا أن يكون النجاشى قد عقد أولا فكان ذلك بمعنى التسمية فلم يعتبر صحته ثم أرسل رسول الله صلى الله عليه وسلم عمرو بن أمية الضمرى فاستأنف العقد وألزمه والله أعلم(معالم السنن، شرح سنن أبى داود، للخطابى، ج٣، ص ١٩٩، كتاب النكاح، ومن باب الولى)

قال القاضى عياض واختلفوا أين تزوجها فقيل بالمدينة بعد قدومها من الحبشة وقال الجمهور بأرض الحبشة قال واختلفوا فيمن عقد له عليها هناك فقيل عثمان وقيل خالد بن سعيد بن العاصى بإذنها وقيل النجاشى لأنه كان أمير الموضع وسلطانه قال القاضى والذى فى مسلم هنا أنه زوجها أبو سفيان غريب جدا وخبرها مع أبى سفيان حين ورد المدينة فى حال كفره مشهور ولم يزد القاضى على هذا وقال بن حزم هذا الحديث وهم من بعض الرواة لأنه لا خلاف بين الناس أن النبى صلى الله عليه وسلم تزوج أم حبيبة قبل الفتح بدهر وهى بأرض الحبشة وأبوها كافر وفى رواية عن بن حزم أيضا أنه قال موضوع قال والآفة فيه من عكرمة بن عمار الراوى عن أبى زميل وأنكر الشيخ أبو عمرو بن الصلاح رحمه الله هذا على بن حزم وبالغ فى الشناعة عليه قال وهذا القول من جسارته فإنه كان هجوما على تخطئة الأئمة الكبار وإطلاق اللسان فيهم قال ولا نعلم أحدا من أئمة الحديث نسب عكرمة بن عمار إلى وضع الحديث وقد وثقه وكيع ويحيى بن معين وغيرهما وكان مستجاب الدعوة قال وما توهمه بن حزم من منافاة هذا الحديث لتقدم زواجها غلط منه وغفلة لأنه يحتمل أنه سأله تجديد عقد النكاح تطييبا لقلبه لأنه كان ربما يرى عليها غضاضة من رياسته ونسبه أن تزوج بنته بغير رضاه أو أنه ظن أن إسلام الأب فى مثل هذا يقتضى تجديد العقد وقد خفى أوضح من هذا على أكبر مرتبة من أبى سفيان ممن كثر علمه وطالت صحبته هذا كلام أبى عمرو رحمه الله وليس فى الحديث أن النبى صلى الله عليه وسلم جدد العقد ولا قال لأبى سفيان إنه يحتاج إلى تجديده فلعله صلى الله عليه وسلم أراد بقوله نعم أن مقصودك يحصل وإن لم يكن بحقيقة عقد والله أعلم(شرح النووى علىٰ مسلم، ج١٦ ص٦٣، ٦٤، كتاب الفضائل، باب من فضائل أبى سفيان صخر بن حرب رضى الله عنه)

[1] يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا (سورة الأحزاب، رقم الايت، ٥٠)

یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد نکاحوں کے مختصر نمونے تھے، جو مستند حوالوں کی روشنی میں ذکر کیے گئے، جن میں نہ کسی مروَّجہ رسم کا ذکر ہے، اور نہ ہی کسی قسم کی فضول خرچی کا اور نہ ہی نکاح کے پیغام اور منگنی یا نکاح اور رخصتی اور مہر یا ولیمہ میں کسی قسم کی دشواری کا ذکر ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر چاہتے، تو نکاح پر بہت سامال خرچ کر سکتے تھے۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہنے والے مریدین اور شاگردوں کی تعداد بھی لاکھوں میں تھی، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے نکاح میں اور نہ ہی رخصتی کے موقع پر اور نہ ہی ولیمہ میں ان کی شرکت کو ضروری سمجھا، اور نہ ہی دور دراز سے سفر کر کے کسی کو نکاح یا ولیمہ میں شرکت کی دعوت دینے کی ضرورت سمجھی۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مقام اور منصب اور آپ کا جو ساری مخلوق میں اعلیٰ نسب ہے، وہ سب کو معلوم ہے، اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سادہ نکاح اور نکاح کے متعلقات ولوازمات کو اختیار فرمایا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں دوسروں کا کیا درجہ ہے۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ، وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ، وَاصْطَفٰى بَنِيْ هَاشِمٍ مِنْ قُرَيْشٍ، وَاصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ، فَأَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ، وَأَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ، وَأَوَّلُ شَافِعٍ، وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٦٢٤٢، كتاب التاريخ، باب بدء الخلق) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے اسماعیل کی اولاد میں سے کنانہ (قبیلہ) کو منتخب فرمایا، اور کنانہ میں سے قریش کو منتخب فرمایا، اور قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب فرمایا، اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا، پس میں

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط الصحيح (حاشية ابنِ حبان)

آدم کی اولاد کا سردار ہوں، اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں، اور سب سے پہلا میں وہ شخص ہوں گا، جس کے لئے (قیامت قائم ہونے پر) زمین کو شق کیا جائے گا، اور میں (قیامت کے دن، اللہ کے حضور) سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا، اور میں ہی سب سے پہلے شفاعت قبول کئے جانے والا ہوں گا (ابنِ حبان)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: أَنَا أَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجًا إِذَا بُعِثُوْا، وَأَنَا خَطِیْبُھُمْ إِذَا وَفَدُوْا، وَأَنَا مُبَشِّرُھُمْ إِذَا أَیِسُوْا، لِوَاءُ الْحَمْدِ یَوْمَئِذٍ بِیَدِیْ، وَأَنَا أَکْرَمُ وَلَدِ آدَمَ عَلٰی رَبِّیْ وَلَا فَخْرَ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں زمین سے سب سے پہلے نکلوں گا، اور جب لوگ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے، تو میں ان کا متکلم اور ترجمان ہوں گا اور جب وہ ہر طرف سے مایوس و ناامید ہوگئے ہوں گے میں ہی انہیں بشارت (وخوشخبری) دوں گا اور اس دن حمد کا (یعنی سب سے عظیم و قابلِ تعریف) جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا، میں تمام ابنِ آدم (اور تمام انسانوں) میں اللہ کے نزدیک بہتر ہوں اور اس پر مجھے کوئی فخر (وغرور) نہیں (ترمذی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: أَنَا سَیِّدُ وَلَدِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

[1] رقم الحدیث ۳۶۱۰، ابواب المناقب، باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم.
قال الترمذی:
ھذا حدیث حسن غریب.

وَلَا فَخْرَ، وَبِيَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ، وَمَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ إِلَّا تَحْتَ لِوَائِیْ، وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وَلَا فَخْرَ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کا سردار ہوں اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں، میرے ہی ہاتھ میں (قیامت کے دن سب سے عظیم اور قابلِ تعریف) حمد کا جھنڈا ہوگا، اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں، اور اس دن آدم علیہ السلام سمیت ہر نبی میرے جھنڈے تلے ہوگا، میں ہی وہ شخص ہوں، جس کی زمین (قیامت کے دن) سب سے پہلے شق ہوگی اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں (ترمذی)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْأَرْضُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ، وَلِوَاءُ الْحَمْدِ بِيَدِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ (سنن ابن ماجه) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدم کی سب اولاد کا سردار ہوں اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں ہے، اور قیامت کے دن زمین سب سے پہلے میرے لئے شق ہوگی (اور میں سب سے پہلے زمین سے باہر نکلوں

---

[1] رقم الحديث ٣٦١٥، ابواب المناقب، باب فی فضل النبی صلی الله عليه وسلم.
قال الترمذی:
وفی الحديث قصة وهذا حديث حسن.

[2] رقم الحديث ٤٣٠٨، كتاب الزهد، باب ذكر الشفاعة.
قال شعيب الارنؤوط:
صحيح لغيره (حاشية سنن ابنِ ماجه)

گا) اور اس پر مجھے فخر (وغرور) نہیں، اور میں سب سے پہلے (اللہ کے حضور بندوں کی) شفاعت کروں گا اور میری شفاعت سب سے پہلے قبول ہوگی، اور اس پر مجھے کوئی فخر (وغرور) نہیں، اور قیامت کے دن حمد کا (سب سے عظیم اور قابلِ تعریف) جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا، اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں (ابنِ ماجہ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، كُنْتُ إِمَامَ النَّاسِ، وَخَطِيْبَهُمْ، وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ، وَلَا فَخْرَ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۲۱۲۴۹) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں تمام لوگوں کا امام (یعنی رہبر وپیشوا) اور خطیب (یعنی متکلم) اور صاحبِ شفاعت ہوں گا اور اس پر مجھے کوئی فخر (وغرور) نہیں (مسند احمد)

اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، كُنْتُ إِمَامَ النَّبِيِّيْنَ وَخَطِيْبَهُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ، غَيْرَ فَخْرٍ (سنن ابنِ ماجه) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا، تو میں نبیوں کا امام (یعنی رہبر وپیشوا) اور ان کا خطیب (ومتکلم) اور ان کی طرف سے شفاعت کرنے والا ہوں گا، جس پر مجھے کوئی فخر (وغرور) نہیں (ابنِ ماجہ)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ۴۳۱۴، كتاب الزهد، باب ذكر الشفاعة.
قال شعيب الارنؤوط:
صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن فى المتابعات والشواهد (حاشية سنن ابنِ ماجه)

مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن دوسرے نبیوں کے پیشوا اور ان کی طرف سے اللہ کے حضور کلام اور شفاعت کرنے والے ہوں گے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: أَنَا سَیِّدُ وَلَدِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا فَخْرَ، وَأَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْہُ الْأَرْضُ، وَأَوَّلُ شَافِعٍ، وَمُشَفَّعٍ، بِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ، تَحْتِیْ آدَمُ فَمَنْ دُوْنَہٗ (صحیح ابن حبان) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں گا قیامت کے دن، اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں، اور میں سب سے پہلا وہ شخص ہوں گا، جس کے لئے زمین کو شق کیا جائے گا، اور میں ہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا، اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی، میرے ہاتھ میں (قیامت کے دن) حمد کا (سب سے عظیم اور قابلِ تعریف) جھنڈا ہوگا، میرے نیچے آدم ہوں گے، پھر وہ لوگ ہوں گے جو ان سے نیچے ہوں گے (ابنِ حبان)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] (وعن أبی بن کعب، عن النبی -صلی اللہ علیہ وسلم- قال :إذا کان یوم القیامۃ کنت إمام النبیین) : بکسر الھمزۃ فی نسخ المشکاۃ .وقال التوربشتی :إنہ بکسرھا، والذی یفتحھا وینصبھا علی الظرف لم یصب، ذکرہ الطیبی وقال شارح :فتحھا لیس بصواب، وقال ابن الملک :الفتح غلط .أقول :إن کان بحسب الروایۃ فلا مجال، وإن کان من حیث الدرایۃ فلہ وجہ لا محالۃ، وھو أنہ یرید بہ مقدمھم کما تقدم من قولہ؟ وأنا قائدھم إذا وفدوا، بل لا یظھر لإمامتھم حینئذ إلا ھذا المعنی (وخطیبھم) ، أی إذا أنصتوا کما سبق (وصاحب شفاعتھم) أی :فی المقام المحمود (غیر فخر) أی :غیر مفتخر أو من غیر فخر(مرقاۃ المفاتیح، ج۹ ص ۳۶۹۰، کتاب الفضائل،باب فضائل سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ)

[2] رقم الحدیث ۶۴۷۸، کتاب التاریخ، باب الحوض والشفاعۃ.

قال شعیب الارنؤوط:

حدیث صحیح لغیرہ(حاشیۃ ابنِ حبان)

أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:أَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ (سنن الدارمی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں رسولوں کا قائد (وپیشوا) ہوں، اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں، اور میں خاتم النبیین ہوں، اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں، اور میں (قیامت کے دن) سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں، اور میں سب سے پہلے شفاعت قبول کئے جانے والا ہوں، اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں (دارمی)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:أَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَا فَخْرَ، مَا مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَهُوَ تَحْتَ لِوَائِی یَوْمَ الْقِیَامَةِ یَنْتَظِرُ الْفَرَجَ، وَإِنَّ مَعِیْ لِوَاءَ الْحَمْدِ، أَنَا أَمْشِیْ وَیَمْشِی النَّاسُ مَعِیْ حَتّٰی آتِیَ بَابَ الْجَنَّةِ فَأَسْتَفْتِحُ فَیُقَالُ:مَنْ هٰذَا؟ فَأَقُوْلُ:مُحَمَّدٌ، فَیُقَالُ:مَرْحَبًا بِمُحَمَّدٍ، فَإِذَا رَأَیْتُ رَبِّیْ خَرَرْتُ لَهُ سَاجِدًا أَنْظُرُ إِلَیْهِ (مستدرک حاکم،رقم الحدیث ۸۲، کتاب الایمان) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا، اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں، ہر ایک قیامت کے دن میرے

---

[1] رقم الحدیث ۵۰، المقدمة، باب ما أعطی النبی صلی الله علیه وسلم من الفضل.
قال حسین سلیم اسد الدارانی:
إسناده جید(حاشیة سنن الدارمی)

[2] قال الحاکم:
هذا حدیث کبیر فی الصفات والرؤیة صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه "
وقال الذهبی فی التلخیص:
علی شرطهما ولم یخرجاه.

جھنڈے کے نیچے ہوگا، جو تکلیف دور ہونے کا انتظار کرے گا، اور میرے ساتھ حمد کا (سب سے عظیم اور قابلِ تعریف) جھنڈا ہوگا، میں چلوں گا اور لوگ میرے ساتھ چلیں گے، یہاں تک کہ میں جنت کے دروازے پر پہنچوں گا، پھر میں دروازہ کھلواؤں گا، پھر کہا جائے گا کہ یہ کون ہے، تو میں کہوں گا کہ محمد ہوں، پھر کہا جائے گا کہ محمد کو خوش آمدید، اور میں جب اپنے رب کو دیکھوں گا تو میں رب تعالیٰ کو دیکھتے ہوئے سجدہ میں گر پڑوں گا (حاکم)

معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام اولادِ آدم اور نبیوں کے سردار ہیں، آپ ہی کو قیامت کے دن سب سے پہلے قبر مبارک سے اٹھایا جائے گا، آپ کو ہی سب سے پہلے شفاعت کا حق دیا جائے گا، اور قیامت کے دن سب سے پہلے آپ ہی کی شفاعت قبول کی جائے گی، اور جنت کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے پر ہی سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا، اور آپ کا جنت کے دروازہ پر سب سے پہلے استقبال کیا جائے گا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا ہوگا، جو سب سے بڑا اور اعزاز واکرام والا جھنڈا ہوگا، جس کے نیچے حضرت آدم علیہ السلام سمیت دوسری عظیم ہستیاں ہوں گی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں بھی سب سے اعلیٰ نسب ہے۔ [1]

---

[1] (لواء الحمد) : اللواء بالكسر والمد العلم، وفى العرصات مقامات لأهل الخير والشر ينصب فى كل مقام لكل متبوع لواء يعرف له، قدوة حق كان أو أسوة باطل، وأعلى تلك المقامات مقام الحمد، ففى النهاية :اللواء الراية، ولا يمسكها إلا صاحب الجيش، يريد به انفراده بالحمد يوم القيامة، وشهرته على رء وس الخلائق، فوضع اللواء موضع الشهرة.

قال الطيبى :فعلى هذا لواء الحمد عبارة عن الشهرة، وانفراده بالحمد على رء وس الخلائق، ويحتمل أن يكون لحمده لواء يوم القيامة حقيقة يسمى لواء الحمد، وعليه كلام الشيخ التوربشتى حيث قال :لا مقام من مقامات عباد الله الصالحين أرفع وأعلى من مقام الحمد ودونه ينتهى سائر المقامات، ولما كان نبينا سيد المرسلين أحمد الخلائق فى الدنيا والآخرة أعطى لواء الحمد ليأوى إلى لوائه الأولون والآخرون، وإليه الإشارة بقوله -صلى الله عليه وسلم :(آدم ومن دونه تحت لوائى) ولهذا المعنى افتتح كتابه بالحمد واشتق اسمه من الحمد، فقيل :محمد وأحمد، وأقيم يوم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ومنصب کومختصر لفظوں میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ:

بعد از خدا بزرگ توہی قصہ مختصر

لہٰذا ہمارے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاحوں سے بہتر کوئی اور نکاح نہیں ہوسکتا۔

مگران سب باتوں کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ سلم کے جتنے بھی نکاح ہوئے، وہ انتہائی آسان اور سادہ ہوئے، کسی قسم کی رسم ورواج کا اہتمام نہ کیا گیا، اور سادگی اور آسانی سے نکاح کرنے کی وجہ نہ تو آپ کے دنیا میں کسی مقام اور اعزاز واکرام میں کمی واقع ہوئی، اور نہ آخرت کے کسی درجہ میں کمی آئی۔

مگر آج نکاح اور شادی بیاہ کے سادگی اور آسانی سے کرنے کو معیوب سمجھا جاتا ہے، اور ایسا کرنے والے پر طعن وتشنیع کی جاتی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورة الاحزاب، رقم الآية ٢١)

ترجمہ: بلاشبہ یقیناً ہے، تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ (سورہ احزاب)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر عمل پوری امت کے لئے نمونہ ہے، جس میں نماز روزہ بھی داخل ہے اور نکاح، رخصتی اور اس کے طریقے بھی۔

اے مسلمان خواتین وحضرات! کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ غفلت سے نکلیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وسیرت کے مطابق ''شادی'' کو ''سادی'' اور آسان بنا کر دنیا وآخرت کی

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

القيامة المقام المحمود، ويفتح عليه فى ذلك المقام من المحامد ما لم يفتح على أحد قبله، ولا يفتح على أحد بعده، وأمد أمته ببركته من الفضل الذى آتاه، فنعت أمته فى الكتب المنزلة قبله بهذا النعت فقال :أمته الحمادون يحمدون الله فى السراء والضراء لله الحمد أولا وآخرا ولا فخر، فإن مرتبة القرب المرتب عليه اللقاء الناشء عن تمام الرضا، والفناء بالبقاء أعلى من ذلك لخلوص التوجه إلى المولى ونسيان ما سواه من الورى(مرقاة المفاتيح، ج٩ص ٣٦٨٦، كتاب الفضائل،باب فضائل سيد المرسلين صلوات الله وسلامه عليه)

بھلائی کا سامان کریں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ وصحابیات کا درجہ ہے، اب ان کے نکاح کے چند نمونے بھی ملاحظہ فرمائیے، تاکہ واضح ہوجائے کہ نکاح کو سادہ اور آسان کرنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں تھا، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وسنت کی اتباع میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی سادگی وآسانی کے ساتھ نکاح ورخصتی کے معمولات انجام دیئے ہیں۔

(11)......حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے نکاح کا واقعہ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی بیٹی تھیں، جن کا نکاح، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا، احادیث وروایات میں ان کے نکاح کا ذکر اور تفصیل ملتی ہے، جس کا ذیل میں تذکرہ کیا جاتا ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا تَزَوَّجَ عَلِيٌّ فَاطِمَةَ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعْطِهَا شَيْئًا، قَالَ: مَا عِنْدِي شَيْءٌ، قَالَ: أَيْنَ دِرْعُكَ الْحُطَمِيَّةُ؟ (سنن أبي داود)[1]

ترجمہ: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ فاطمہ کو کچھ (مہر) دیجئے، حضرت علی نے عرض کیا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری حطمی زرہ کہاں ہے؟ (ابوداؤد)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

---

[1] رقم الحديث ٢١٢٥، كتاب النكاح، باب في الرجل يدخل بامرأته قبل أن ينقدها شيئا.
قال شعيب الارنؤوط:
حديث صحيح (حاشية سنن ابى داود)

أَنَّ عَلِيًّا، قَالَ:تَزَوَّجْتُ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، فَقُلْتُ:يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، ابْنِ بِيْ، قَالَ:أَعْطِهَا شَيْئًا قُلْتُ:مَا عِنْدِيْ مِنْ شَيْءٍ، قَالَ:فَأَيْنَ دِرْعُكَ الْحُطَمِيَّةُ؟ قُلْتُ:هِيَ عِنْدِيْ، قَالَ:فَأَعْطِهَا إِيَّاهُ (سنن النسائی، رقم الحديث ٣٣٧٥، كتاب النكاح، باب تحلة الخلوة)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت فاطمہ سے نکاح کیا، پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے ساتھ (حضرت فاطمہ کی) رخصتی کردیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے آپ ان کو کچھ (مہر) دے دیجئے، میں نے عرض کیا کہ میرے پاس تو (مہر میں دینے کے لئے) کچھ نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ حطمی زرہ کہاں ہے؟ (حطمیہ نامی شخص عرب میں زرہ بنایا کرتا تھا یہ نسبت اسی کی طرف ہے) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ وہ زرہ تو میرے پاس موجود ہے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم وہی زرہ (مہر میں) فاطمہ کو دے دو (نسائی)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَرَدْتُ أَنْ أَخْطُبَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَتَهُ، فَقُلْتُ: مَا لِيْ مِنْ شَيْءٍ فَكَيْفَ؟ ثُمَّ ذَكَرْتُ صِلَتَهُ وَعَائِدَتَهُ، فَخَطَبْتُهَا إِلَيْهِ، فَقَالَ:هَلْ لَكَ مِنْ شَيْءٍ؟قُلْتُ:لَا قَالَ:فَأَيْنَ دِرْعُكَ الْحُطَمِيَّةُ الَّتِيْ أَعْطَيْتُكَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا؟قَالَ:هِيَ عِنْدِيْ،قَالَ:فَأَعْطِنِيْهَا،قَالَ: فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهُ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٦٠٣) [1]

ترجمہ: جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی (حضرت فاطمہ)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

کے لیے نکاح کا پیغام بھیجنے کا ارادہ کیا، تو میں نے دل میں کہا کہ میرے پاس تو کچھ ہے نہیں، پھر یہ کیسے ہوگا؟ پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہربانی اور شفقت کو یاد کیا، پھر میں نے نکاح کا پیغام بھیج دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس (مہر میں دینے کے لئے) کچھ ہے بھی؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری وہ حطمیہ زرہ کیا ہوئی، جو میں نے تمہیں فلاں دن دی تھی؟ حضرت علی نے عرض کیا کہ وہ تو میرے پاس موجود ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر وہی زرہ دے دو، چنانچہ میں نے وہ زرہ لا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی (مسند احمد)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عَلِيًّا لَمَّا تَزَوَّجَ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَرَادَ أَنْ يَّدْخُلَ بِهَا، فَمَنَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى يُعْطِيَهَا شَيْئًا، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ لِيْ شَيْءٌ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعْطِهَا دِرْعَكَ، فَأَعْطَاهَا دِرْعَهُ، ثُمَّ دَخَلَ بِهَا

(سنن أبی داود) [1]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا، تو حضرت علی نے حضرت فاطمہ کی رخصتی چاہی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع فرما دیا، تاوقتیکہ وہ پہلے حضرت فاطمہ کو کچھ (مہر) دیں، حضرت علی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے پاس تو کچھ نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اپنی

---

[1] رقم الحدیث ۲۱۲۶، کتاب النکاح، باب فی الرجل یدخل بامرأته قبل أن ینقدها شیئا.
قال شعیب الارنؤوط:
صحیح لغیرہ (حاشیة سنن ابی داود)

زرہ ہی دے دو، تو حضرت علی نے حضرت فاطمہ کو اپنی زرہ دی، پھر حضرت علی نے (حضرت فاطمہ کے ساتھ) رخصتی کا عمل کیا (ابوداود)

ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مہر میں دینے کے لئے کچھ نہیں تھا، البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دی ہوئی جنگ کے موقعہ پر جسم کی حفاظت کے لئے پہنے جانی والی زرہ ان کے پاس تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی مہر میں دلوادی۔

مہر چونکہ ضروری ہے، اس لئے رخصتی سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تو مطالبہ فرمایا، لیکن کسی اور چیز کا مطالبہ نہیں فرمایا، نہ یہ فرمایا کہ تمہارے گھر میں میری بیٹی کی ضرورت و آسائش کے لئے کیا سامان ہے، جب تک وہ سامان مہیا نہیں کروگے، رخصتی نہیں ہوگی، اور نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی غربت کو بنیاد بنا کر اپنی عظیم بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح ورخصتی کو مانع سمجھا۔

آج امت میں ایسے نکاح کی مثالیں کہاں ملیں گی؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَهَّزَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ فِيْ خَمِيْلٍ، وَقِرْبَةٍ، وَوِسَادَةِ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفُ الْإِذْخِرِ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٦٤٣) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جہیز میں اونی چادر، ایک پانی کا مشکیزہ (یعنی صراحی یا جگ) اور چمڑے کا تکیہ دیا تھا، جس میں اذخر نامی گھاس (Camel grass) بھری ہوئی تھی (مسند احمد)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

---

[1] قال شعیب الارنوؤط:
إسناده قوی (حاشية مسند احمد)

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا زَوَّجَهُ فَاطِمَةَ بَعَثَ مَعَهُ بِخَمِيلَةٍ وَوِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ، وَرَحَيَيْنِ وَسِقَاءٍ وَجَرَّتَيْنِ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۸۱۹) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو جہیز میں اونی چادر اور چمڑے کا تکیہ دیا تھا، جس میں اذخر نامی گھاس بھری ہوئی تھی نیز دو چکیاں، ایک مشکیزہ اور دو مٹی کے مٹکے بھی دیئے تھے (مسند احمد)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتٰى عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ، وَهُمَا فِي خَمِيلٍ لَهُمَا، وَالْخَمِيلُ: اَلْقَطِيفَةُ الْبَيْضَاءُ مِنَ الصُّوفِ، قَدْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَهَّزَهُمَا بِهَا، وَوِسَادَةٍ مَحْشُوَّةٍ إِذْخِرًا، وَقِرْبَةٍ (سنن ابن ماجه) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے پاس آئے، اور وہ دونوں اس وقت اپنی خمیل میں تھے، اور خمیل سے مراد اُون کی سفید چادر ہے، جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن دونوں کو جہیز میں دی تھی، اور ایک اِذخر نامی گھاس سے بھرا ہوا تکیہ دیا تھا، اور ایک پانی کا مشکیزہ (یعنی صراحی یا جگ) دیا تھا (ابنِ ماجہ)

حضرت اسماء بنتِ عمیس سے روایت ہے کہ:

لَمَّا أُهْدِيَتْ فَاطِمَةُ إِلٰى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ لَمْ نَجِدْ فِي بَيْتِهٖ إِلَّا رَمْلًا

---

[1] قال شعيب الارنوؤط:
إسناده قوى (حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ۴۱۵۲، كتاب الزهد، باب ضجاع آل محمد صلى الله عليه وسلم.
قال شعيب الارنوؤط:
إسناده قوى (حاشية سنن ابن ماجه)

Idara Ghufran

مَبْسُوْطًا وَوِسَادَةً حَشْوُهَا، وَجَرَّةً وَكُوْزًا فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى عَلِيٍّ لَا تُحْدِثَنَّ حَدِيْثًا، أَوْ قَالَ: لَا تَقْرَبَنَّ أَهْلَكَ حَتَّى آتِيَكَ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ...... قَالَتْ: فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِنَاءٍ فِيْهِ مَاءٌ فَقَالَ فِيْهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَّقُوْلَ، ثُمَّ مَسَحَ بِهٖ صَدْرَ عَلِيٍّ وَوَجْهَهٗ، ثُمَّ دَعَا فَاطِمَةَ فَقَامَتْ إِلَيْهِ تَعْثُرُ فِيْ مِرْطِهَا مِنَ الْحَيَاءِ، فَنَضَحَ عَلَيْهَا مِنْ ذٰلِكَ، وَقَالَ لَهَا مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَّقُوْلَ...... ثُمَّ رَأٰى سَوَادًا مِنْ وَّرَاءِ السِّتْرِ أَوْ مِنْ وَرَاءِ الْبَابِ، فَقَالَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَتْ: أَسْمَاءُ، قَالَ: أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: جِئْتِ كَرَامَةً لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ ابْنَتِهٖ؟ قَالَتْ: نَعَمْ إِنَّ الْفَتَاةَ لَيْلَةَ يُبْنٰى بِهَا لَا بُدَّ لَهَا مِنِ امْرَأَةٍ تَكُوْنُ قَرِيْبًا مِنْهَا، إِنْ عَرَضَتْ لَهَا حَاجَةٌ أَفْضَتْ بِذٰلِكَ إِلَيْهَا (المعجم الکبیر للطبرانی) [1]

ترجمہ: جب حضرت فاطمہ کی حضرت علی بن ابی طالب کی طرف رخصتی کی گئی، تو ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں سوائے ایک بچھے ہوئے بستر کے اور ایک بھرے ہوئے تکیہ کے، اور ایک مٹکے اور ایک پیالے کے اور کچھ (سامان) نہیں پایا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ تم کسی سے کوئی بات نہ کرنا یا اپنے گھر والوں (یعنی بیوی) کے قریب نہ آنا، جب تک میں آپ کے پاس نہ آجاؤں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے (پھر اس روایت میں آگے ہے کہ) حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ پھر نبی صلی

---

[1] رقم الحدیث ۳۶۵، ۲۴ص ۱۳۷، مصنف عبد الرزاق، رقم الحدیث ۹۷۸۱.
قال الهیثمی: رواه کله الطبرانی، ورجال الروایة الأولی رجال الصحیح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۵۲۱۷)

اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن میں پانی منگوایا، پھر اس میں جو اللہ نے چاہا وہ پڑھ کر دَم کیا، پھر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینہ اور چہرہ پر پھیر دیا، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا، وہ شرم کی وجہ سے اپنی چادر میں اُٹکتی ہوئی آئیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر بھی پانی چھڑک دیا، اور جو کچھ اللہ نے چاہا وہ پڑھا (اور اسی روایت میں آگے ہے کہ) پھر پردہ کے پیچھے یا دروازہ کے پیچھے سایہ کو دیکھا، پھر فرمایا کہ یہ کون ہے؟ حضرت اسماء نے کہا کہ اسماء ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسماء بنتِ عمیس ہے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ اے اللہ کے رسول! جی ہاں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اللہ کے رسول کے اکرام میں ان کی بیٹی کے ساتھ آئی ہو؟ تو حضرت اسماء نے جواب میں کہا کہ بے شک جوان لڑکی کے لئے پہلی رات میں کوئی ایسی عورت ہونی چاہئے، جو اس کے قریب ہو، اگر اس کو کوئی ضرورت پیش آجائے، تو وہ اس کی ضرورت کو پوری کر دے (طبرانی، عبدالرزاق)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ یہودی جادو کر کے شوہر کو بیوی کے ساتھ حقِ زوجیت میں رکاوٹ ڈالتے تھے، جس کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا اور اس میں تعوذ کیا (یعنی معوذتین وغیرہ پڑھ کر دَم کیا) اور پھر حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے سر اور چہرہ اور ہاتھوں پر چھڑک دیا۔ [1]

---

[1] أخبرنا زكريا بن يحيى قال :حدثنا محمد بن صدران قال :حدثنا سهيل بن خلاد العبدى قال :حدثنا محمد بن سواء ، عن سعيد بن أبى عروبة، عن أيوب السختيانى، عن عكرمة، عن ابن عباس قال :لما زوج رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة من على كان فيما أهدى معها سريرا مشروطا، ووسادة من أدم حشوها ليف، وقربة قال : وجاء وا ببطحاء الرمل فبسطوه فى البيت؟ وقال لعلى :إذا أتيت بها فلا تقربها حتى آتيک فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم، فدق الباب، فخرجت إليه أم أيمن فقال لها :ثم أخى؟ فقالت :وكيف يكون أخاک وقد زوجته ابنتک؟ قال :فإنه أخى قال :ثم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے علاوہ بعض دوسری روایات بھی اس سلسلہ میں آئی ہیں، جو سند کے اعتبار سے کمزور یا شدید کمزور ہیں، اور بعض روایات میں اہلِ تشیع راویوں کی طرف سے غلو واقع ہوا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جادو اور نظرِ بد وغیرہ سے حفاظت کے لئے پانی پڑھ کر اُن پر دَم کیا تھا، اور دیگر مستند احادیث میں جادو اور نظرِ بد وغیرہ سے حفاظت کے لئے معوذتین یعنی سورہ فلق اور سورہ ناس پڑھ کر دَم کرنے کا ذکر آیا ہے، اس لئے ضرورت کے وقت مذکورہ عمل کرنا جائز ہے، خواہ یہ عمل زوجہ کا والد کردے، یا کوئی اور محرم مرد یا عورت، یا زوجین خود ہی یہ عمل کرلیں، سب طرح جائز ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر رسم ورواج سے بچ کر بآسانی پہلے دن دلہن کے ساتھ کسی بے تکلف خاتون کو ضرورت کی وجہ سے بھیجا جائے، تو اس کی گنجائش ہے، البتہ اگر وہاں پہلے سے اس طرح کی خاتون موجود ہو یا جگہ کی تنگی ہو، تو پھر اس کے تکلف کی ضرورت نہیں۔

جہاں تک جہیز کا تعلق ہے، تو اس سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے نمونے گزر چکے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نکاح میں مستند طریقوں پر دلہن یا اس کے اہلِ خانہ وسرپرستوں سے جہیز حاصل کرنے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جہیز کے مطالبہ کا ذکر نہیں ملتا، اور نہ ہی کسی قولی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے بعد یا رخصتی کے وقت لڑکی یا دلہن کو جہیز دینے کا حکم فرمایا۔

البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چونکہ زرہ کے علاوہ اور کوئی سامان نہ تھا، یہاں تک کہ مہر کا بھی زرہ کے علاوہ کسی اور چیز سے کرنے کا انتظام نہ تھا، اور آگے آتا ہے کہ ولیمہ کرنے کا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أقبل عليها فقال لها :جئت تكرمين رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فدعا لها، وقال لها :خيرا قال ثم دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :وكان اليهود يؤخذون الرجل عن امرأته إذا دخل بها قال " :فدعا رسول الله صلى الله عليه وسلم بتور من ماء ، فتفل فيه، وعوذ فيه، ثم دعا عليا فرش من ذلك الماء على وجهه وصدره، وذراعيه، ثم دعا فاطمة، فأقبلت تعثر في ثوبها حياء من رسول الله صلى الله عليه وسلم، ففعل بها مثل ذلك(السنن الكبرى ،للنسائي، رقم الحديث ٨٤٥٦)

بھی انتظام نہ تھا، اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت کی وجہ سے مختصر، سادہ اور بہت ضروری اشیاء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز میں بطور تبرع کے دے دیں، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان چیزوں کا بھی مطالبہ نہ تھا، بلکہ ان کی طرف سے تو صرف رخصتی کی خواہش ظاہر کی گئی تھی۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہیز میں جو چیزیں ضرورت کی دیں، وہ بھی گنی چُنی تھیں، جن کی مزید تفصیل آگے جہیز کے حکم میں آتی ہے۔ [1]

ملاحظہ فرمایئے کہ نبیوں کے سردار کی عظیم بیٹی، جو جنت کی عورتوں کی سردار ہے، کتنی سادگی سے اس کا نکاح اور رخصتی کی جاتی ہے، اور شوہر کی مالداری بھی نہیں دیکھی جاتی، اور مہر میں بھی موجود زرہ دلوادی جاتی ہے۔

اور جہاں تک اس نکاح کے ولیمہ کا تعلق ہے، تو اس کا حال بھی ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا خَطَبَ عَلِيٌّ فَاطِمَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُ لَا بُدَّ لِلْعُرُسِ مِنْ وَلِيْمَةٍ، قَالَ: فَقَالَ سَعْدٌ: عَلَيَّ كَبْشٌ، وَقَالَ فُلَانٌ: عَلَيَّ كَذَا وَكَذَا مِنْ ذُرَةٍ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٢٣٠٣٥) [2]

ترجمہ: جب حضرت علی نے حضرت فاطمہ سے نکاح کرلیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

[2] قال شعيب الارنؤط:
إسناده محتمل للتحسين(حاشية مسند احمد)

[1] فی فوائده:(منها) :ما ترجم له المصنف -رحمه الله تعالى-، وهو مشروعية تجهيز الرجل .بنته بما تحتاج إليه، مما تيسر له .(ومنها) :ما كان عليه -صلى الله عليه وسلم -أيضا، من العناية بناته، والقيام بتربيتهن، وتزويجهن، وتجهيزهن لأزواجهن بما جرت به العادة، حتى تكون الألفة والمحبة بين الزوجين دائمة؛ لأن الرجل إذا لم يكن للزوجة جهاز ربما يتبرم، ويتثاقل منها، ولا يحسن عشرتها، ولا يريد أن تطول صحبتها له .(ومنها) :ما كان عليه النبى -صلى الله عليه وسلم -من الزهد فى الدنيا، والاكتفاء بالقليل منها، ولو شاء لكانت الجبال له فضة وذهبا(شرح سنن النسائى المسمى ذخيرة العقبى فى شرح المجتبى.لمحمد بن على بن آدم بن موسى الإثيوبى الوَلَّوِى، كتاب النكاح،جهاز الرجل ابنته)

Idara Ghufran

وسلم نے فرمایا کہ نکاح کے لئے ولیمہ تو ضروری ہے (مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ولیمہ کا بندوبست نہیں تھا) حضرت بریدہ (راوی) فرماتے ہیں کہ (یہ سن کر) حضرت سعد نے کہا کہ میرے ذمہ ایک مینڈھا (ولیمہ کے لئے) ہے، اور دوسرے شخص نے کہا کہ (ولیمہ کے لئے) میرے ذمہ اتنا اور اتنا غلہ ہے (مسند احمد)

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ولیمہ میں دوسرے حضرات نے گوشت اور غلہ اپنی طرف سے فراہم کرکے تعاون کیا۔ [1]

پہلے گزر چکا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے نکاح میں سادہ سے سادہ اور مختصر سے مختصر ولیمہ بھی کیا ہے، اور بعض موقعوں پر ولیمہ نہیں بھی کیا، مگر کسی حکمت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ولیمہ کی تاکید فرمائی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بندوبست نہ ہونے کی وجہ سے ولیمہ کا انتظام دوسرے صحابۂ کرام نے کیا، اور اس میں بھی زیادہ لمبے چوڑے کھانوں کا اہتمام نہیں کیا گیا، بلکہ ایک بکری اور روٹی کے لئے غلہ کو کافی سمجھا گیا، اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم بیٹی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھے خلیفۂ راشد کا ولیمہ تھا۔

---

[1] عن ابن بريدة، عن أبيه، قال :قال نفر من الأنصار لعلى رضى الله عنه :عندك فاطمة، فأتى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فسلم عليه، فقال :ما حاجة ابن أبى طالب؟ ، قال :يا رسول الله ذكرت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: مرحبا، وأهلا ، لم يزد عليها، خرج على بن أبى طالب رضى الله عنه، على أولئك الرهط من الأنصار ينتظرونه، قالوا :وما ذاك؟ قال :ما أدرى غير أنه، قال لى :مرحبا، وأهلا ، فقالوا :يكفيك من رسول الله صلى الله عليه وسلم، إحداهما أعطاك الأهل والمرحب، فلما كان بعد ذلك بعدما زوجه، قال :يا على إنه لا بد للعروس من وليمة ، قال سعد :عندى كبش، وجمع له رهط من الأنصار أصوعا من ذرة، فلما كان ليلة البناء، قال :لا تحدث شيئا حتى تلقانى ، فدعا رسول الله صلى الله عليه وسلم بماء ، فتوضأ منه ثم أفرغه على على فقال :اللهم بارك فيهما، وبارك لهما فى بنائهما (المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ١١٥٣)

قال الهيثمي: رواه الطبراني، والبزار بنحوه، إلا أنه قال :قال نفر من الأنصار لعلي -رضي الله عنه -: لو خطبت فاطمة .وقال في آخره " :اللهم بارك فيهما، وبارك لهما في شبلهما ."ورجالهما رجال الصحيح، غير عبد الكريم بن سليط، ووثقه ابن حبان(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٥٢١٤)

Idara Ghufran

اس سے معلوم ہوا کہ دوست واحباب اور عزیزوں کی طرف سے ضرورت کے موقعہ پر ولیمہ میں تعاون کرنا جائز ہے، مگر شرط یہ ہے کہ اعتدال کا لحاظ ہو، اور رسم ورواج کے بجائے اخلاص کے ساتھ اور ضرورت کے مطابق ہو۔

آج کل ولیمہ میں شریک لوگوں کی طرف سے نقدی کی شکل میں کچھ پیش کرنے کو ضروری سمجھا جاتا ہے، جو آج کل ایک طرح سے کھانا حلال ہونے کا معاضہ بنالیا گیا ہے، اور پھر بعض اوقات اس کا حساب وکتاب رکھا جاتا ہے، اور بعض علاقوں میں مجمع کے سامنے دینے والے شخص کا نام اور رقم کی مقدار کا اعلان بھی کیا جاتا ہے، اور پھر دوسرے یعنی دینے والے کے ہاں شادی بیاہ ہونے پر اس کے بدلہ میں دینا ضروری سمجھا جاتا ہے۔

حالانکہ ولیمہ خالص ضیافت اور عبادت ہے، جس میں اس طرح کے لوازمات اور معاوضات بے بنیاد ہیں، جس کی وجہ سے اس رسم میں کئی مفاسد ومنکرات لازم آرہے ہیں، اگر خلوص کے ساتھ کسی کو ضرورت مند سمجھتے ہوئے، اس کا تعاون مقصود ہے، تو خاص کھانا کھانے کے بعد دینا کیا ضروری ہے؟ اور دینے والے کی طرف سے اپنے نام کا اظہار کیا لکھ کر کرنا ضروری ہے؟ اور اس کا حساب وکتاب رکھنے کی کیا ضرورت ہے اور پھر بدلہ کے طور پر دوسرے کو اتنی ہی یا اس سے زیادہ رقم دینے کو ضروری سمجھنے کے کیا معنی ہیں۔ [1]

پھر نکاح کے بعد بھی حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما نے جفاکشی کی زندگی گزاری، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں بھی تھی، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو گوارا فرمایا، اور اس کے بدلہ میں عظیم تسبیح وذکر تجویز فرمایا۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] ذهب الحنفية والشافعية -وهو المذهب عند الحنابلة -إلى عدم وجوب العوض وإن كانت دلالة الحال تفيده .فإذا أعطاه عوضا كان هبة مبتدأة إلا أن يقول الموهوب له :هذا عوض عن هبتک أو بدلها (الموسوعة الفقهية الكويتية ، ج۴۲ص ۱۴۲ ، مادة "هبة")

الأصل فى الهبة أنها من عقود التبرعات أى أن الموهوب له لا يعوض الواهب شيئا عما وهبه له (الموسوعة الفقهية الكويتية ، ج۴۲ص ۱۳۹ ، مادة "هبة")

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا زَوَّجَهُ فَاطِمَةَ بَعَثَ مَعَهُ بِخَمِيْلَةٍ، وَوِسَادَةٍ، مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ وَرَحَيَيْنِ وَسِقَاءٍ وَجَرَّتَيْنِ، فَقَالَ عَلِيٌّ لِفَاطِمَةَ ذَاتَ يَوْمٍ: وَاللّٰهِ لَقَدْ سَنَوْتُ حَتّٰى لَقَدِ اشْتَكَيْتُ صَدْرِيْ، قَالَ: وَقَدْ جَاءَ اللّٰهُ أَبَاكِ بِسَبْيٍ، فَاذْهَبِيْ فَاسْتَخْدِمِيْهِ، فَقَالَتْ: وَأَنَا وَاللّٰهِ قَدْ طَحَنْتُ حَتّٰى مَجَلَتْ يَدَايَ، فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَا جَاءَ بِكِ أَيْ بُنَيَّةُ؟ قَالَتْ: جِئْتُ لِأُسَلِّمَ عَلَيْكَ، وَاسْتَحْيَتْ أَنْ تَسْأَلَهُ وَرَجَعَتْ، فَقَالَ: مَا فَعَلْتِ؟ قَالَتْ: اِسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَسْأَلَهُ، فَأَتَيْنَاهُ جَمِيْعًا، فَقَالَ عَلِيٌّ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَاللّٰهِ لَقَدْ سَنَوْتُ حَتّٰى اِشْتَكَيْتُ صَدْرِيْ، وَقَالَتْ فَاطِمَةُ: قَدْ طَحَنْتُ حَتّٰى مَجَلَتْ يَدَايَ، وَقَدْ جَاءَكَ اللّٰهُ بِسَبْيٍ وَسَعَةٍ فَأَخْدِمْنَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَاللّٰهِ لَا أُعْطِيْكُمَا وَأَدَعُ أَهْلَ الصُّفَّةِ تَطْوٰى بُطُوْنُهُمْ، لَا أَجِدُ مَا أُنْفِقُ عَلَيْهِمْ، وَلٰكِنِّيْ أَبِيْعُهُمْ وَأُنْفِقُ عَلَيْهِمْ أَثْمَانَهُمْ، فَرَجَعَا، فَأَتَاهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ دَخَلَا فِيْ قَطِيْفَتِهِمَا، إِذَا غَطَّتْ رُءُوْسَهُمَا تَكَشَّفَتْ أَقْدَامُهُمَا، وَإِذَا غَطَّيَا أَقْدَامَهُمَا تَكَشَّفَتْ رُءُوْسُهُمَا، فَثَارَا، فَقَالَ: مَكَانَكُمَا، ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمَا بِخَيْرٍ مِّمَّا سَأَلْتُمَانِيْ؟ قَالَا: بَلٰى، فَقَالَ: كَلِمَاتٌ عَلَّمَنِيْهِنَّ جِبْرِيْلُ، فَقَالَ: تُسَبِّحَانِ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ عَشْرًا، وَتَحْمَدَانِ عَشْرًا، وَتُكَبِّرَانِ عَشْرًا، وَإِذَا أَوَيْتُمَا إِلٰى فِرَاشِكُمَا فَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ، وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ، وَكَبِّرَا أَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ، قَالَ: فَوَاللّٰهِ مَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ عَلَّمَنِيْهِنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٨٣٨) لے

لے قال شعيب الارنوؤط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ کا نکاح حضرت علی سے کیا تو حضرت فاطمہ کے ساتھ جہیز کے طور پر اونی چادر، چمڑے کا تکیہ جس میں گھاس بھری ہوئی تھی، دو چکیاں، مشکیزہ اور دو مٹی کے مٹکے بھی روانہ کئے (نکاح کا کچھ عرصہ گزرنے کے بعد) ایک دن حضرت علی نے حضرت فاطمہ سے کہا کہ اللہ کی قسم! کنوئیں سے پانی کھینچ کھینچ کر میرے سینے میں تکلیف شروع ہوگئی ہے، آپ کے والد صاحب کے پاس کچھ قیدی آئے ہوئے ہیں، ان سے جا کر کسی خادم کی درخواست کیجئے، حضرت فاطمہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! چکی چلا چلا کر میرے ہاتھوں میں بھی نشان پڑ گئے ہیں، چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو دیکھ کر فرمایا کہ اے میری بیٹی! کس وجہ سے آئی ہو؟ حضرت فاطمہ نے عرض کیا کہ سلام کرنے کے لئے حاضر ہوئی تھی، انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی درخواست پیش کرتے ہوئے شرم آئی اور وہ (اسی طرح درخواست کئے بغیر) واپس لوٹ آئیں، حضرت علی نے (ان کے واپس گھر آنے پر) معلوم کیا کہ کیا ہوا؟ حضرت فاطمہ نے کہا کہ مجھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگتے ہوئے شرم آئی، اس کے بعد حضرت علی اور حضرت فاطمہ دونوں اکٹھے ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت علی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کنوئیں سے پانی کھینچ کھینچ کر میرے سینے میں درد شروع ہو گیا ہے، اور حضرت فاطمہ نے عرض کیا کہ چکی چلا چلا کر میرے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے ہیں، آپ کے پاس کچھ قیدی آئے ہوئے ہیں، ان میں سے کوئی ایک بطور خادم ہمیں بھی عنایت فرما دیجئے، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں اہلِ صفہ کو چھوڑ کر جن کے پیٹ چپکے پڑے ہیں اور ان پر خرچ کرنے

کے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہے، تمہیں کوئی خادم نہیں دے سکتا، بلکہ میں انہیں بیچ کران کی قیمت اہلِ صفہ پر خرچ کروں گا، اس پر یہ دونوں حضرات واپس چلے آئے، رات کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے، حضرت علی اور حضرت فاطمہ نے اس وقت جو چادر اوڑھ رکھی تھی وہ اتنی چھوٹی تھی کہ اگر سر ڈھکتے تھے تو پاؤں کھل جاتے تھے اور اگر پاؤں ڈھکتے تھے تو سر کھل جاتا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر دونوں اٹھنے لگے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی جگہ ٹھہرے رہو، اور فرمایا کہ کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتادوں، جس کا تم نے مجھ سے سوال کیا ہے؟ دونوں حضرات نے عرض کیا کہ بے شک بتلا دیجئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ، اور دس مرتبہ الحمدللہ اور دس مرتبہ اللہ اکبر کہہ لیا کرو، اور جب بستر پر آیا کرو تو تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، اور تینتیس مرتبہ الحمدللہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہہ لیا کرو (یہ عمل تمہاری سوال کردہ چیز سے بہتر اور مشکلوں کے لئے کارآمد ہے) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! جب سے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات کی تعلیم دی، میں نے کبھی ان کلمات کو نہیں چھوڑا (مسند احمد)

ملاحظہ فرمایئے! یہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور صحابۂ کرام پر اس کا اثر، کہ مال و دولت سب کو اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی خاطر ترک کر دیا، اور سادہ و جفاکشی والی زندگی کو برداشت کیا۔

کون ہے، آج جو اس مبارک اور پاکیزہ سیرت کو اپنائے؟

حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما دونوں ہی کا عظیم الشان مقام ہے۔

چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ وَسَمِعْتُہُ یَقُوْلُ: أَنْتَ مِنِّی بِمَنْزِلَۃِ ہَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی، إِلَّا

أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ ، وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ الْيَوْمَ رَجُلًا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ (سنن ابن ماجه) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس کا میں مولا (یعنی دوست ومحبت کرنے والا) ہوں، تو علی اس کے مولا ہیں، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق) یہ بھی سنا کہ تمہارا مرتبہ میرے ساتھ ایسا ہے، جیسے حضرت ہارون کا موسیٰ کے ساتھ تھا، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق) یہ فرماتے ہوئے بھی سنا کہ میں آج جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا، کہ جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے (ابن ماجہ)

اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ:

أَنَا مَوْلَاهُ، اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاهُ، اَللّٰهُمَّ عَادِ مَنْ عَادَاهُ (سنن ابن ماجه) [2]

ترجمہ: میں علی کا مولا (یعنی محبت کرنے والا) ہوں، اے اللہ! جو اس سے محبت رکھے، آپ اس سے محبت رکھیے، اور جو اس سے عداوت رکھے، آپ اس سے عداوت رکھیے (ابن ماجہ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا

---

[1] رقم الحديث ١٢١ ، كتاب افتتاح الكتاب فى الإيمان وفضائل الصحابة والعلم، باب فضل على بن أبى طالب رضى الله عنه.

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية ابن ماجه)

[2] رقم الحديث ١١٦ ، كتاب افتتاح الكتاب فى الإيمان وفضائل الصحابة والعلم، باب فضل على بن أبى طالب رضى الله عنه.

قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية ابن ماجه)

Idara Ghufran

شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَفَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَائِهِمْ، إِلَّا مَا كَانَ لِمَرْيَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۱۶۱۸) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسن اور حسین، جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں، اور فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں، سوائے مریم بنتِ عمران کے (کہ ان کی بھی عظیم فضیلت ہے) (مسند احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

مَا رَأَيْتُ أَفْضَلَ مِنْ فَاطِمَةَ غَيْرَ أَبِيهَا (المعجم الأوسط للطبرانی، رقم الحديث ۲۷۲۱) [۲]

ترجمہ: میں نے حضرت فاطمہ سے زیادہ فضیلت والا اُن کے والد (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوا کسی اور کو نہیں دیکھا (طبرانی)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشْبَهَ سَمْتًا وَدَلًّا وَهَدْيًا بِرَسُولِ اللّٰهِ فِي قِيَامِهَا وَقُعُودِهَا مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: وَكَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ إِلَيْهَا فَقَبَّلَهَا وَأَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهِ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ مِنْ مَجْلِسِهَا فَقَبَّلَتْهُ وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا (سنن الترمذی) [۳]

---

[۱] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

[۲] قال الهيثمی:
رواه الطبرانی فی الأوسط، وأبو يعلى، إلا أنها قالت: ما رأيت أحدا قط أصدق من فاطمة. ورجالهما رجال الصحيح (مجمع الزوائد، رقم الحديث ۱۵۱۹۳، باب مناقب فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم رضى الله عنها)

[۳] رقم الحديث ۳۸۷۲، ابواب المناقب، باب ما جاء فی فضل فاطمة رضى الله عنها.
قال الترمذی: هذا حديث حسن صحيح غريب من هذا الوجه وقد روى هذا الحديث من غير وجه عن عائشة.

ترجمہ: میں نے عادات، چال چلن، خصلتوں اور اٹھنے بیٹھنے میں حضرت فاطمہ کے مقابلہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ کسی کو نہیں دیکھا، جب حضرت فاطمہ آتیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوجاتے، ان کا بوسہ لیتے اور ان کو اپنی جگہ پر بٹھاتے، اسی طرح جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے جاتے، تو وہ بھی اپنی جگہ سے کھڑی ہوجاتیں، آپ کا بوسہ لیتیں اور آپ کو اپنی جگہ بٹھاتیں (ترمذی)

اس طرح کی حدیث کو ابنِ حبان نے بھی صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [1]

معلوم ہوا کہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما، دونوں ہی عظیم ہستیاں ہیں، اور ان دونوں حضرات کی سیرت بھی عظیم سیرت ہے، ان دونوں شخصیات کے نکاح کو نمونہ بنانا چاہئے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ وجود میں آیا۔

آخر میں یہ بات یاد رکھنا بھی ضروری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، قیامت تک تمام انسانوں کے نبی ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ نَبِيٌّ قَبْلِيْ: كَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً، وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً،

---

[1] عن عائشة بنت طلحة،عن أم المؤمنين عائشة أنها قالت :ما رأيت أحدا كان أشبه كلاما وحديثا برسول الله صلى الله عليه وسلم من فاطمة، وكانت إذا دخلت عليه قام إليها، وقبلها، ورحب بها، وأخذ بيدها، وأجلسها فى مجلسه، وكانت هى إذا دخل عليها، قامت إليه، فقبلته، وأخذت بيده، فدخلت عليه فى مرضه الذى توفى فيه، فأسر إليها، فبكت، ثم أسر إليها فضحكت، فقالت :كنت أحسب أن لهذه المرأة فضلا على الناس، فإذا هى امرأة منهن بينا هى تبكى إذا هى تضحك، فلما توفى رسول الله صلى الله عليه وسلم، سألتها عن ذلك، فقالت :أسر إلى أنه ميت، فبكيت، ثم أسر إلى، فأخبرنى أنى أول أهله لحوقا به،فضحكت(صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٦٩٥٣)

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح(حاشيةابنِ حبان)

وَأُحِلَّتْ لِيَ الْمَغَانِمُ، وَحُرِّمَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلِيْ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَيِّبَةً مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا، وَيَرْعَبُ مِنَّا عَدُوُّنَا مَسِيْرَةَ شَهْرٍ، وَأُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ(سنن الدارمی) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی عطاء کی گئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطاء نہیں کی گئیں، ایک تو نبی اپنی خاص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا، اور مجھے سب لوگوں کی طرف (نبی بنا کر) مبعوث کیا گیا ہے، دوسرے میرے (اور میری امت کے) لئے (جہاد کے ذریعہ حاصل ہونے والے) مالِ غنیمت کو حلال کر دیا گیا ہے، اور میرے سے پہلے لوگوں پر حرام کیا گیا تھا، تیسرے میرے لئے پاک زمین کو سجدہ گاہ (یعنی نماز پڑھنے کی جگہ) اور پاکی (یعنی تیمّم) کا ذریعہ بنادیا گیا ہے، چوتھے ہم سے ہمارے دشمن ایک مہینہ کی مسافت پر ڈرتے ہیں، پانچویں مجھے (آخرت میں) شفاعت کا (عظیم) حق دیا گیا ہے (دارمی)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ نَبِيٌّ قَبْلِيْ، وَلَا أَقُوْلُهُنَّ فَخْرًا، بُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً، الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِيْ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا، وَأُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ، فَأَخَّرْتُهَا لِأُمَّتِيْ، فَهِيَ لِمَنْ لَّا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا (مسند احمد، رقم الحديث ٢٧٤٢) ۲

---

۱ رقم الحديث ١٤٢٩، كتاب الصلاة، باب: الأرض كلها طاهرة ما خلا المقبرة والحمام.
قال حسين سليم اسد الداراني: إسناده صحيح (حاشية سنن الدارمي)

۲ قال شعيب الارنؤوط: حسن (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی عطاء کی گئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطاء نہیں کی گئیں، اور میں یہ بات فخر (وغرور) کے طور پر نہیں کہتا، ایک تو مجھے سب لوگوں کی طرف خواہ گورے ہوں یا کالے (نبی بنا کر) مبعوث کیا گیا ہے، دوسرے میری ایک مہینہ کی مسافت پر (دشمنوں کے اوپر) رعب سے مدد کی گئی ہے، تیسرے میرے (اور میری امت کے) لئے (جہاد کے ذریعہ حاصل ہونے والے) مالِ غنیمت کو حلال کردیا گیا ہے، اور میرے سے پہلے لوگوں کے لئے حلال نہیں تھا، چوتھے میرے لئے زمین کو سجدہ گاہ (یعنی نماز پڑھنے کی جگہ) اور پاکی (یعنی تیمّم) کا ذریعہ بنادیا گیا ہے، پانچویں مجھے شفاعت کا حق عطا کیا گیا ہے، جو میں نے اپنی امت کے لئے آخرت میں رکھ لیا، پس یہ شفاعت اس کے لئے ہے، جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرے گا (مسند احمد)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بہترین نمونہ قرار دیا ہے، اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے نکاح میں اور آپ کے بحیثیت ولی اپنی بیٹی کے کئے ہوئے نکاح میں امت کے تمام طبقات کے لئے سہولت وآسانی کی شکلیں موجود ہیں۔

ہر دور اور ہر معاشرہ کا فرد نکاح میں سادگی وآسانی کی صورت اپنے حسبِ حال اختیار کرسکتا ہے۔

(12)......حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے نکاح کا واقعہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ جَاءَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِهٖ أَثَرُ صُفْرَةٍ، فَسَأَلَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرَهٗ

أَنَّــهُ تَـزَوَّجَ اِمْـرَأَةً مِّنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ لَـهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَمْ سُقْتَ إِلَيْهَا؟قَالَ: زِنَةُ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ لَـهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ (صحيح ابنِ حبان) [1]

ترجمہ: حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، جن پر (زعفران کا) کچھ پیلا رنگ لگا ہوا تھا، ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رنگ کے بارے میں معلوم کیا؟ تو حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے جواب میں عرض کیا کہ میں نے انصار کی ایک عورت سے نکاح کرلیا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم نے اس کو کتنا مہر ادا کیا؟ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ گٹھلی کے ہم وزن سونا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم ولیمہ کرو، اگر چہ ایک بکری سے ہی کیوں نہ ہو (ابن حبان)

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نکاح ہوجانے کا معلوم ہونے پر ان کو نکاح کی مبارک باد بھی دی تھی۔

ملاحظہ فرمایئے کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے کتنی سادگی اور آسانی سے نکاح کرلیا، کہ اس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر تک نہ ہوئی، اور نہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر انہوں نے خود سے یا کسی اور کے ذریعہ سے اطلاع بھیجی، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے جسم پر زعفران وغیرہ کے رنگ کا اثر دیکھا، جس کا شادی بیاہ وغیرہ کے موقع پر دولہا کو لگانے کا عرب میں رواج تھا، تب ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معلوم کرنے پر نکاح کی خبر دی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تو ان کے نکاح کی خبر تھی،

---

[1] رقم الحديث ۴۰۶۰، كتاب النكاح
قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية صحيح ابن حبان)

اور نہ ہی مہر وغیرہ کی مقدار معلوم تھی، اور معلوم ہونے پر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی یا ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا۔

آج اپنے کسی شیخ اور بزرگ بلکہ کسی دوست ورشتہ دار کو شادی بیاہ کی اطلاع بلکہ دعوت نہ دی جائے، تو وہ بُرا مناتا اور ناراض ہوجاتا ہے، جو کہ سنت کے خلاف ہے، اسی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شادی کے موقعہ پر اگر دلہا حدود میں رہ کر جائز زیب وزینت اختیار کرے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ [1]

(13)......حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے نکاح کا واقعہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

تَزَوَّجْتُ اِمْرَأَةً فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَقِيْتُ

---

[1] قوله كم سقت اليها أى كم أمهرتها وأصله أنهم كانوا يمهرون المواشى (فتح البارى شرح صحيح البخارى، لا بن حجر العسقلانى، ج ا، ص ۱۳۵، كتاب الاعتصام، فصل س د)

(عن أنس أن النبى -صلى الله عليه وسلم -رأى على عبد الرحمن بن عوف) : أى :على بدنه أو ثيابه (أثر صفرة) : أى :من الزعفران (قال :ما هذا) : أى :سببه أو ما هذا الصفار (قال :إنى تزوجت امرأة) : قال الطيبى :سؤال عن السبب فلذا أجاب بما أجاب، ويحتمل الإنكار بأنه كان نهى عن التضمخ بالخلوق فأجاب بأنه ليس تضخما بل شىء علق به من مخالطة العروس أى من غير قصد أو من غير اطلاع (على وزن نواة من ذهب) : وفى رواية قال " :كم سقت إليها "قال :على وزن نواة من ذهب، قال القاضى :النواة اسم لخمسة دراهم كما أن النش لعشرين درهما، والأوقية اسم لأربعين درهما، وقيل :معناه على ذهب يساوى قيمته خمسة دراهم، وهو لا يساعده اللفظ، وقيل :المراد بالنواة نواة التمر، اهـ .والأخير هو الظاهر المتبادر أى مقدارها من الذهب وهو سدس مثقال تقريبا وقد يوجد بعض النوى أن يكون ربع مثقال أو أقل، وقيمته تساوى عشرة دراهم، ويمكن أن يحمل على المعنى الأول فمعناه على مقدار خمسة دراهم وزنا من الذهب يعنى ثلاثة مثاقيل ونصفا ذهبا .(قال :بارک الله لک) : أى :فى زواجک فيه ندب الدعاء للزوج .(أولم ولو بشاة) : أى :اتخذ وليمة، قال ابن الملک :تمسک بظاهره من ذهب إلى إيجابها والأكثر على أن الأمر للندب، قيل :إنها تكون بعد الدخول، وقيل :عند العقد، وقيل :عندهما واستحب أصحاب مالک أن تكون سبعة أيام والمختار أنه على قدر حال الزوج (مرقاة المفاتيح، ج۵، ص ۲۱۰۴، كتاب النكاح، باب الوليمة)

Idara Ghufran

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا جَابِرُ تَزَوَّجْتَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: بِكْرٌ، أَمْ ثَيِّبٌ؟ قُلْتُ: ثَيِّبٌ، قَالَ: فَهَلَّا بِكْرًا تُلَاعِبُهَا؟ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: إِنَّ لِيْ أَخَوَاتٍ، فَخَشِيْتُ أَنْ تَدْخُلَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُنَّ، قَالَ: فَذَاكَ إِذَنْ، إِنَّ الْمَرْأَةَ تُنْكَحُ عَلٰى دِيْنِهَا، وَمَالِهَا، وَجَمَالِهَا، فَعَلَيْكَ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ (مسلم) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک عورت سے نکاح کیا، پھر میری نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جابر! کیا تم نے نکاح کرلیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کنواری لڑکی سے نکاح کیا یا بیوہ عورت سے؟ میں نے عرض کیا کہ بیوہ عورت سے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے کنواری عورت سے نکاح کیوں نہ کیا؟ کہ تم اس سے کھیلتے؟ (یعنی کنواری عورت تمہارے جوڑ اور زوجین کے باہم لطف اندوز ہونے کے زیادہ لائق تھی) میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میری یتیم بہنیں ہیں، تو میں نے یہ اندیشہ محسوس کیا کہ کہیں وہ (میری ہونے والی بیوی) میرے اور ان کے درمیان حائل نہ ہو جائے (جس کا کنواری سے تو ڈر تھا، لیکن بیوہ سے ڈر نہیں تھا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تو یہی بہتر تھا، اور عورت سے اس کی دینداری اور مالداری اور خوبصورتی کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے، تو آپ دینداری کو مقدم رکھو (ورنہ) آپ کے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں گے (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ عورت سے عام طور پر تین یا چار چیزوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے، یا تو عورت کا مالدار ہونا دیکھا جاتا ہے، یا حسن وجمال والی ہونا دیکھا جاتا ہے، یا خاندان اور

[1] رقم الحدیث ۱۵ ۷ ”۵۴“ کتاب الرضاع، باب استحباب نکاح ذات الدین.

حسب ونسب اچھا ہونا دیکھا جاتا ہے، یا دیندار اور با اخلاق ہونا دیکھا جاتا ہے، تو ان میں سے کامیاب چیز دیندار اور با اخلاق ہونا ہے، جس عورت میں یہ صفت موجود ہو، اس کو نکاح کے لئے ترجیح دینا اور انتخاب کرنا چاہئے، جس سے دنیا وآخرت میں کامیابی حاصل ہوتی ہے، اور اس کی خلاف ورزی میں ناکامی حاصل ہوتی ہے، جس کو ہاتھ خاک آلود ہونے سے تعبیر کیا گیا، البتہ اگر دینداری کے ساتھ حسن وجمال وغیرہ کی صفت بھی موجود ہو، تو کوئی حرج والی بات نہیں۔

ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح سے پہلے اجازت طلب کی، اور نہ ہی نکاح کے بعد خود سے اطلاع دی، اور نکاح کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی پتہ نہ چلا کہ کنواری لڑکی سے نکاح کیا، یا بیوہ عورت سے؟

پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے بتلانے پر نکاح کا معلوم ہوا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ناگواری کا اظہار تک بھی نہیں کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نکاح یا ولیمہ میں اپنے تمام بزرگوں کو شریک کرنا ضروری نہیں، بلکہ حسبِ موقع وحسبِ ضرورت سادگی کے ساتھ جس طرح بھی نکاح ہو جائے، جائز ہے۔ [1]

---

[1] (ولدينها) ولا سيما أمر فيه بطلب ذات الدين ودعا له أو عليه بقوله (تربت يداک) إذا ظفر بذات الدين وطلب غيرها، وإنما قلنا :له أو عليه، لاستعمال تربت يداک في النوعين على ما نذكر الآن(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج٢٠، ص٨٦، كتاب النكاح، باب الأكفاء فى الدين)

(تربت يداک) أى افتقرتا إن خالفت ما أمرتک به يقال ترب الرجل إذا افتقر وهى كلمة جارية على ألسنتهم لا يريدون بها حقيقتها .وقيل :فيه تقدير شرط كما مر ورجحه ابن العربى لتعدية ذوات الدين إلى ذوات الجمال والمال، ورجح عدم إرادة الدعاء عليه(إرشاد السارى لشرح صحيح البخارى، ج٨، ص٢٢، كتاب النكاح، باب الأكفاء فى الدين)

(وعن) أبى هريرة قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :-(تنكح المرأة لأربع) أى :لخصالها الأربع فى غالب العادة (لمالها، ولحسبها) بفتحتين وهو ما يكون فى الشخص وآبائه من الخصال الحميدة شرعا أو عرفا مأخوذ من الحساب، لأنهم إذا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا تَزَوَّجْتُ: أَتَّخَذْتَ أَنْمَاطًا؟ قُلْتُ: وَأَنّٰی لَنَا أَنْمَاطٌ؟ قَالَ: أَمَا إِنَّهَا سَتَكُوْنُ (مسلم) [1]

ترجمہ: جب میں نے شادی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کیا کہ تم نے قالین کا انتظام کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس قالین کہاں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب ہو جائیں گے (مسلم)

معلوم ہوا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نکاح کے موقع پر گھر میں قالین اور غالیچہ تک کا انتظام نہیں کیا، کیونکہ یہ چیزیں ان کو میسر نہیں تھیں، جس کا انہوں نے بڑے سادہ انداز میں اظہار کیا اور کسی کو باآسانی میسر ہوں اور مالی وسعت وفراوانی حاصل ہو تو اعتدال میں رہتے ہوئے گھر یا کمرے کو فرش فروش، غالیچہ وقالین وغیرہ سے آراستہ ومزین کرنا بھی جائز ہے، اور حدیث کے آخری کلمات نبوی پیشگوئی پر مشتمل ہیں، چنانچہ بعد میں خلافت راشدہ، خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شام وروم، ایران ومصر کی فتوحات کے بعد مدینہ میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تفاخروا عد كل واحد منهم مناقبه ومآثر آبائه (ولجمالها) أى :لصورتها (ولدينها) أى: سيرتها .قال الطيبى -رحمه الله " :-لمالها إلخ بدل من أربع بإعادة العامل، وقد جاء ت اللام مكررا فى الخصال الأربع فى صحيح مسلم، وليس فى صحيح البخارى اللام فى جمالها اه .وما فى الكتاب موافق لمسلم (فاظفر بذات الدين) أى :فز بنكاحها .قال القاضى -رحمه الله " :-من عادة الناس أن يرغبوا فى النساء ويختاروها لإحدى أربع خصال عدها، واللائق بذوى المروء ات وأرباب الديانات أن يكون الدين من مطمح نظرهم فيما يأتون ويذرون، لا سيما فيما يدوم أمره ويعظم خطره .(تربت يداك) يقال :ترب الرجل أى :افتقر كأنه قال :تلتصق بالتراب، ولا يراد به هاهنا الدعاء ، بل الحث على الجد والتشمير فى طلب المأمور به .قيل :معناه صرت محروما من الخير إن لم تفعل ما أمرتک به، وتعديت ذات الدين إلى ذات الجمال وغيرها، وأراد بالدين الإسلام والتقوى، وهذا يدل على مراعاة الكفاء ة، وأن الدين أولى ما اعتبر فيها(مرقاة المفاتيح، ج۵ ص ۲۰۴۳، كتاب النكاح)

[1] رقم الحديث ۲۰۸۳ ''۳۹''كتاب اللباس والزينة، باب جواز اتخاذ الأنماط.

غنائم آنے اور غنائم میں غالیچہ وقالین سمیت ہر نوع کی گھریلو استعمال کی چیزیں آنے سے خوب خوش حالی ہوگئی اور گھروں میں اس طرح کی چیزیں عام ہوگئیں۔ [1]

ملاحظہ فرمایئے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح سادگی کے ساتھ نکاح کرلیا کرتے تھے، اور نکاح کے لئے وافر مال ودولت اور بڑا مجمع اور کسی قسم کی رسم کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے، اور ان کے یہ آسان اور سادہ نکاح ہی انتہائی بابرکت اور سعادت مندی بلکہ دنیا وآخرت میں کامیابی کا ذریعہ تھے۔

(14)......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قرابت دار بچی کی رخصتی کا واقعہ

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنْكَحَتْ عَائِشَةُ ذَاتَ قَرَابَةٍ لَهَا مِنَ الْأَنْصَارِ، فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَهْدَيْتُمُ الْفَتَاةَ؟ قَالُوْا: نَعَمْ، قَالَ: أَرْسَلْتُمْ مَعَهَا مَنْ يُغَنِّي؟ قَالَتْ: لَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْأَنْصَارَ قَوْمٌ فِيهِمْ غَزَلٌ، فَلَوْ بَعَثْتُمْ مَعَهَا مَنْ يَقُوْلُ:

أَتَيْنَاكُمْ أَتَيْنَاكُمْ ......فَحَيَّانَا وَحَيَّاكُمْ (سنن ابنِ ماجه) [2]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ایک قرابت دار انصاری لڑکی کا نکاح کرادیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور معلوم کیا کہ کیا تم نے دلہن

---

[1] قال النبى، عليه السلام: (هل اتخذتم أنماطا)؟ قلت: يا رسول الله، وأنى لنا أنماط، قال: (إنها ستكون). قال المهلب: فيه من علامات النبوة؛ لأنه عليه السلام أخبر بما يكون فكان. وفيه: جواز اتخاذ شورة البيوت للنساء. وفيه: دليل أن الشورة للمرأة دون الرجل، وأنها عليها فى المعروف من أمر الناس القديم؛ لأن النبى، عليه السلام، إنما قال ذلک لجابر؛ لأن أباه ترک سبع بنات، فقام عليهن جابر وشورهن بعد أبيه وزوجهن (شرح صحيح البخارى لابن بطال، ج٧ص ٢٧٩، كتاب الرضاع، باب الأنماط ونحوها للنساء)

[2] رقم الحديث ١٩٠٠، ابواب النكاح، باب الغناء والدف.
قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره (حاشية ابنِ ماجه)

کو رخصت کر دیا؟ لوگوں نے عرض کیا کہ جی ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے ساتھ کسی کو بھیجا ہے، جو مخصوص شعر پڑھتا؟ حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ نہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انصار (نکاح کے موقعہ پر) شعر کو پسند کرتے ہیں اگر تم ان کے ساتھ کوئی بھیج دیتے جو یہ کہتا کہ:

أَتَيْنَا كُمْ أَتَيْنَا كُمْ ...فَحَيَّانَا وَحَيَّا كُمْ

’’ہم تمہارے پاس آئے ہیں، ہم تمہارے پاس آئے ہیں، اللہ ہمیں بھی خوش رکھے اور تمہیں بھی خوش رکھے‘‘ (ابنِ ماجہ)

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ وہ بچی یتیم ہونے کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زیرِ پرورش تھی۔ [1]

یہ شعر بہت سادہ اور دعائیہ جملہ پر مشتمل تھا، جس کو انصار پسند کرتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] عن جابر، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعائشة " :أهديتم الجارية إلى بيتها؟ "قالت :نعم .قال " :فهلا بعثتم معهم من يغنيهم يقول :أتيناكم أتيناكم فحيونا نحياكم فإن الأنصار قوم فيهم غزل (مسند الإمام أحمد،رقم الحديث ١٥٢٠٩)

قال شعيب الارنؤوط:حسن لغيره (حاشية مسند الإمام أحمد)

عن جابر، قال :كان عند عائشة يتيمة فزوجتها، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أهديتم الفتاة؟ أفلا بعثتم معها من يقول :أتيناكم أتيناكم ...فحيونا نحييكم(كشف الأستار عن زوائد البزار،رقم الحديث ١٤٣٢،باب اللهو عند العرس)

عن عائشة، قالت :كانت عندنا يتيمة من الأنصار، فزوجناها رجلا من الأنصار، فكنت فيمن أهداها إلى زوجها، فقال رسول الله ﷺ :يا عائشة، الأنصار أناس فيهم غزل، فما قلت؟ قالت :دعونا بالبركة، ثم انصرفوا قال " :أفلا قلتم :أتيناكم أتيناكم فحيونا نحييكم، ولولا الذهب الأحمر ما حلت بواديكم، ولولا الحبة السمراء لم تسمن عذاريكم(الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر،لأبى بكربن الخَلَّال،ج ١،ص٦٨)

وعن عائشة أن النبى -صلى الله عليه وسلم -قال " :ما فعلت فلانة؟ "ليتيمة كانت عندها .فقلت :أهديناها إلى زوجها .قال " :فهل بعثتم معها جارية تضرب بالدف وتغنى؟ "قالت :تقول ماذا؟ قال " :تقول :أتيناكم أتيناكم فحيونا نحييكم.لولا الذهب الأحمر ما حلت بواديكم.لولا الحنطة السمرا ما سميت عذاريكم.

رواه الطبرانى فى الأوسط، وفيه رواد بن الجراح وثقه أحمد وابن معين وابن حبان، وفيه ضعف(مجمع الزوائد،رقم الحديث٧٥٣٧،باب إعلان النكاح واللهو والنثار)

Idara Ghufran

نے رخصتی کے موقعے پر اس کو پڑھنے کی تو خواہش ظاہر فرمائی، لیکن جو بچی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے رخصت ہوئی، اس کی رخصتی کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ تک بھی نہ چلا، نہ ہی کوئی بارات وغیرہ کا سماں پیدا ہوا، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم شرکت فرماتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ شریعتِ مطہرہ نے دلہن کو شوہر کے پاس رخصت کرنے کے لئے کوئی بارات اور بزرگ کی موجودگی وغیرہ کو ضروری قرار نہیں دیا، لہٰذا رخصتی کے لئے بارات کو اور اس میں بھی لمبے چوڑے مجمع کو ضروری سمجھنا، اور پھر ان سب باراتیوں کے لئے لڑکی والوں پر ضیافت اور کھانے پینے اور ٹھہرنے کے اخراجات کی ذمہ داری ڈالنا درست نہیں، اور یہ سب چیزیں لوگوں نے خود سے ضروری اور لازم قرار دے لی ہیں، شریعت کی طرف سے ان چیزوں کو ضروری قرار نہیں دیا گیا۔

(15)......ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کے نکاح کا واقعہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّيْ تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ نَظَرْتَ إِلَيْهَا؟ فَإِنَّ فِيْ عُيُوْنِ الْأَنْصَارِ شَيْئًا قَالَ: قَدْ نَظَرْتُ إِلَيْهَا، قَالَ: عَلَى كَمْ تَزَوَّجْتَهَا؟ قَالَ: عَلَى أَرْبَعِ أَوَاقٍ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَى أَرْبَعِ أَوَاقٍ؟ كَأَنَّمَا تَنْحِتُوْنَ الْفِضَّةَ مِنْ عُرْضِ هٰذَا الْجَبَلِ، مَا عِنْدَنَا مَا نُعْطِيكَ، وَلٰكِنْ عَسَى أَنْ نَبْعَثَكَ فِي بَعْثٍ تُصِيبُ مِنْهُ، قَالَ: فَبَعَثَ بَعْثًا إِلَى بَنِي عَبْسٍ بَعَثَ ذٰلِكَ الرَّجُلَ فِيهِمْ (مسلم) [1]

---

[1] رقم الحديث ۱۴۲۴ "۷۵" كتاب النكاح، باب ندب النظر إلى وجه المرأة وكفيها لمن يريد تزوجها.

ترجمہ: ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پھر اس نے عرض کیا کہ میں نے انصار کی ایک عورت سے نکاح کرلیا ہے، تو اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ نے اس کو دیکھ لیا، کیونکہ انصاری (عورتوں) کی آنکھوں میں کچھ (نقص) ہوتا ہے، اس آدمی نے عرض کیا کہ میں اس کو دیکھ چکا ہوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کتنے مہر پر آپ نے اس سے نکاح کیا؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ چار اوقیہ پر، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار اوقیہ پر (کیونکہ یہ تو تمہاری حیثیت سے زیادہ ہے) گویا کہ تم اس پہاڑ سے چاندی کھودلاتے ہو، یہ مہر کی مقدار تمہیں دینے کے لئے ہمارے پاس نہیں ہے، البتہ عنقریب ہم تمہیں ایک قافلہ میں بھیجیں گے شائد تمہیں اس سے کچھ (مالِ غنیمت کے طور پر) مل جائے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنی عبس کی طرف ایک لشکر بھیجا، اور اس آدمی کو بھی اس لشکر میں روانہ کیا (تاکہ وہاں سے مالِ غنیمت وغیرہ میں اسے مہر میں دینے کے لئے کچھ مل جائے) (مسلم)

نکاح سے پہلے مرد کا عورت کو دیکھنا جائز بلکہ مستحب ہے، جس کا ذکر کئی احادیث میں آیا ہے۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے، تو چار اوقیے ایک سو ساٹھ درہم کے ہوئے، اور زکاۃ کا نصاب پانچ اوقیہ یعنی دوسو درہم کا ہوتا ہے جو وزن میں ساڑھے باون تولہ چاندی بنتی ہے، اس اعتبار سے چار اوقیہ تقریباً بیالیس تولہ چاندی بنتی ہے، اس طرح یہ زکاۃ کے نصاب سے کچھ کم ہوتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ مہر کو ناپسند فرمایا۔ [1]

---

[1] پانچ اوقیہ دوسو درہم کے ہوتے ہیں، تو چار اوقیے نصابِ زکاۃ کے پانچ میں سے چار حصے ہوئے۔

فلم تعجبه فيتركها فتنكسر وتتأذى ولهذا قال أصحابنا يستحب أن يكون نظره إليها قبل الخطبة حتى إن كرهها تركها من غير إيذاء بخلاف ما إذا تركها بعد الخطبة والله أعلم قال أصحابنا وإذا لم يمكنه النظر استحب له أن يبعث امرأة يثق بها تنظر إليها وتخبره ويكون ذلك قبل الخطبة لما ذكرناه قوله صلى الله عليه وسلم (كأنما تنحتون الفضة من عرض هذا الجبل) العرض بضم العين

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ملاحظہ فرمایئے کے ان صحابی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دیئے بغیر ہی اپنا نکاح کرلیا، نہ کوئی ایسی تقریب کی یا بارات کا اہتمام کیا کہ جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مدعو کیا جاتا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاح کا خطبہ پڑھانے یا ایجاب وقبول کرانے کے لئے بھی مدعو نہیں کیا اور نہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی شکایت کی، جس سے معلوم ہوا کہ نکاح کے لئے کوئی ایسی تقریب منعقد کرنا ضروری نہیں کہ جس میں بزرگوں کو بلانا اور شریک کرنا ضروری اور لازم ہو۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام کے نکاح رسم ورواج اور نمود ونمائش سے بچ کر انتہائی آسان اور سادہ ہوا کرتے تھے۔

(16)......ایک اور صحابی رضی اللہ عنہ کے نکاح کا واقعہ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُلُوْسًا، فَجَاءَ تْهُ اِمْرَأَةٌ تَعْرِضُ نَفْسَهَا عَلَيْهِ، فَخَفَّضَ فِيْهَا النَّظَرَ وَرَفَعَهٗ، فَلَمْ يُرِدْهَا، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِهٖ: زَوِّجْنِيْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: أَعِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ؟ قَالَ: مَا عِنْدِيْ مِنْ شَيْءٍ، قَالَ: وَلَا خَاتَمٌ مِنْ حَدِيْدٍ؟ قَالَ: وَلَا خَاتَمٌ مِّنْ حَدِيْدٍ، وَلٰكِنْ أَشُقُّ بُرْدَتِيْ هٰذِهٖ فَأُعْطِيْهَا النِّصْفَ، وَآخُذُ النِّصْفَ، قَالَ: لَا، هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: اِذْهَبْ فَقَدْ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وإسكان الراء هو الجانب والناحية وتنحتون بكسر الحاء أى تقشرون وتقطعون ومعنى هذا الكلام كراهة إكثار المهر بالنسبة إلى حال الزوج(شرح صحيح مسلم ،للنووى، ج۹ ص ۲۱۱، كتاب النكاح،باب ندب من أراد نكاح امرأة إلى أن ينظر إلى وجهها)

وخمس أواق ومائتا درهم وعشرون دينارا(فتح البارى شرح صحيح البخارى لابن حجر العسقلانى، ج۵ ص ۳۲۱،قوله باب الشروط فى البيوع)

Idara Ghufran

زَوَّجْتُکَهَا بِمَا مَعَکَ مِنَ الْقُرْآنِ (صحیح البخاری) [1]

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک عورت نے اپنے آپ کو (نکاح کے لئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا (یعنی اپنا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرنے کی خواہش ظاہر کی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت پر نظر دوڑائی، اور کوئی جواب نہ دیا، پھر (وہاں پر موجود) ایک صحابی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ اس کا مجھ سے نکاح کرا دیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کچھ (مہر دینے کو) ہے؟ انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ہے، لیکن میں اپنی چادر پھاڑ کر آدھی اس کو دے دوں گا، اور آدھی خود رکھ لوں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، کیا تمہیں کچھ قرآن یاد ہے؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ، میں نے، آپ کو جو قرآن یاد ہے، اُس کے بدلہ میں اس کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا (بخاری)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ بعض دیگر فقہائے کرام کے نزدیک مہر کی کوئی مخصوص مقدار مقرر نہیں، اور امام شافعی کے نزدیک عورت کے مہر میں قرآن یا اس کا کچھ حصہ حفظ کرانے یا قرآن کی تعلیم دینے کو مقرر کرنا جائز ہے، جس میں ان کے نزدیک کچھ تفصیل ہے، اور ان کی دلیل یہی مذکورہ حدیث ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٥١٣٢، كتاب النكاح، باب إذا كان الولي هو الخاطب.

[2] اختلف الفقهاء فى جواز جعل تحفيظ القرآن الكريم صداقا للمرأة:
فذهب الحنفية والمالكية فى المشهور عندهم وأحمد فى رواية عنه إلى عدم جواز جعل تحفيظ القرآن الكريم صداقا للمرأة، لأن الفروج لا تستباح إلا بالأموال لقوله تعالى :(وأحل لكم ما وراء

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خیر! اس فقہی بحث سے قطع نظر، ملاحظہ فرمائیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی جلدی کسی چیز کا اہتمام کیے بغیر اسی مجلس میں اس عورت کے ساتھ ان صحابی کا نکاح کر دیا، نہ تو نکاح کے لئے کوئی تاریخ مقرر فرمائی، اور نہ ہی عورت اور مرد کے تمام رشتہ داروں کی شرکت یا کسی اور رسم کی ضرورت سمجھی۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ذلكم أن تبتغوا بأموالكم محصنين غير مسافحين ولا متخذى أخدان)ولأن تحفيظ القرآن الكريم لا يجوز أن يقع إلا قربة لفاعله.

وذهب الشافعية وهو خلاف المشهور عند بعض المالكية وأحمد فى رواية عنه إلى جواز جعل تحفيظ القرآن الكريم صداقا للمرأة "لأن رسول الله صلى الله عليه وسلم زوج رجلا امرأة بما معه من القرآن بقوله صلى الله عليه وسلم :أملكناكها بما معك من القرآن .

ثم إن الذاهبين إلى جواز ذلک اتفقوا على أنه لا بد من تعيين ما يحفظها إياه من السور والآيات، لأن السور والآيات تختلف، كما اتفقوا على وجوب تحفيظها للقدر المتفق عليه من السور والآيات، ولكنهم اختلفوا هل يشترط تعيين القراء ة التى يعلمها وفقا لها أم لا؟

فذهب جمهور الشافعية وهو أحد الوجهين عند الحنابلة إلى عدم اشتراط ذلک لأن كل قراء ة تنوب مناب القراء ة الأخرى، "ولأن النبى صلى الله عليه وسلم لم يعين للمرأة قراء ة معينة "وقد كانوا يختلفون فى القراء ة أشد من اختلاف القراء اليوم .فيعلمها ما شاء من القراء ات المتواترة.

ويرى بعضهم أنه يجب تعيين قراء ة بعينها لأن الأغراض تختلف، والقراء ات كذلک تختلف، فمنها صعب ومنها سهل، ونقل عن البصريين من الشافعية أنه يعلمها ما غلب على قراء ة أهل البلد، وإن لم يكن فيها أغلب علمها ما شاء من القراء ات، وهذا إذا لم يتفقوا على قراء ة معينة، أما إذا اتفقوا على قراء ة معينة فيجب عليه أن يحفظها هذه القراء ة، فإن خالف وعلمها قراء ة أخرى غيرها فمتطوع ويلزمه تعليمها القراء ة المتفق عليها عملا بالشرط.

واختلف القائلون بجواز جعل تعليم القرآن صداقا فيما لو أصدق زوجته الكتابية تعليم سورة من القرآن.

فذهب الشافعية إلى جواز ذلک إذا كان يتوقع إسلامها لقوله تعالى :(وإن أحد من المشركين استجارک فأجره حتى يسمع كلام الله)

أما إذا لم يتوقع إسلامها فلا يجوز ذلک.

وذهب الحنابلة إلى عدم جواز ذلک لقوله صلى الله عليه وسلم :لا تسافروا بالقرآن إلى أرض العدو وذلک مخافة أن تناله أيديهم فالتحفيظ أولى أن يمنع منه ولها مهر المثل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٧، ص٣٢٥،مادة " حفظ")

(17)......حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے نکاح کا واقعہ

حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ أَبَا الدَّرْدَاءِ، ذَهَبَ مَعَ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ يَخْطُبُ عَلَيْهِ امْرَأَةً مِّنْ بَنِيْ لَيْثٍ، فَدَخَلَ، فَذَكَرَ فَضْلَ سَلْمَانَ وَسَابِقَتَهُ وَإِسْلَامَهُ، وَذَكَرَ أَنَّهُ يَخْطُبُ إِلَيْهِمْ فَتَاتَهُمْ فُلَانَةَ، فَقَالُوْا: أَمَّا سَلْمَانُ فَلَا نُزَوِّجُهُ، وَلٰكِنَّا نُزَوِّجُكَ، فَتَزَوَّجَهَا ثُمَّ خَرَجَ، فَقَالَ: إِنَّهُ كَانَ شَيْءٌ، وَإِنِّيْ اَسْتَحْيِيْ أَنْ أَذْكُرَ ذٰلِكَ، قَالَ: وَمَا ذٰلِكَ؟ فَأَخْبَرَهُ أَبُو الدَّرْدَاءِ بِالْخَبَرِ، فَقَالَ سَلْمَانُ: أَنَا أَحَقُّ أَنْ أَسْتَحْيِيَ مِنْكَ أَنْ أَخْطُبَهَا، وَكَانَ اللّٰهُ قَدْ قَضَاهَا لَكَ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحدیث ۶۰۵۰، ج۶ص۲۱۶) [1]

ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ گئے، اور بنی لیث قبیلہ کے ایک گھر میں جا کر سلمان کا نکاح کرنے کی ترغیب اور پیغام دیا اور حضرت سلمان کی فضیلت اور ان کی اسلام میں سبقت کا ذکر کیا، اور یہ بھی ذکر کیا کہ وہ ان کی طرف (آپ کی) فلانی لڑکی کے نکاح کا پیغام دینا چاہتے ہیں، تو ان لوگوں نے کہا کہ سلمان سے تو ہم نکاح نہیں کریں گے، لیکن آپ سے نکاح کر دیتے ہیں، حضرت ابو درداء نے (ان کی یہ پیش کش قبول کر کے اس لڑکی سے) نکاح کر لیا، اور پھر باہر آ کر حضرت سلمان سے کہا کہ ایک ایسی بات ہوگئی ہے، جس کا آپ کے سامنے ذکر کرنے میں مجھے حیاء (وشرم)

---

[1] علامہ ہیثمی نے فرمایا کہ اس روایت کے رجال ثقہ ہیں، مگر حضرت ثابت کا حضرت ابوالدرداء اور حضرت سلمان سے سماع ثابت نہیں ہے۔

قال الهيثمي: رواه الطبراني، ورجاله ثقات إلا أن ثابتا لم يسمع من سلمان، ولا من أبي الدرداء (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۷۴۴۹)

محسوس ہوتی ہے، حضرت سلمان نے کہا کہ وہ کیا بات ہے؟ تو ان کو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کی خبر دی (جو گھر میں جا کر ان کا اپنا نکاح ہو جانے سے متعلق پیش آیا تھا) تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں آپ سے حیاء کرنے کا زیادہ حق دار ہوں کہ میں نے اس کو نکاح کا پیغام پہنچایا، اور اللہ نے اس (کے نکاح) کا فیصلہ آپ کے لئے کر رکھا تھا (طبرانی)

یہ واقعہ اسلام میں نکاح کی انتہائی سادگی کی ایک عجیب وغریب مثال ہے، کتنی جلدی اور آسانی سے نکاح ہوگیا، کہ باہر کھڑے ساتھی کو جس نے اپنے نکاح کے پیغام کے لئے بھیجا تھا، ان کو بھی پتہ نہ چلا، اور جس کے لئے نکاح کا پیغام لے کر گئے تھے، اس کا رشتہ رَد ہونے اور پیغام رساں کا نکاح ہونے پر اس نے بھی ذرا بُرا نہیں منایا، بلکہ اللہ کے فیصلہ پر رضا کا اظہار کیا، یہ سب کچھ دین سے تعلق کے مضبوط اور رسم ورواج سے محفوظ ہونے کی برکت کا اثر تھا۔

(18)......صحابۂ کرام کا ایک بکری کے ذریعہ نکاح کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْسِمُ الْغَنَمَ بَيْنَ أَصْحَابِهِ مِنَ الصَّدَقَةِ، تَقَعُ الشَّاةُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ فَيَقُوْلُ أَحَدُهُمَا: دَعْ لِيْ نَصِيْبَكَ أَتَزَوَّجُ بِهٖ (مسند أبی یعلی، رقم الحدیث ۶۰۴۱) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے (ضرورت مند) صحابۂ کرام میں صدقہ کی بکریاں تقسیم فرماتے تھے، ایک بکری دو شخصوں کے حصہ میں آتی تھی، تو ان میں سے ایک دوسرے سے کہتا تھا کہ آپ اپنا (بکری کا) حصہ میرے لئے چھوڑ

---

[1] قال حسین سلیم أسد الدارانی:
إسنادہ جید (حاشیة مسند ابی یعلیٰ)

دے دیجئے، میں اس کے ذریعہ سے نکاح کروں گا (ابو یعلیٰ)

معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ایک بکری یا اس کی مالیت سے نکاح کا انتظام کرلیا کرتے تھے، جس میں بیوی کا مہر، اس کی دیگر ضروریات یا ولیمہ وغیرہ کے اخراجات شامل ہوتے تھے۔

آج کے دور میں بکری یا اس کی مالیت سے نکاح کرنا بہت آسان ہے، لیکن یہ اس وقت ہے، جب کوئی اس پر عمل کرے، اور فضول اور غیر ضروری اخراجات و رسموں سے اپنے آپ کو بچائے۔

خلاصہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، امہات المومنین رضی اللہ عنہن اور صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہم وعنہن کے نکاح کسی رسم ورواج، نمود ونمائش وغیرہ کے بغیر انتہائی سادگی اور آسانی کے ساتھ ہوا کرتے تھے۔

نکاح کا یہی سادہ وآسان طریقہ مسلمانوں کے لئے اسوۂ حسنہ اور بہترین نمونہ اور قابلِ اتباع مثال ہونا چاہئے۔

مگر کس قدر افسوس کا امر ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور صحابۂ کرام کی اتباع میں سادگی اور آسانی کے ساتھ نکاح اور ولیمہ کرے، اس کو تو معیوب سمجھا جاتا ہے، اور اس کے برعکس جو سنت کی خلاف ورزی کرکے اور شریعت کے احکام کو توڑ کر ہر طرح کے رسوم ورواج اور تکلفات کو اختیار کرے، اس کو معیوب تو کیا سمجھا جاتا، الٹا اس کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ ؎

لاحول ولا قوۃ، کیا الٹا زمانہ ہے　　　عورت تو ہے مردانی اور مرد زنانہ ہے

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

Idara Ghufran

(فصل نمبر 1)

سب سے زیادہ خیر والا نکاح، آسان نکاح ہے

معتبر احادیث سے یہ بات بھی صراحت اور وضاحت کے ساتھ معلوم ہوتی ہے کہ جو نکاح آسان ہو، وہ خیر و برکت والا نکاح ہوتا ہے، اور سادگی میں جس قدر آسانی ہے، وہ سب کو معلوم ہے۔

پہلے اس سلسلہ میں چند احادیث و روایات ملاحظہ فرمایئے، جس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ نکاح اور اس کے متعلقات کی آسانی کے بارے میں کچھ تفصیل ذکر کی جائے گی۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: خَیْرُ النِّکَاحِ أَیْسَرُہٗ (موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ خیر (و برکت والا (اور بہترین) نکاح وہ ہے، جو آسان ہو (موارد الظمآن)

آسان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں کم خرچ ہو، مہر کی ادائیگی بھی آسان ہو، اور ولیمہ اور دیگر نکاح کے تمام اُمور آسانی، سہولت اور عُجلت کے ساتھ انجام پذیر ہوجائیں۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۱۲۵۷، كتاب النكاح، باب ما جاء فى الصداق.
قال حسين اسد الدرانى :
إسناده جيد(حاشية موارد الظمآن)

[2] (خير النكاح أيسره) أى أقله مؤونة وأسهله إجابة للخطبة بمعنى أن ذلک يكون مما أذن فيه وعلامة الإذن التيسير ويستدل بذلک على يمن المرأة وعدم شؤمها لأن النكاح مندوب إليه جملة ويجب فى حالة فينبغى الدخول فيه بيسر وخفة مؤونة لأنه ألفة بين الزوجين فيقصد منه الخفة فإذا تيسر عمت بركته ومن يسره خفة صداقها وترک المغالاة فيه وكذا جميع متعلقات النكاح من وليمة ونحوها(فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ۴۰۴۷)

بلکہ بعض احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نکاح اور مہر وغیرہ کی آسانی عورت کی سعادت مندی اور اس کے مبارک ہونے کی نشانی ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ مِنْ يُمْنِ الْمَرْأَةِ تَيْسِيرَ خِطْبَتِهَا، وَتَيْسِيرَ صَدَاقِهَا، وَتَيْسِيرَ رَحِمِهَا (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٢٤٤٧٨) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کے سعادت مند (اور بابرکت) ہونے میں یہ بھی داخل ہے کہ اس سے نکاح کا پیغام آسان ہو، اور اس کا مہر بھی آسان ہو، اور اسکے اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت بھی ٹھیک و آسان ہو (مسند احمد)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِنْ يُمْنِ الْمَرْأَةِ تَسْهِيلُ أَمْرِهَا وَقِلَّةُ صَدَاقِهَا (صحيح ابن حبان) [2]

ترجمہ: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کے سعادت مند (اور بابرکت) ہونے میں اس عورت کے معاملہ کا سہولت والا ہونا، اور اس کے مہر کا کم ہونا بھی داخل ہے (ابن حبان)

عورت کے معاملہ کے سہولت والا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس عورت سے نکاح کا رشتہ قبول ہونے میں دشواری پیش نہ آئے، اور لڑکی یا اس کے سرپرستوں کی طرف سے نکاح کی

---

[1] قال شعيب الارنؤط:
إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ٤٠٩٥، كتاب النكاح، باب الصداق.
قال شعيب الارنؤط:
إسناده حسن (حاشية صحيح ابن حبان)

رضا مندی جلدی ہوجائے، اور اس کا مہر ادا کرنا بھی آسان ہو، اور اس کے یہاں بچہ یا بچی کی ولادت بھی سہولت وعجلت کے ساتھ ہوجائے، تو یہ چیزیں عورت کے سعادت منداور باعثِ خیروبرکت ہونے کی نشانی ہیں۔

اور جب مذکورہ باتیں عورت کے سعادت منداور بابرکت ہونے کی نشانی ہیں، تو اس کے برخلاف چیزیں سعادت منداور بابرکت ہونے کی نشانی نہ ہوں گی۔ [1]

اب نکاح اور اس کے اہم متعلقات کی آسانی وسہولت کے بارے میں کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

(1)......نکاح کے پیغام یا منگنی میں آسانی

جہاں تک منگنی یا رشتہ کرنے کا تعلق ہے، تو شرعاً اس کی حقیقت نکاح کا پیغام دینا یا رشتہ ڈالنا ہے، جس کے بعد دوسرے فریق کی طرف سے یا تو اس پیغام کو قبول کیا جاتا ہے، یا رد

[1] عن عائشة رضى الله عنها، أنها قالت :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من يمن المرأة أن يتيسر خطبتها، وأن يتيسر صداقها، وأن يتيسر رحمها قال عروة :يعنى يتيسر رحمها للولادة قال عروة " :وأنا أقول من عندى :من أول شؤمها أن يكثر صداقها (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۲۷۳۹،کتاب النکاح)

قال الحاكم:

هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه .

و قال الذهبى فى التلخيص:

على شرط مسلم.

(إن من يمن المرأة) أى بركتها (تيسير خطبتها) بالكسر أى سهولة سؤال الخاطب أولياء ها نكاحها واجابتهم بسهولة من غير توقف (وتيسير صداقتها) أى عدم التشديد فى تكثيره ووجدانه بيد الخاطب من غير كد فى تحصيله (وتيسير رحمها) أى للولادة بأن تكون سريعة الحمل كثيرة النسل قاله عروة قال وأنا أقول إن من أول شؤمها أن يكثر صداقها.

(حم ك) فى الصداق (هق كلهم عن عائشة) قال الحاكم على شرط مسلم وأقره الذهبى وقال الحافظ العراقى سنده جيد لكن قال تلميذه الهيثمى بعد ما عزاه لأحمد فيه أسامة بن زيد بن أسلم وهو ضعيف وقد وثق وبقية رجاله ثقات(فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ۲۵۰۳)

کردیا جاتا ہے، عربی زبان میں اس کو ’’خِطبہ نکاح‘‘ کہا جاتا ہے، (’’خ‘‘ کے نیچے زیر ہے)۔

قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں نکاح کے پیغام یا خِطبہ کا ذکر آیا ہے۔ [۱]

اور احادیث میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک روایت میں ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ مِنْ يُّمْنِ الْمَرْأَةِ تَيْسِيْرَ خِطْبَتِهَا (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٢٤٤٧٨) [۲]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کے سعادت مند (اور بابرکت) ہونے میں یہ بھی داخل ہے کہ اس سے نکاح کا رشتہ آسان ہو (مسند احمد)

نکاح کا رشتہ آسان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس عورت یا اس کے اہلِ خانہ کی طرف سے نکاح کا رشتہ قبول ہونے میں زیادہ رکاوٹ اور حیل وحجت پیش نہ آئے، بلکہ رشتہ کو آسانی اور سہولت کے ساتھ بغیر کسی شرط کے قبول کرلیا جائے، اور رشتہ قبول کرنے پر مختلف قسم کی شرائط عائد کرنا اور نکاح کو مشکل بنانا اور منگنی کے عنوان سے مختلف رسوم کرنے کی قید لگانا بابرکت ہونے کی نشانی نہیں۔ [۳]

---

[۱] وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَكِنْ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ (سورة البقرة، رقم الآية ٢٣٥)

[۲] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

[۳] (إن من يمن المرأة) أى بركتها (تيسير خطبتها) بالكسر أى سهولة سؤال الخاطب أولياء ها نكاحها واجابتهم بسهولة من غير توقف (فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ٢٥٠٣)

(ان من يمن المرأة) أى بركتها (تيسير خطبتها) بالكسر أى سهولة سؤال الخاطب أولياء ها نكاحها وإجابتهم بسهولة بلا توقف ولا اشتراط (التيسير بشرح الجامع الصغير، للمناوى، ج ١، ص ٣٥٢، حرف الهمزة)

Idara Ghufran

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ أَخِيْهِ، وَلَا يَسُوْمُ عَلٰى سَوْمِ أَخِيْهِ (مسلم) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اپنے بھائی (یعنی مسلمان) کے نکاح کے پیغام پر، نکاح کا پیغام نہ دے، اور اپنے بھائی (یعنی مسلمان) کے (خرید وفروخت کے) بھاؤ پر اپنا بھاؤ نہ کرے (مسلم)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّبِيْعَ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا يَخْطُبَ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ أَخِيْهِ، حَتّٰى يَتْرُكَ الْخَاطِبُ قَبْلَهٗ أَوْ يَأْذَنَ لَهُ الْخَاطِبُ (صحيح البخاری) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس بات سے کہ کوئی دوسرے کی بیع پر بیع کرے، اور اس بات سے بھی منع فرمایا کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کے نکاح کے پیغام پر نکاح کا پیغام دے، یہاں تک کہ اس سے پہلے نکاح کا پیغام دینے والا ترک (یا انکار) کردے، یا وہ اس (دوسرے شخص) کو (نکاح کا پیغام دینے کی) اجازت دے دے (بخاری)

اس طرح کی حدیث اورسندوں سے بھی مروی ہے۔ [3]

مطلب یہ ہے کہ نکاح کے پیغام دینے کی حیثیت خرید وفروخت میں بھاؤ تاؤ کی طرح ہے،

---

[1] رقم الحديث ۱۴۰۸ ''۳۸''كتاب النكاح، باب تحريم الجمع بين المرأة وعمتها أو خالتها فى النكاح.

[2] رقم الحديث ۵۱۴۲، كتاب النكاح، باب لا يخطب على خطبة أخيه حتى ينكح أو يدع.

[3] عن سمرة، "أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، نهى أن يخطب الرجل على خطبة أخيه (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۲۰۱۱۵)

قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

Iqra Ghufran

جس طرح خرید وفروخت سے پہلے عام طور پر بھاؤ تاؤ ہوتا ہے، اور اس کے بعد دونوں فریقوں کی رضامندی کے بعد خرید وفروخت مکمل کی جاتی ہے، اسی طرح نکاح سے پہلے عموماً نکاح کا پیغام دیا جاتا ہے، پس جب کسی چیز کی خریداری کا ایک شخص سودا کر رہا ہو، اور خرید وفروخت کرنے والے دونوں راضی ہوں، اور باقاعدہ عقد کرنا باقی ہو، تو جب تک وہ اس کو ترک نہ کردے، یا اجازت نہ دے دے، اس وقت تک اس چیز کا دوسرے کو سودا کرنا جائز نہیں، اسی طرح جب کسی نکاح کے رشتہ پر دونوں فریق راضی ہوں، لیکن ابھی نکاح نہ ہوا ہو، تو جب تک وہ وہاں نکاح کا ارادہ ترک نہ کردے، یا اجازت نہ دے دے، اس وقت تک دوسرے کو نکاح کا پیغام دے ڈالنا جائز نہیں۔ [1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ خِطْبَةَ امْرَأَةٍ بَعَثَ أُمَّ

---

[1] (ولا يبيع الرجل على بيع أخيه ولا يخطب على خطبة أخيه) بكسر الخاء وصورته أن يخطب الرجل المرأة فتركن إليه ويتفقا على صداق معلوم ويتراضيا ولم يبق إلا العقد فيجيء آخر ويخطب ويزيد في الصداق والمعنى في ذلك الإيذاء وهو خبر بمعنى النهي(إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري، ج۴،ص ۶۱، كتاب البيوع،باب لا يبيع على بيع أخيه، ولا يسوم على سوم أخيه، حتى يأذن له أو يترك)

قوله:على خطبة أخيه (نه)هو أن يخطب الرجل المرأة، يقال منه :خطب يخطب خطبة -بالكسر فهو خاطب، فتركن إليه، ويتفقا على صداق معلوم ويتراضيا، ولم يبق إلا العقد، فأما إذا لم يتراضيا ولم يتفقا ولم يركن أحدهما إلى الآخر، فلا منع من خطبتهما وهو خارج عن النهي(شرح الطيبي على مشكاة المصابيح، ج۷ص ۲۱۴۵، كتاب البيوع،باب المنهي عنها من البيوع)

وأما السوم على سوم أخيه فهو أن يكون قد اتفق مالك السلعة والراغب فيها على البيع ولم يعقداه فيقول الآخر للبائع أنا أشتريه وهذا حرام بعد استقرار الثمن وأما السوم في السلعة التي تباع فيمن يزيد فليس بحرام(شرح صحيح مسلم ،للنووي، ج۱۰ ص۱۵۸، كتاب البيوع،باب تحريم بيع الرجل على بيع أخيه وسومه على سومه)

ففي الجملة الأولى إرشاد للبائع، وفي الثانية للمشتري، نحو :إن كان رجلان يساومان، فدخل بينهما ثالث، فقال :لا تشتر منه، بل أنا أبيع منك، فهذا إضرار لبائع .وإن قال الثالث للبائع :لا تبعه منه، بل بعه مني، فهذا إضرار للمشتري، فنهاهما أن يضار أحدهما الآخر(فيض الباري على صحيح البخاري، ج۳ص ۴۴۲،۴۴۳، كتاب البيوع، باب لا يبيع على بيع أخيه، ولا يسوم على سوم أخيه، حتى يأذن له أو يترك)

سُلَیْمٍ تَنْظُرُ إِلَیْهَا (المعجم الاوسط للطبرانی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی عورت کو اپنے خِطبہ (یعنی نکاح کا پیغام) دینا چاہتے تھے، تو حضرت (انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ) اُمِ سُلیم کو اس عورت کو دیکھنے کے لئے بھیجتے تھے (طبرانی،احمد،حاکم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت نکاح کا پیغام دینے یا نکاح کا رشتہ بھیجنے کے لئے کسی عورت کو بھیجنا اور اس سے لڑکی کو دکھوانا جائز ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحدیث ۶۱۹۵، مسنداحمد، رقم الحدیث ۱۳۴۲۴، مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۲۶۹۹.

قال الحاکم:

هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم، ولم یخرجاه.

وقال الذهبی فی التلخیص:

علی شرط مسلم.

وقال شعیب الارنؤوط:

حدیث حسن(حاشیة مسند احمد)

وقال الهیثمی:

رواه أحمد، والبزار، ورجال أحمد ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۷۴۵۴، باب الإرسال فی الخطبة والنظر)

[2] اور موجودہ دور کے بعض علماء نے جواس کا انکار کیا ہے، وہ بظاہر خطاء اور نصوص سے لاعلمی پر مبنی ہے۔واللہ اعلم۔
محمد رضوان

إرسال من ینظر المخطوبة:

اتفق الفقهاء علی أن للخاطب أن یرسل امرأة لتنظر المخطوبة ثم تصفها له ولو بما لا یحل له نظره من غیر الوجه والکفین فیستفید بالبعث ما لا یستفید بنظره، وهذا لمزید الحاجة إلیه مستثنی من حرمة وصف امرأة لرجل، وقد روی أن رسول الله صلی الله علیه وسلم أرسل أم سلیم تنظر إلی جاریة فقال :شمی عوارضها وانظری إلی عرقوبها .

والحنفیة والشافعیة یرون أن من یرسل للنظر یمکن أن یکون امرأة أو نحوها ممن یحل له نظرها رجلا کان أو امرأة کأخیها، أو ممسوح یباح له النظر.

ویری المالکیة أن للخاطب أن یرسل رجلا .قال الحطاب :والظاهر جواز النظر إلی المخطوبة علی حسب ما للخاطب، وینزل منزلته ما لم یخف مفسدة من النظر إلیها(الموسوعة الفقهیة الکویتیة،ج۱۹،ص ۲۰۱،مادة " خطبة")

حضرت ابوحمید یا ابوحمیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمْ اِمْرَأَةً، فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَّنْظُرَ إِلَيْهَا إِذَا كَانَ إِنَّمَا يَنْظُرُ إِلَيْهَا لِخِطْبَةٍ ، وَإِنْ كَانَتْ لَا تَعْلَمُ (مسنداحمد،رقم الحديث ٢٣٦٠٢) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کے پاس خِطبہ (یعنی نکاح کا پیغام) بھیجے، تو اس عورت کو دیکھ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، جبکہ وہ نکاح کا پیغام دینے کی غرض سے ہی اس کو دیکھے (محض شہوت پرستی اور حیلہ نہ ہو) اگرچہ اس عورت کو پتہ نہ چلے (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ کسی لڑکی یا عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو، تو رشتہ ڈالنے یا نکاح کا پیغام بھیجنے سے پہلے اس کو خود دیکھ لینا یا کسی کے ذریعہ سے دکھوالینا جائز ہے، اور دیکھنے یا دکھوانے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس لڑکی یا عورت کو بتائے، یا اس پر اس کا اظہار کرے، کہ یہ اسے دیکھ رہا ہے، یا اس بات کا علم ہو کہ یہ اس کو نکاح کا پیغام دینا چاہتا ہے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] لڑکی کو دیکھنے کا عمل نکاح کے پیغام سے پہلے مناسب ہے، تاکہ نکاح کے پیغام کے بعد لڑکی کو دیکھ کر مسترد کرنے سے لڑکی یا اس کے اہلِ خانہ کو تکلیف وایذاء نہ پہنچے۔

(إذا خطب أحدكم) أى أراد أن يخطب بدليل قوله فى الخبر المار إذا ألقى الله فى قلب امرء (المرأة) حرة أو أمة (فلا جناح) أى لا إثم ولا حرج (عليه) فى (أن ينظر إليها) أى إلى وجهها وكفيها لا إلى غير ذلك لأن ذلك يدل على ما يريده منها فلا حاجة لما عداه وإنما يكون الجناح عنه مرفوعا (إذا كان إنما ينظر إليها لخطبته) أى إذا كان محض قصده لذلك بخلاف ما إذا كان قصده برؤيتها لا يتزوجها بل ليعلم هل هى جميلة أم لا مثلا وجعل الخطبة وسيلة إلى ذلك فعليه الإثم فالمأذون فيه النظر بشرط قصد النكاح إن أعجبته وحينئذ ينظر إليها (وإن كانت لا تعلم) أى وإن كانت غير عالمة بأنه ينظر إليها كأن يطلع عليها من كوة وهى غافلة أو المراد لا تعلم أنه يريد خطبتها وفيه رد على من كره استغفالها كمالك وإبطال لمن اشترط إذنها وعلم مما تقرر من أن معنى خطب أراد أنه لا يندب النظر بعد الخطبة لأنه قد يعرض فتتأذى هى أو أهلها لكنه مع ذلك

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ، فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَّنْظُرَ إِلٰى مَا يَدْعُوْهُ إِلٰى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ، قَالَ: فَخَطَبْتُ جَارِيَةً فَكُنْتُ أَتَخَبَّأُ لَهَا حَتّٰى رَأَيْتُ مِنْهَا مَا دَعَانِيْ إِلٰى نِكَاحِهَا وَتَزَوُّجِهَا فَتَزَوَّجْتُهَا(سنن أبی داود) [1]

ترجمہ: رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو خِطبہ (یعنی نکاح کا پیغام) دے، تو اگر اس چیز کی استطاعت (وقدرت) ہو کہ وہ اس چیز کو دیکھ لے، جو چیز کہ اس عورت سے نکاح کی داعی (ورغبت کا باعث) بنے (مثلاً چہرہ یا اخلاق ودینداری) تو اسے ایسا کر لینا چاہئے، حضرت جابر رضی

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

سائغ لأن فيه مصلحة أيضا فما زعمه بعضهم من حرمته تمسكا بأن إذن الشرع لم يقع إلا فيما قبل الخطبة ممنوع >تنبيه <الخطبة بكسر الخاء ما يفعله الخاطب من الطلب والاستلطاف والاستعطاف قولا وفعلا فقيل هى من الخطب أى الشأن الذى له خطر لأنها شأن من الشؤون ونوع من الخطوب وقيل هو من الخطاب لأنها نوع مخاطبة تجرى بين جانب الرجل والمرأة(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٥٧٨)

[1] رقم الحديث ٢٠٨٢، كتاب النكاح،باب فى الرجل ينظر إلى المرأة وهو يريد تزويجها، مستدرک حاکم، رقم الحديث ٢٦٩٦.

قال الحاكم:

هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه، وإنما أخرج مسلم فى هذا الباب حديث يزيد بن كيسان، عن أبى حازم مختصرا.

و قال الذهبى فى التلخيص:

على شرط مسلم.

وقال شعيب الارنؤوط:

مرفوعه صحيح، وهذا حديث حسن(حاشية سنن ابى داؤد)

وقال ابن حجر:

وسنده حسن وله شاهد من حديث محمد بن مسلمة وصححه ابن حبان والحاكم وأخرجه أحمد وبن ماجه ومن حديث أبى حميد أخرجه أحمد والبزار(فتح البارى لابن حجر، ج٩ص ١٨١،قوله باب النظر إلى المرأة قبل التزويج)

اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک لڑکی کو خطبہ (یعنی نکاح کا پیغام) دیا، اور میں نے اس کو چھپ کر دیکھ لیا، یہاں تک کہ میں نے اس میں وہ چیز دیکھ لی، جو اس لڑکی سے نکاح وازدواجیت کی داعی (ورغبت کا باعث) بنی تھی (یعنی اس عورت کی خوبصورتی وغیرہ)، پھر میں نے اس لڑکی سے نکاح کرلیا (ابوداؤد)

معلوم ہوا کہ نکاح کے پیغام یا رشتہ کے وقت عورت کو دیکھ لینا جائز ہے اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ نکاح کا پیغام یا رشتہ ڈالنا جائز ہے، جس کے بعد یا نکاح پر رضامندی کا اظہار ہوتا ہے یا انکار ہوتا ہے۔ [1]

پھر نکاح کے پیغام یا رشتہ ومنگنی کو لمبا چوڑا اور مشکل بنانے اور اس عنوان سے مختلف قسم کے پروگرام وتقریبات منعقد کرنے اور انجام دینے کے بجائے یہ ترغیب دی گئی ہے کہ اگر ایسے فرد کے نکاح کا پیغام میسر آجائے، جس کی دینداری اور اخلاق پسند ہوں، تو پھر نکاح کرنے میں لیت ولعل اور تاخیر سے کام نہیں لینا چاہئے، اور نہ ہی انکار کرنا چاہئے، ورنہ اس کے نتیجہ میں زمین میں اچھا خاصا فتنہ وفساد پیدا ہوجائے گا۔

---

[1] قوله:(إلى ما يدعوه إلى نكاحها) قد مر أن الداعى إلى النكاح إما المال أو الحسب أو الجمال أو الدين، فمن غرضه الجمال فليتحر فى النظر إلى ما قصده بأن ينظر إليها بنفسه، أو أن يبعث من ينعتها له، هذا معنى الاستطاعة، وفيه إن لم يكن غرضه الجمال لا يفتقر إلى رؤيتها .ويمكن أن يحمل الداعى على كسر الشهوة وغض البصر من غير المحارم، فحينئذ يكون الجمال مطلوبا إذ به يحصل التحصين، والطبع لا يكتفى بالذميمة غالبا، كيف والغالب أن حسن الخلق والخلق لا يفترقان؟ وأن ما روى أن المرأة لا تنكح لجمالها، ليس زجرا عن رعاية الجمال، بل هو زجر عن النكاح لأجل الجمال المحض مع الفساد فى الدين(شرح الطيبى على مشكاة المصابيح، ج٧ص ٢٢٧١، كتاب النكاح،باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات،الفصل الثانى)

نظر الخاطب إلى المخطوبة:

ذهب الفقهاء إلى أن من أراد نكاح امرأة فله أن ينظر إليها، قال ابن قدامة :لا نعلم بين أهل العلم خلافا فى إباحة النظر إلى المرأة لمن أراد نكاحها، وقد روى جابر قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إذا خطب أحدكم المرأة فإن استطاع أن ينظر إلى ما يدعوه إلى نكاحها فليفعل .

قال :فخطبت امرأة فكنت أتخبأ لها حتى رأيت منها ما دعانى إلى نكاحها فتزوجتها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٩، ص١٩٧، مادة "خطبة")

Idara Ghufran

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَتَاكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ خُلُقَهُ وَدِينَهُ فَزَوِّجُوْهُ، إِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيْضٌ (سنن ابن ماجه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس ایسا شخص (یا اس کا رشتہ) آ جائے، جس کے اخلاق اور دِین (یعنی دینداری) کو تم پسند کرتے ہو، تو تم اس سے نکاح کردو، اگر تم ایسا نہیں کروگے تو زمین میں فتنہ اور اچھا خاصا فساد پیدا ہو جائے گا (ابنِ ماجہ)

حضرت ابو حاتم مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا جَاءَ كُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَهُ وَخُلُقَهُ فَأَنْكِحُوْهُ، إِلَّا تَفْعَلُوْا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَإِنْ كَانَ فِيْهِ؟ قَالَ: إِذَا جَاءَ كُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَهُ وَخُلُقَهُ فَأَنْكِحُوْهُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ (سنن الترمذی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس ایسا شخص (یا اس کا رشتہ) آ جائے، جس کے دین (یعنی دینداری) اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو، تو تم اس سے نکاح کردو، اگر تم ایسا نہیں کروگے تو زمین میں فتنہ اور فساد پیدا ہو جائے گا، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگرچہ اس میں کوئی اور

---

[1] رقم الحديث ۱۹۶۷، كتاب النكاح، باب الأكفاء .
قال شعيب الارنوؤط:
حسن لغيره (حاشية سنن ابنِ ماجه)

[2] رقم الحديث ۱۰۸۵، ابواب النكاح، باب ما جاء إذا جاء كم من ترضون دينه فزوجوه.
قال الترمذی:
هذا حديث حسن غريب.

بات (مثلاً مال کی کمی) ہو؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس ایسا شخص (یا اس کا رشتہ) آئے، جس کے دین اور اخلاق کوتم پسند کرتے ہو، تو تم اس سے نکاح کردو، یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمائی (ترمذی)

معلوم ہوا کہ دینداری واخلاق کے اعتبار سے پسندیدہ رشتہ آجانے پر بلامعقول عذر کے نکاح سے انکار یا تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔

بہرحال متعدد احادیث سے نکاح سے پہلے، نکاح کا پیغام دینے یا رشتہ مانگنے کا ثبوت ملتا ہے، جس کو عربی زبان میں ''خِطبہ'' اور اردو زبان میں ''منگنی'' کہا جاتا ہے، جو کہ نکاح کا مقدمہ یا نکاح کا وسیلہ وذریعہ ہوتا ہے کہ اس کے بغیر دوسرے فریق کی طرف سے نکاح پر رضا مندی یا عدمِ رضا مندی کا پتہ نہیں چلتا، مگر اس پر نکاح کے احکام جاری نہیں ہوتے۔ [1]

اور''خِطبہ'' یا''منگنی'' ورشتہ نکاح کے لئے شرط نہیں ہے، اگر اس کے بغیر بھی نکاح کی شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے نکاح کیا جائے، تو نکاح صحیح ہوجاتا ہے، مثلاً کوئی شخص گواہوں کی موجودگی میں یہ کہے کہ میں فلاں عورت سے نکاح کرتا ہوں اور دوسرا متعلقہ فریق اس کو قبول کرلے تو بھی نکاح منعقد ہوجائے گا۔

اور اکثر فقہائے کرام کے نزدیک ''خِطبہ'' یا ''منگنی'' یعنی رشتہ فی نفسہٖ مباح اور جائز فعل ہے،

---

[1] الخطبة -بكسر الخاء -مصدر خطب، يقال :خطب المرأة خطبة وخطبا، واختطبها، إذا طلب أن يتزوجها، واختطب القوم فلانا إذا دعوه إلى تزويج صاحبتهم ولا يخرج المعنى الاصطلاحی عن المعنى اللغوى .

الألفاظ ذات الصلة:

النكاح :النكاح مصدر نكح، يقال :نكح فلان امرأة ينكحها إذا تزوجها، ونكحها ينكحها :وطئها أيضا .

واصطلاحا :عقد يفيد ملك المتعة قصدا، بين رجل وامرأة من غير مانع شرعی والخطبة مقدمة للنكاح، ولا يترتب عليها ما يترتب على النكاح(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٩،ص١٩٠،مادة " خطبة")

اور بعض فقہاء کے نزدیک مستحب عمل ہے، جب تک اس میں کوئی بے اعتدالی اختیار نہ کی جائے۔ [۱]

اور اکثر فقہائے کرام کے نزدیک نکاح کے''خِطبہ'' یا ''منگنی'' یعنی رشتہ کرنے کی تشہیر کرنا مستحب ہے، جب کہ مالکیہ کے نزدیک اس میں اِخفاء کرنا یعنی اس کام کو خفیہ رکھنا مستحب ہے۔

لیکن اس پر اتفاق ہے کہ اگر نکاح کا رشتہ اور وعدہ خاموشی سے دوسرے لوگوں کو اطلاع دیئے بغیر کرلیا جائے، تو بھی گناہ نہیں، مگر تشہیر میں بے اعتدالی اور اسراف جائز نہیں۔ [۲]

اور رشتہ یا منگنی سے پہلے رشتہ ڈالنے والے یا اس کے نائب کو برکت کے طور پر نکاح کا خطبہ پڑھنا بھی مستحب ہے، ضروری نہیں۔ [۳]

---

[۱] الخطبة فى الغالب وسيلة للنكاح، إذ لا يخلو عنها فى معظم الصور، وليست شرطا لصحة النكاح فلو تم بدونها كان صحيحا، وحكمها الإباحة عند الجمهور.

والمعتمد عند الشافعية أن الخطبة مستحبة لفعله صلى الله عليه وسلم حيث خطب عائشة بنت أبى بكر، وخطب حفصة بنت عمر رضى الله عنهم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۹، ص۱۹۰، مادة " خطبة ")

[۲] ذهب المالكية إلى أنه يندب إخفاء الخطبة خلافا لعقد النكاح فيندب -عندهم وعند بقية الفقهاء -إعلانه لقول النبى صلى الله عليه وسلم :أعلنوا هذا النكاح(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۹، ص۱۹۵، مادة " خطبة ")

[۳] الخطبة قبل الخطبة:

يندب للخاطب أو نائبه تقديم خطبة قبل الخطبة لخبر :كل أمر ذى بال لا يبدأ فيه بحمد الله فهو أقطع أى عن البركة، فيبدأ بالحمد والثناء على الله تعالى، ثم بالصلاة على رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم يوصى بالتقوى، ثم يقول :جئتكم خاطبا كريمتكم، وإن كان وكيلا قال :جاء كم موكلى خاطبا كريمتكم أو فتاتكم، ويخطب الولى أو نائبه كذلك ثم يقول :لست بمرغوب عنك أو نحوه.

وتبرك الأئمة بما جاء عن ابن مسعود رضى الله تعالى عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم علمنا خطبة الحاجة :إن الحمد لله، نحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا وسيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادى له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأن محمدا عبده ورسوله :(يا أيها الذين

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

لیکن چونکہ رشتہ یا منگنی کی حیثیت نکاح کی نہیں ہے، بلکہ وعدہ کی ہے، اس لیے نکاح کا رشتہ یا منگنی ہونے کے بعد حتی الامکان اس وعدہ کو پورا کرنا چاہئے، لیکن اگر کوئی اس سے انحراف کرے یا کسی وجہ سے دونوں فریق باہمی رضامندی سے اس رشتہ کو توڑنا اور ختم کرنا چاہیں، تو لڑکی کا کسی اور جگہ نکاح کرنے کے لئے لڑکے سے طلاق لینے کی ضرورت نہیں ہوگی، جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کرنے کے واقعہ کے ضمن میں گزرا۔ [1]

خلاصہ یہ کہ نکاح سے پہلے نکاح کا خطبہ یا پیغام دینا یا رشتہ مانگنا یا رشتہ ڈالنا اور آج کل کی مروَّجہ زبان کے مطابق منگنی جائز ہے، اور منگنی کا لفظ مانگنے سے نکلا ہے، جس کا مطلب نکاح کو طلب کرنا اور مانگنا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

آمنوا اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن إلا وأنتم مسلمون)
(يا أيها الناس اتقوا ربكم الذى خلقكم من نفس واحدة) إلى قوله :(رقيبا) (يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وقولوا قولا سديدا) إلى قوله (عظيما) ، وكان القفال يقول بعدها :أما بعد، فإن الأمور كلها بيد الله، يقضى فيها ما يشاء ، ويحكم ما يريد، لا مؤخر لما قدم ولا مقدم لما أخر، ولا يجتمع اثنان ولا يتفرقان إلا بقضاء وقدر وكتاب قد سبق، وإن مما قضى الله تعالى وقدر أن خطب فلان بن فلان فلانة بنت فلان . .أقول قولى هذا وأستغفر الله لى ولكم أجمعين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٩، ص ٢٠٢، مادة "خطبة")

[1] سادسا :الرجوع عن الخطبة: ذهب الشافعية والحنابلة إلى أن الخطبة ليست بعقد شرعى بل هى وعد، وإن تخيل كونها عقدا فليس بلازم بل جائز من الجانبين، ولا يكره للولى الرجوع عن الإجابة إذا رأى المصلحة للمخطوبة فى ذلك؛ لأن الحق لها وهو نائب عنها فى النظر لها، فلا يكره له الرجوع الذى رأى المصلحة فيه، كما لو ساوم فى بيع دارها ثم تبين له المصلحة فى تركها، ولا يكره لها أيضا الرجوع إذا كرهت الخاطب؛ لأن النكاح عقد عمرى يدوم الضرر فيه، فكان لها الاحتياط لنفسها والنظر فى حظها، وإن رجعا عن ذلك لغير غرض كره لما فيه من إخلاف الوعد والرجوع عن القول، ولم يحرم لأن الحق بعد لم يلزمهما، كمن سام سلعة ثم بدا له ألا يبيعها.
وقال المالكية .يكره لمن ركنت له امرأة وانقطع عنها الخطاب لركونها إليه أن يتركها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٩، ص ٢٠٣، مادة " خطبة")

لٰہذا جب کسی سے نکاح کا رشتہ مانگا گیا اور وہ مانگ پوری ہوگئی تو منگنی ہوگئی۔

پس اس کی جو حیثیت اور جو درجہ ہے، اس کو اسی پر رکھنا چاہئے، اور اس کو اس کے درجہ سے بڑھانا نہیں چاہئے۔

مگر آج کل عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ منگنی یا رشتہ کو ایک بھاری اور مشکل کام بنالیا گیا ہے، اور منگنی کے عنوان سے بڑے بڑے بلکہ کئی کئی پروگراموں اور تقریبوں کا منعقد کرنا، طرفین سے مختلف اشیاء کا لین دین کرنا، موسیقی، بے پردگی، مال کی اضاعت اور نہ جانے کیا کیا فضول رسمیں جمع کرلی گئی ہیں، اور ان کی وجہ سے عام طور پر منگنی کی رسم معاشرہ کے لئے ایک عذاب بن کررہ گئی ہے۔

حالانکہ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ منگنی کی حقیقت صرف نکاح کا رشتہ مانگنا ہے، جس کے بعد یا تو رشتہ قبول کرلیا جاتا ہے، یا رَد کردیا جاتا ہے، اگر قبول کرلیا جائے تو وہ صرف ایک وعدہ ہے، اور اس کے بعد کوئی معقول عذر نہ ہو، تو اسی وقت نکاح کرنا بھی جائز ہے، اور بلا معقول عذر کے اس کو طول دینا اور لمبی چوڑی تاریخیں رکھنا یا تاریخوں پر تاریخیں ڈالتے جانا درست نہیں، اور نکاح کے بعد رخصتی بھی فوراً جائز ہے۔

اور احادیث کی رو سے خیر و برکت والا اور بہترین نکاح جس کو قرار دیا گیا ہے، اور سعادت مند عورت کی جو علامات ونشانیاں بتلائی گئی ہیں، ان میں نکاح کے خطبہ یا منگنی ورشتہ کا آسان ہونا بھی ہے۔

لٰہذا اس عمل کو مشکل بنا کر نکاح کی خیر و برکت کو ضائع نہیں کرنا چاہئے اور حتی الامکان آسانی و سہولت اور سادگی کے ساتھ اس عمل کو انجام دے کر خیر و برکات کو حاصل کرنا چاہئے۔

(2)......نکاح میں آسانی

نکاح کا رشتہ پسند یا قبول ومنظور ہونے کے بعد نکاح کا نمبر آتا ہے، اس میں بھی آسانی

وسہولت رکھی گئی ہے اور یہ بات بھی پہلے گزر چکی ہے کہ رشتہ کے بغیر بھی نکاح کرنا جائز ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

خَيْرُ النِّكَاحِ أَيْسَرُهُ (موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان) [1]

ترجمہ: سب سے زیادہ خیر (وبرکت) والا (اور بہترین) نکاح وہ ہے، جو آسان ہو (مواردالظمآن)

اور منگنی، مہر اور ولیمہ وغیرہ سب چیزیں نکاح کے متعلقات ہیں، اور نکاح کا آسان ہونا ہی اصل ہے، اور دوسری چیزوں کے آسان کرنے سے مقصود بھی نکاح کو ہی آسان کرنا ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ النِّكَاحِ أَيْسَرُهُ، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ: أَتَرْضٰى أَنْ أُزَوِّجَكَ فُلَانَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ لَهَا: أَتَرْضَيْنَ أَنْ أُزَوِّجَكَ فُلَانًا؟ قَالَتْ: نَعَمْ، فَزَوَّجَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَفْرِضْ صَدَاقًا فَدَخَلَ بِهَا، فَلَمْ يُعْطِهَا شَيْئًا، فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَوَّجَنِيْ فُلَانَةَ وَلَمْ أُعْطِهَا شَيْئًا وَقَدْ أُعْطِيْتُهَا سَهْمِيْ مِنْ خَيْبَرَ، فَكَانَ لَهُ سَهْمٌ بِخَيْبَرَ، فَأَخَذَتْهُ فَبَاعَتْهُ، فَبَلَغَ مِائَةَ أَلْفٍ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٤٠٧٢، كتاب النكاح، باب الولي) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ خیر (وبرکت) والا (اور بہترین) نکاح وہ ہے کہ جو آسان ہو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی

---

[1] رقم الحديث ١٢٥٧، كتاب النكاح، باب ما جاء فى الصداق.

قال حسين اسد الدراني:

إسناده جيد (حاشية موارد الظمآن)

[2] قال شعيب الارنوؤط:

إسناده صحيح (حاشية صحيح ابن حبان)

سے فرمایا کہ کیا آپ اس پر راضی ہو کہ میں تمہارا نکاح فلانی عورت سے کردوں؟
اس آدمی نے عرض کیا کہ بے شک میں راضی ہوں، (یعنی دونوں طرف سے رشتہ منظور ہوگیا) پھر اس عورت سے فرمایا کہ کیا آپ اس بات پر راضی ہو کہ میں تمہارا نکاح فلاں مرد سے کردوں، اس عورت نے عرض کیا کہ بے شک میں راضی ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کا اس عورت سے نکاح کردیا، اور مہر بھی مقرر نہیں کیا، پھر اس شخص نے اس عورت سے دخول کرلیا (یعنی زوجین کے حقوق ادا کرلئے) اور کچھ مہر نہیں دیا، پھر جب اس آدمی کی وفات کا وقت آیا، تو اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا فلاں عورت سے نکاح کیا تھا، اور میں نے اس کو کوئی مہر وغیرہ نہیں دیا، اس لئے میں اس کو خیبر کے مالِ غنیمت میں سے حاصل شدہ اپنے دو حصے دیتا ہوں، اور ایک حصہ خیبر کے مال کا اس کا اپنا ہوگا، تو اس عورت نے (مہر کے عوض میں وہ) اپنا حصہ لے لیا، اور اس کو (لے کر) بیچ دیا، جس کی قیمت ایک لاکھ درہم حاصل ہوئی (ابن حبان)

اس سے معلوم ہوا کہ فریقین کے ایک دوسرے سے نکاح کرنے پر راضی ہونے کے بعد نکاح انتہائی آسان ہے، کہ اسی مجلس میں دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کر کے نکاح کیا جاسکتا ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر نکاح کے وقت مہر مقرر نہ کیا جائے، تو بھی نکاح ہوجاتا ہے، اور مہر پھر بھی لازم ہوجاتا ہے، جس کی تعیین بعد میں فریقین کی باہمی رضامندی سے کی جاسکتی ہے، اس کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور متعدد صحابۂ کرام کے نکاح کے مختلف واقعات پہلے گزر چکے ہیں، جن سے نکاح میں آسانی وسہولت پر روشنی پڑتی ہے، ہم یہاں ان کے اعادہ اور دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے، اگر کوئی ملاحظہ کرنا چاہتا ہے، تو وہاں ملاحظہ کرلے۔

نکاح میں دو گواہوں کی موجودگی میں فریقین وعاقدین کی طرف سے زبان سے نکاح کا

ایجاب وقبول کرلینا، شرعی اعتبار سے بنیادی چیز ہے۔ [1]

مثلاً ایک کہے کہ میں نے اپنا یا فلاں کا نکاح تمہارے یا فلاں کے ساتھ کیا، اور دوسرا اسی وقت فوراً یا کچھ وقفہ کے بعد مگر اسی مجلس میں کسی دوسرے کام کے درمیان میں حائل ہوئے بغیر، اس کے جواب میں کہے کہ میں نے قبول کیا، تو بس نکاح ہوگیا۔ [2]

---

[1] اختلف الفقهاء فی أرکان النکاح .فذهب الحنفية إلى أن رکن النکاح هو الإيجاب والقبول فقط.

وذهب المالکية إلى أن أرکانه :ولی، ومحل (زوج وزوجة) ، وصيغة.

وذهب الشافعية إلى أن أرکانه خمسة :صيغة، وزوج، وزوجة، وشاهدان، وولی.

وذهب الحنابلة إلى أن أرکانه ثلاثة :زوجان، والإيجاب، والقبول.

وللفقهاء تفصيل فی إيضاح هذه الأرکان (الموسوعة الفقهية الکويتية، ج ۴۱، ص ۲۳۳، مادة "نکاح")

أولا :الصيغة فی النکاح :اتفق الفقهاء على أن النکاح ينعقد بالإيجاب والقبول، وذلک باللفظ الذی يدل على ذلک، وما يقوم مقام اللفظ.

أما الإيجاب فعند جمهور الفقهاء -المالکية والشافعية والحنابلة -هو ما يصدر من ولی الزوجة، والقبول هو ما يصدر من الزوج أو وکيله.

لکن المالکية والشافعية يستوی عندهم أن يتقدم القبول على الإيجاب أو يتأخر عنه ما دام قد تحدد الموجب والقابل، فلو قال الزوج للولی :زوجنی أو تزوجت بنتک کان قبولا، ولو قال الولی بعد ذلک :زوجتک أو أنکحتک کان إيجابا، وانعقد النکاح بذلک.

إلا أن المالکية قالوا :يندب تقدم الإيجاب .

أما عند الحنابلة فلا بد أن يتقدم الإيجاب على القبول ولا يجوز أن يتقدم القبول عليه، قالوا :لأن القبول إنما يکون للإيجاب، فمتى وجد قبله لم يکن قبولا لعدم معناه فلم يصح، فلو قال الزوج : تزوجت ابنتک، وقال الولی :زوجتکها، لم يصح رواية واحدة.

وأما الحنفية فالإيجاب عندهم هو ما يصدر أولا، سواء أکان المتقدم هو کلام الزوج أم کان کلام الزوجة أو وليها، والقبول هو ما يصدر مؤخرا، سواء أکان صدوره من الزوج أم کان من الزوجة أو وليها.

وعلى هذا لو قال الزوج :زوجنی أو تزوجت بنتک کان إيجابا، فلو قال الولی أو الزوجة :قبلت کان قبولا، وينعقد النکاح بذلک (الموسوعة الفقهية الکويتية، ج ۴۱، ص ۲۳۳، مادة " نکاح ")

[2] واستثنى بعض الفقهاء من هذا الأصل عقد النکاح، فلا يصح إلا بلفظ النکاح والزواج ومشتقاتهما، کما ذهب إليه الشافعية والحنابلة، قال الشربينی :ولا يصح إلا بلفظ اشتق من لفظ التزويج أو الإنکاح، دون لفظ الهبة والتمليک ونحوهما کالإحلال والإباحة؛ لأنه لم يذکر فی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ حنفیہ کے علاوہ دیگر جمہور فقہائے کرام یعنی مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اور حنفیہ میں سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق، عاقل بالغ لڑکی کو خود سے اپنا نکاح کرنے کا اختیار نہیں، جب تک کہ اس کا ولی وسرپرست یا اس کے ولی کا مجاز ونمائندہ نکاح نہ کرے، البتہ ان حضرات کے نزدیک نکاح کے لئے عاقل، بالغ لڑکی کی رضامندی ضروری ہے۔

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق، عاقل، بالغ لڑکی اپنا نکاح منعقد کرسکتی ہے، جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق اگر عاقلہ، بالغہ لڑکی اپنے ولی کی رضامندی کے بغیر کفو میں (یعنی اپنے جوڑ کے لڑکے سے) نکاح کرے، تو منعقد ہوجاتا ہے، ورنہ نہیں۔

مشائخِ حنفیہ نے اس قول کو فتویٰ کے لئے مختار قرار دیا ہے، اور اس بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد امام ابو یوسف اور امام محمد کی روایات مختلف ہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

القرآن سواهما فوجب الوقوف معهما تعبدا واحتياطا؛ لأن النكاح ينزع إلى العبادات لورود الندب فيه، والأذكار في العبادات تتلقى من الشرع .

وقال الحجاوي من الحنابلة :ولا يصح إيجاب إلا بلفظ أنكحت أو زوجت . .ولا يصح قبول لمن يحسنها إلا بقبلت تزويجها أو نكاحها، أو هذا التزويج أو هذا النكاح، أو تزوجتها، أو رضيت هذا النكاح، أو قبلت، فقط، أو :تزوجت .

أما الحنفية والمالكية فلا يشترطون في عقد النكاح هذين اللفظين، فيصح عندهما بكل لفظ يدل على التأبيد مدة الحياة، كأنكحت وزوجت وملكت وبعت ووهبت ونحوها، إذا قرن بالمهر ودل اللفظ على الزواج(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٠،ص ٢٠١ ،مادة " عقد ")

ذهب الحنفية والمالكية والحنابلة إلى جواز تأخير القبول عن الإيجاب في العقود مدة المجلس، فإذا انقطع المجلس بتشاغل أو غيره سقط الإيجاب ولم يلحق به قبول.

وذهب الشافعية إلى وجوب الفورية بين الإيجاب والقبول (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٢، ص٢٢٦، مادة " فور ")

[1] المرأة البالغة العاقلة الحرة الرشيدة لا يجوز لها تزويج نفسها، بمعنى أنها لا تباشر العقد بنفسها، وإنما يباشره الولي عند جمهور الفقهاء ....

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

رہا نکاح فارم وغیرہ بھرنے یا کاغذی کارروائی کرنے اور نکاح کو قانونی طور پر رجسٹرڈ وغیرہ کرانے کا مسئلہ، تو یہ چیزیں قانونی اورانتظامی ہیں، جوقانونی ضرورت کے لئے اختیار کی گئی ہیں، لیکن شرعی اعتبار سے میاں بیوی کے تعلقات کا جائز ہونا ان چیزوں پر موقوف نہیں۔

لہٰذا اگر نکاح پہلے کرلیا جائے اور قانونی تقاضے بعد میں پورے کر لئے جائیں تو بھی نکاح میں شرعی اعتبار سے کوئی خلل نہیں آتا، وہ الگ بات ہے کہ کوئی عذر نہ ہو تو قانونی تقاضوں کو بھی ساتھ ہی پورا کر لینا چاہئے تاکہ بعد میں کسی قسم کی بدانتظامی اور پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

اس کے علاوہ باقی چیزیں مثلاً نکاح کا خطبہ اور نکاح کی تشہیر اور مجمع میں نکاح کرنا وغیرہ جیسی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أما الحنفية :فإنه لا يجوز عندهم إجبار البالغة على النكاح بكرا كانت أم ثيبا، ولها أن تعقد النكاح بنفسها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١١،ص ٢٥٤،مادة " تزويج ")

ذهب المالكية والشافعية والحنابلة إلى أن المرأة لا تزوج نفسها ولا غيرها، أى لا ولاية لها فى عقد النكاح على نفسها ولا غيرها بالولاية، وهو ما نقله عن أبى يوسف كل من الطحاوى والكرخى وأنه القول الذى رجع إليه أخيرا على ما سيأتى..

وقال أبو حنيفة فى الرواية الأولى عنه وهى ظاهر الرواية :تجوز مباشرة الحرة البالغة العاقلة عقد نكاحها ونكاح غيرها مطلقا إلا أنه خلاف المستحب.

ورواية الحسن عن أبى حنيفة وهى المختارة للفتوى :إن عقدت مع كفء جاز ومع غيره لا يصح.

ونقل عن أبى يوسف ثلاث روايات، اختلف فى ترتيبها، فذكر السرخسى أن أبا يوسف قال :لا يجوز مطلقا إذا كان لها ولى، ثم رجع إلى الجواز من الكفء لا من غيره، ثم رجع إلى الجواز مطلقا من الكفء وغيره.

وذكر الطحاوى أن قوله المرجوع إليه هو عدم الجواز إلا بولى، وكذا الكرخى فى مختصره حيث قال :وقال أبو يوسف :لا يجوز إلا بولى وهو قوله الأخير.

قال الكمال :ورجح قول الشيخين (الطحاوى والكرخى) وهو أن قول أبى يوسف الذى رجع إليه هو عدم الجواز؛ لأن الطحاوى والكرخى أقوم وأعرف بمذاهب أصحابنا.

وعن محمد روايتان :الأولى :انعقاده موقوفا على إجازة الولى إن أجازه نفذ وإلا بطل، إلا أنه إذا كان كفئا وامتنع الولى يجدد القاضى العقد ولا يلتفت إليه.

والثانية :رجوعه إلى ظاهر الرواية(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج ١٤،ص ١٩٣،مادة " تولى ")

چیزیں سنت و مستحب ہیں، فرض یا واجب نہیں، کہ نکاح کا صحیح ہونا ان چیزوں پر موقوف ہو۔ [1]

نکاح کے ایجاب وقبول کے الفاظ صحیح طور پر ادا کرنا یا کرانا ضروری ہے کہ ان سے نکاح ہوجائے، اور کم از کم دو گواہ وہ الفاظ سُن لیں۔

بعض جگہ ''ان شاء اللہ'' کے ساتھ نکاح کا ایجاب وقبول کیا جاتا ہے، مثلاً دولہا، یا دلہن کا وکیل یہ کہتا ہے کہ میں نے ان شاء اللہ اس نکاح کو قبول کیا، تو اگر ''ان شاء اللہ'' کہنے سے مقصود برکت کا حاصل کرنا ہو، تو اس طرح قبول کرنے سے بھی نکاح درست ہوجاتا ہے۔ [2]

اگر کسی کو قتل یا مار پیٹ وغیرہ کرنے دھمکی دے کر نکاح کا ایجاب وقبول کرایا جائے، تو حنفیہ کے علاوہ دیگر جمہور یعنی اکثر فقہائے کرام کے نزدیک نکاح منعقد نہیں ہوتا، اور حنفیہ کے

---

[1] اتفق الفقهاء على ندب الحمد فى خطب النكاح (عند التماس الخطبة، وعند الإجابة إليها، وعند الإيجاب فى عقد النكاح، وعند القبول فيه) لحديث :كل أمر ذى بال لا يبدأ فيه بحمد الله تعالى فهو أقطع وخص بعضهم لخطبة النكاح لفظ خطبة ابن مسعود الذى فيه :إن الحمد لله، نحمده ونستعينه ونستغفره(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٨، ص ١٣٦ ،مادة " حمد ")

ذهب الفقهاء إلى أنه يندب إعلان النكاح، أى إظهار عقده، حتى يشهر ويعرف ويبعد عن تهمة الزنا، لقوله صلى الله عليه وسلم " :أعلنوا النكاح (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٤١، ص ٢٢٥، مادة " نكاح ")

[2] اور اگر تعلیق یعنی بطور شرط کے ان الفاظ کا استعمال مقصود ہو، یا کچھ مقصود نہ ہو بلکہ خالی الذہن ہو کر یہ الفاظ ایجاب و قبول کے ساتھ اداء کئے جائیں تو شوافع کے نزدیک نکاح درست نہیں ہوتا۔

قال الشافعية :لو قال :زوجتك إن شاء الله وقصد التعليق أو أطلق لم يصح، وإن قصد التبرك وأن كل شىء بمشيئة الله تعالى صح.

وقال الحنابلة :لو قال زوجتكها إن شاء الله، أو قبلت إن شاء الله، أو قال الولى: زوجتك ابنتى إن شئت فقال :قد شئت وقبلت فيصح النكاح (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٤١، ص ٢٤٤، مادة "نكاح")

فيصح النكاح (ك) ما لو قال الولى (زوجت) إن شاء الله (و) قال الزوج (قبلت إن شاء الله) لأنه ليس بتعليق حقيقة، بل توكيد وتقوية(مطالب اولى النهىٰ فى شرح غاية المنتهىٰ، ج٥ص ١٢٩، كتاب النكاح باب الشروط فى النكاح)

نزدیک منعقد ہوجاتا ہے۔ [1]

آج کل بعض علاقوں میں نکاح خوان، دولہا سے مشہور کلمہ طیبہ اور شش کلمات سنتا ہے، اور اگر دولہا کو یہ کلمات یاد نہ ہوں، تو وہ کلمات خود پڑھ کر اس کی زبان سے کہلواتا ہے، اور پھر نکاح کا ایجاب وقبول کراتا ہے، اور بعض جگہ نکاح خوان ایجاب یا قبول ایک مرتبہ کرنے کو کافی نہیں سمجھتا، بلکہ تین تین مرتبہ کراتا ہے، شرعاً اس کی ضرورت نہیں، اور اس طرح کی چیزوں کو ضروری ولازم سمجھنا کم علمی پر مبنی ہے۔

پھر جس طرح رشتہ منظور ہونے کے بعد جلد ہی نکاح کر لینا افضل ہے، اسی طرح نکاح کے بعد کوئی عذر نہ ہو، تو رخصتی بھی نکاح کے فوراً بعد کر لینا افضل ہے، لیکن اگر کسی معقول عذر کی بناء پر ابھی رخصتی منظور نہ ہو، تو کیا رشتہ طے کر کے چھوڑ دینا اور پھر رخصتی کے وقت نکاح کرنا مناسب ہے، یا پھر پہلے نکاح کر دینا اور رخصتی بعد میں کرنا مناسب ہے؟ تو ضرورت کے

---

[1] الشرط الرابع۔ الرضا والاختيار من العاقدين أو عدم الإكراه:
هو شرط عند الجمهور غير الحنفية، فلا يصح الزواج بغير رضا العاقدين، فإن أكره أحدهما على الزواج بالقتل أو بالضرب الشديد أو بالحبس المديد، كان العقد فاسدا، لقوله صلى الله عليه وسلم :إن الله تجاوز لي عن أمتي الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه .وأخرج النسائي عن عائشة: أن فتاة ۔ هي الخنساء ابنة خدام الأنصارية ۔ دخلت عليها، فقالت :إن أبي زوجني من ابن أخيه يرفع بي خسيسته ، وأنا كارهة، قالت :اجلسي حتى يأتي رسول الله صلى الله عليه وسلم، فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم فأخبرته، فأرسل إلى أبيها، فدعاه، فجعل الأمر إليها، فقالت :يا رسول الله، قد أجزت ما صنع أبي، ولكن أردت أن أعلم النساء أن ليس للآباء من الأمر شيء والمراد بنفي الأمر عن الآباء نفي التزويج .فدل الحديثان على أن الرضا شرط لصحة الزواج، والإكراه يعدم الرضا، فلا يصح معه الزواج .وهذا هو الراجح؛ لأن التراضي أصل في العقود، والعقد للزوجين، فاعتبر تراضيهما به كالبيع.
وقال الحنفية :حقيقة الرضا ليس شرطا لصحة النكاح، فيصح الزواج ومثله الطلاق مع الإكراه والهزل؛ لأن المستكره قاصد عقد الزواج، لكنه غير راض بالحكم الذي يترتب عليه، فهو مثل الهازل، والهزل لا يمنع صحة الزواج، لقول النبي صلى الله عليه وسلم :ثلاث جدهن جد، وهزلهن جد :النكاح، والطلاق، والرجعة .لكن هذا القياس يصادم الثابت في السنة(الفقه الاسلامی وادلتہ، ج۹ص۶۵۶۷، ۶۵۷۸، القسم السادس، الباب الاول، الفصل الثانی، المبحث الثالث، انواع الشروط، الشرط الرابع)

وقت عمل توکسی ایک صورت پر بھی کرلینے کی فی نفسہٖ گنجائش پائی جاتی ہے، لیکن سنت کے زیادہ قریب یہ ہے کہ نکاح کردیا جائے، اور رخصتی بعد میں کی جائے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح اور رخصتی کے موقع پر ہوا تھا۔ واللہ اعلم۔ [1]

(3)......مہر میں آسانی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَعْظَمُ النِّسَاءِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُنَّ صَدَاقًا (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۲۷۳۲، کتاب النکاح) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں میں عظیم برکت والی وہ ہیں، جن کے مہر آسان ہوں (حاکم)

اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ الصَّدَاقِ أَيْسَرُهُ

(مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۲۷۴۲، کتاب النکاح) [3]

---

[1] اوراس میں یہ حکمت بھی ہے کہ نکاح کے بعد لڑکے اور لڑکی کا ایک دوسرے سے بات چیت کرنا اور ملنا جلنا سب جائز ہوجاتا ہے، جبکہ رشتہ ومنگنی کے بعد جائز نہیں ہوتا، اور ایسا کرنے پر دونوں گناہ گار ہوتے ہیں، نیز نکاح ہوجانے کے بعد دوسری جگہ نکاح کے وسوسہ اور شیطانی مداخلت سے بھی طرفین کی حفاظت رہتی ہے، البتہ کوئی معقول مصلحت بعد میں نکاح کرنے کی متقاضی ہوتو اس پر بھی عمل کرلینے کی گنجائش ہے، جیسا کہ پہلے گزرا، لیکن یہ بات اپنی جگہ طے شدہ ہے کہ معقول وجہ کے بغیر نکاح میں تاخیر کرنا مناسب نہیں۔ محمد رضوان۔

[2] قال الحاكم:

هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه.

وقال الذهبي في التلخيص:

على شرط مسلم.

[3] قال الحاكم:

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه "

وقال الذهبي في التلخيص :

على شرط البخاري ومسلم .

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ خیر والا (اور بہترین) مہر وہ ہے، جو آسان ہو (حاکم)

اس جیسی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح میں مہر وہ رکھنا چاہئے، جس کی ادائیگی شوہر کے لئے آسان ہو اور ایسا مہر خیر و برکت کا ذریعہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ نَظَرْتَ إِلَيْهَا؟ فَإِنَّ فِي عُيُونِ الْأَنْصَارِ شَيْئًا قَالَ: قَدْ نَظَرْتُ إِلَيْهَا، قَالَ: عَلَى كَمْ تَزَوَّجْتَهَا؟ قَالَ: عَلَى أَرْبَعِ أَوَاقٍ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَى أَرْبَعِ أَوَاقٍ؟ كَأَنَّمَا تَنْحِتُونَ الْفِضَّةَ مِنْ عُرْضِ هَذَا الْجَبَلِ، مَا عِنْدَنَا مَا نُعْطِيكَ، وَلَكِنْ عَسَى أَنْ نَبْعَثَكَ فِي بَعْثٍ تُصِيبُ مِنْهُ، قَالَ: فَبَعَثَ بَعْثًا إِلَى بَنِي عَبْسٍ بَعَثَ ذَلِكَ الرَّجُلَ فِيهِمْ (مسلم) [1]

ترجمہ: ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پھر اس نے عرض کیا کہ میں نے انصار کی ایک عورت سے نکاح کیا ہے، تو اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ نے (نکاح سے پہلے) اس کو دیکھ لیا تھا، کیونکہ انصاری (عورتوں) کی آنکھوں میں کچھ (نقص) ہوتا ہے، اس آدمی نے عرض کیا کہ میں اس کو دیکھ چکا ہوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کتنے مہر پر آپ نے اس سے نکاح کیا؟ انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ چار اوقیہ پر، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار اوقیہ پر (کیونکہ یہ تو تمہاری حیثیت سے زیادہ ہے) گویا کہ تم اس پہاڑ سے

---

[1] رقم الحدیث ۱۴۲۴ "۷۵" کتاب النکاح، باب ندب النظر إلی وجه المرأة وکفیها لمن یرید تزوجها.

چاندی کھود لاتے ہو، اتنا مہر تمہیں دینے کے لئے ہمارے پاس نہیں ہے، البتہ عنقریب ہم تمہیں ایک قافلہ میں بھیجیں گے، ممکن ہے کہ تمہیں اس سے کچھ (مالِ غنیمت) مل جائے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنی عبس کی طرف ایک لشکر بھیجا، اوراس آدمی کو بھی اس لشکر میں روانہ کیا (مسلم)

نکاح سے پہلے مرد کا عورت کو دیکھنا جائز ہے، جس کا ذکر کئی احادیث میں آیا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے، تو چار اوقیے ایک سو ساٹھ درہم کے ہوئے، اور زکاۃ کا نصاب پانچ اوقیہ یعنی دوسو درہم کا ہوتا ہے، اس اعتبار سے چار اوقیہ، زکاۃ کے نصاب سے کچھ کم ہوتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مہر مذکورہ شخص کے حق میں زیادہ سمجھا، کیونکہ اس شخص کے پاس اس کا انتظام نہیں تھا، اسی لئے وہ مہر ادا کرنے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تعاون حاصل کرنے کے لئے آیا تھا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ مہر کو ناپسند فرمایا، جس سے معلوم ہوا کہ حیثیت سے زیادہ مہر مقرر کرنا اچھی بات نہیں۔ [1]

حضرت ابوالعجفاء سلمی سے روایت ہے کہ:

قَالَ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ: أَلَا لَا تُغَالُوا صُدُقَةَ النِّسَاءِ، فَإِنَّهَا لَوْ كَانَتْ

---

[1] پانچ اوقیہ دوسو درہم کے ہوتے ہیں، اور وزن کے اعتبار سے یہ ساڑھے باون تولہ چاندی کا وزن بنتا ہے، تو چار اوقیہ بیالیس تولے چاندی کا وزن بنتا ہے۔

فلم تعجبه فيتركها فتنكسر وتتأذى ولهذا قال أصحابنا يستحب أن يكون نظره إليها قبل الخطبة حتى إن كرهها تركها من غير إيذاء بخلاف ما إذا تركها بعد الخطبة والله أعلم قال أصحابنا وإذا لم يمكنه النظر استحب له أن يبعث امرأة يثق بها تنظر إليها وتخبره ويكون ذلك قبل الخطبة لما ذكرناه قوله صلى الله عليه وسلم (كأنما تنحتون الفضة من عرض هذا الجبل) العرض بضم العين وإسكان الراء هو الجانب والناحية وتنحتون بكسر الحاء أى تقشرون وتقطعون ومعنى هذا الكلام كراهة إكثار المهر بالنسبة إلى حال الزوج (شرح صحيح مسلم ،للنووی، ج۹ ص ۲۱۱، کتاب النكاح، باب ندب من أراد نكاح امرأة إلى أن ينظر إلى وجهها)

وخمس أواق ومائتا درهم وعشرون دينارا (فتح البارى شرح صحيح البخارى لابن حجر العسقلانی، ج۵ ص ۳۲۱، قوله باب الشروط فى البيوع)

مَكْرُمَةً فِي الدُّنْيَا، أَوْ تَقْوَى عِنْدَ اللّٰهِ لَكَانَ أَوْلَاكُمْ بِهَا نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا عَلِمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَكَحَ شَيْئًا مِنْ نِّسَائِهٖ وَلَا أَنْكَحَ شَيْئًا مِنْ بَنَاتِهٖ عَلٰى أَكْثَرَ مِنْ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ أُوْقِيَّةً (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خبردار ہوجاؤ، تم عورتوں کے مہر میں غلو (اور زیادتی) نہ کرو، کیونکہ اگر یہ چیز (یعنی مہر زیادہ رکھنا) دنیا میں عزت کی بات ہوتی، یا اللہ کے نزدیک تقویٰ کی بات ہوتی، تو تمہارے مقابلہ میں اس کے زیادہ لائق اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے، میرے علم کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی سے نکاح اور اپنی کسی بیٹی کا نکاح بارہ اوقیہ سے زیادہ پر نہیں کیا (ترمذی)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: لَا تُغَالُوْا صَدَاقَ النِّسَاءِ، فَإِنَّهَا لَوْ كَانَتْ مَكْرُمَةً فِي الدُّنْيَا، أَوْ تَقْوَى عِنْدَ اللّٰهِ، كَانَ أَوْلَاكُمْ وَأَحَقَّكُمْ بِهَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا أَصْدَقَ امْرَأَةً مِنْ نِّسَائِهٖ، وَلَا أُصْدِقَتْ امْرَأَةٌ مِنْ بَنَاتِهٖ أَكْثَرَ مِنْ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ أُوْقِيَّةً، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيُثَقِّلُ صَدَقَةَ امْرَأَتِهٖ حَتّٰى يَكُوْنَ لَهَا عَدَاوَةٌ فِيْ نَفْسِهٖ، وَيَقُوْلُ: قَدْ

---

[1] رقم الحدیث ۱۱۱۴، ابواب النکاح، باب ما جاء فی مهور النساء، سنن ابی داود، رقم الحدیث ۲۱۰۶.

قال الترمذی:

هذا حدیث حسن صحیح وأبو العجفاء السلمی :اسمه هرم، والأوقیة عند أهل العلم: أربعون درهما وثنتا عشرة أوقیة أربع مائة وثمانون درهما

وقال شعیب الارنؤوط:

إسناده قوی (حاشیة سنن ابی داود)

كَلِفْتُ إِلَيْكَ عَلَقَ الْقِرْبَةِ، أَوْ عَرَقَ الْقِرْبَةِ (سنن ابن ماجه) [1]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خبردار ہوجاؤ، تم عورتوں کے مہر میں غلو (اور زیادتی) نہ کرو، کیونکہ اگر یہ چیز (یعنی مہر زیادہ رکھنا) دنیا میں عزت کی بات ہوتی، یا اللہ کے نزدیک تقویٰ کی بات ہوتی، تو تمہارے مقابلہ میں اس کے زیادہ لائق محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے، میرے علم کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی سے نکاح اور اپنی کسی بیٹی کا نکاح بارہ اوقیہ سے زیادہ پر نہیں کیا، اور مرد اپنی بیوی کا مہر زیادہ مشکل رکھتا ہے، پھر اس کے دل میں دشمنی پیدا ہوجاتی ہے (بیوی مہر مطالبہ کرتی ہے اور یہ ادا نہیں کرسکتا) اور کہتا ہے کہ میں نے تیرے لئے مشکیزے کھینچے، ڈھونے کی مشقت برداشت کی، یا مشکیزے کھینچنے میں خون، پسینہ ایک کیا (راوی کو شک ہے کہ علق کہا یا عرق) (ابن ماجہ)

اس سے معلوم ہوا کہ مہر کی مقدار اتنی زیادہ نہیں رکھنی چاہئے کہ جس کی ادائیگی شوہر کے لئے مشکل یا ناممکن ہوجائے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مہر کی مقدار زیادہ رکھنا دنیا میں اعزاز واکرام اور آخرت میں تقویٰ اور ثواب کی بات نہیں۔

مگر آج کل بعض لوگوں نے مہر کی مقدار حیثیت سے زیادہ رکھنے کو ناک اونچی سمجھنے کا ذریعہ خیال کرلیا ہے، یہ نادانی اور کم علمی کی بات ہے۔

اور مذکورہ روایات سے تیسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ مہر کی اتنی زیادہ مقدار مقرر کرنا کہ جس کی ادائیگی شوہر کو دشوار ہوجائے، اس سے شوہر کے دل میں بیوی کی طرف سے بغض

---

[1] رقم الحديث ١٨٨٧، كتاب النكاح، باب صداق النساء.
وقال شعيب الارنؤوط:
صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن (حاشية سنن ابن ماجه)

وعداوت پیدا ہوجاتی ہے، لہٰذا مہر کی زیادہ مقدار، میاں بیوی کے درمیان محبت کے بجائے بغض وعداوت پیدا کرتی ہے، اورالغرض دنیا وآخرت میں فائدہ کے بجائے نقصان کا ذریعہ بنتی ہے۔ [1]

---

[1] قوله :(لا تغالوا) هو من الغلو وهو مجاوزة الحد فی کل شیء یقال غالیت فی الشیء وبالشیء وغلوت فیه غلوا إذا جاوزت فیه الحد ونصب صداق النساء بنزع الخافض أی لا تبالغوا فی کثرة الصداق قوله :(مکرمة) بفتح میم وضم راء بمعنی الکرامة (ما أصدق) من أصدق المرأة إذا سمی لها صداقا وأعطیها (ولا أصدق) علی بناء المفعول والمعنی أنه إذا کان هو یتولی تقریر الصداق فلا یزید علی هذا القدر کما تقدم وکأنه ترک النش لکونه کسرا قوله :(لیثقل) من التثقیل (صدقة) بفتح فضم (حتی یکون لها عداوة فی نفسه) أی حتی یعادیها فی نفسه عند أداء ذلک المهر لثقله علیه حینئذ أو عند ملاحظة قدره وتفکره فیه بالتفصیل قوله :(کلفت) من کلف بکسر اللام إذا تعمده قوله :(علق القربة) بفتحتین حبل تعلق به أی تحملت لأجلک کل شیء حتی تعلق القربة ویروی عرق القربة بالراء أی تحملت کل شیء حتی عرقت کعرق القربة وهو سیلان مائها وقیل أراد بعرق القربة عرق حاملها وقیل أراد تحملت عرق القربة وهو مستحیل والمراد أنه تحمل الأمر الشدید الشبیه بها وفی الصحاح قال الأصمعی یقال لقیت من فلان عرق القربة ومعناه أشده ولا أدری ما أصله وقال غیره العرق إنما هو للرجل لا للقربة قال وأصله أن القربة تحملها الإماء الزوافر ومن لا معین له وربما افتقر الرجل الکریم واحتاج إلی حملها بنفسه فیعرق لما یلحقه من المشقة والحیاء من الناس فیقال تحملت لک عرق القربة وقال فی علق القربة لغة فی عرق القربة (حاشیة السندی علی سنن ابن ماجه، ج ۱، ص ۵۸۲ و ۵۸۳، باب صداق النساء)

(تنبیه) : أما ما شاع علی الألسنة من اعتراض المرأة علی عمر وقولها " :نهیت الناس آنفا أن یغالوا فی صداق النساء ,والله تعالی یقول فی کتابه :(وآتیتم إحداهن قنطارا , فلا تأخذوا منه شیئا) ؟ !فقال عمر رضی الله عنه :کل أحد أفقه من عمر ,مرتین أو ثلاثا ,ثم رجع إلی المنبر ,فقال للناس :إنی کنت نهیتکم أن تغالوا فی صداق النساء , ألا فلیفعل رجل فی ماله مابدا له ."فهو ضعیف منکر یرویه مجالد عن الشعبی عن عمر. أخرجه البیهقی(۷/۲۳۳)وقال " :هذا منقطع."

قلت :ومع انقطاعه ضعیف من أجل مجالد وهو ابن سعید ,لیس بالقوی ثم هو منکر المتن ,فإن الآیة لا تنافی توجیه عمر إلی ترک المغالاة فی مهور النساء ,ولا مجال الآن لبیان ذلک ,فقد کتبت فیه مقالا نشر فی مجلة التمدن الإسلامی منذ بضع سنین.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ روایات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور کسی بیٹی کا مہر بارہ اوقیہ سے زیادہ نہیں تھا، البتہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور امہات المؤمنین کے مہر کا ساڑھے بارہ اوقیہ ہونا ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَمْ كَانَ صَدَاقُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: كَانَ صَدَاقُهُ لِأَزْوَاجِهٖ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ أُوقِيَّةً وَنَشًّا، قَالَتْ: أَتَدْرِيْ مَا النَّشُّ؟ قَالَ: قُلْتُ: لَا، قَالَتْ: نِصْفُ أُوقِيَّةٍ، فَتِلْكَ خَمْسُمِائَةِ دِرْهَمٍ، فَهٰذَا صَدَاقُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَزْوَاجِهٖ (مسلم) [1]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی ازواج) کا مہر کتنا تھا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا مہر بارہ اوقیہ اور ''نش'' تھا، اور تم جانتے ہو کہ ''نش'' کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں، حضرت عائشہ نے فرمایا کہ ''نش'' نصف اوقیہ ہوتا ہے، اور اس کی مقدار پانچ سو درہم بنتی ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا مہر تھا اپنی ازواج کے لئے (مسلم)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ثم وجدت له طريقا أخرى عند عبد الرزاق فى "المصنف (۱۰۴۲۰/۱۸۰/٦) "عن قيس بن الربيع عن أبى حصين عن أبى عبد الرحمن السلمى قال :فذكره نحوه مختصرا وزاد فى الآية فقال " :قنطارا من ذهب , "وقال: (ولذلك)هى فى قراء ة عبد الله.

قلت :وإسناده ضعيف أيضا ,فيه علتان :الأولى :الانقطاع فإن أبا عبد الرحمن السلمى واسمه عبد الله بن حبيب بن ربيعة لم يسمع من عمر كما قال ابن معين.

الأخرى :سوء حفظ قيس بن الربيع(إرواء الغليل فى تخريج أحاديث منار السبيل، ج٦، ص٣٤٨، كتاب الصداق)

[1] رقم الحديث ١٤٢٦ "٧٨"كتاب النكاح،باب الصداق، وجواز كونه تعليم قرآن، وخاتم حديد، وغير ذلك من قليل وكثير، واستحباب كونه خمسمائة درهم لمن لا يجحف به.

اس روایت سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا، اور پچھلی روایات سے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے مہر کا بارہ اوقیہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اور بارہ اور ساڑھے بارہ اوقیہ والی روایات میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ عرب میں کبھی کسر (یعنی ایک عدد سے کم مثلاً آدھے) کو نظر انداز کر دیا جاتا تھا، اس لئے بعض روایات میں بارہ اوقیہ سے اوپر آدھا اوقیہ کو نظر انداز کر دیا گیا ہے، اور بارہ اوقیہ کا ذکر کیا گیا ہے، جبکہ بعض روایات میں کسر کو ملحوظ رکھ کر ساڑھے بارہ اوقیہ کی اصل مقدار کو بیان کیا گیا ہے، لہٰذا دونوں قسم کی روایات میں کوئی ٹکراؤ نہیں۔

اور اوقیہ کی مقدار کی وضاحت آگے آتی ہے۔

البتہ بعض روایات میں امُّ المومنین حضرت امِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا حبشہ کے بادشاہ حضرت نجاشی کی طرف سے چار ہزار درہم مہر مقرر کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو قبول کرنا، ثابت ہے اور چار ہزار درہم کی مقدار بارہ یا ساڑھے بارہ اوقیہ سے کہیں زیادہ ہوتی ہے، پھر یہ ٹکراؤ کیسے حل کیا جائے؟ [1]

لیکن خود انہی بعض روایات میں یہ صراحت موجود ہے کہ یہ تمام مہر خود نجاشی بادشاہ نے ہی تجویز بھی کیا تھا اور ادا بھی کیا تھا، گویا اپنی شاہانہ شان اور حیثیت کا لحاظ رکھا اس لئے کوئی تعارض نہیں بلکہ خود ایسی صورتوں میں مذکورہ بارہ یا ساڑھے بارہ اوقیہ سے زیادہ مقدار کا جواز بھی نکل آیا، کہ ضرورت وحیثیت ہونے کی صورت میں ساڑھے بارہ اوقیہ سے زیادہ مہر رکھنا بھی جائز ہے۔ [2]

---

[1] عن الزهريِّ :أن النجاشي زوَّج أُمَّ حبيبة بنتَ أبي سفيان من رسول الله -صلَّى الله عليه وسلم -على صدَاقِ أربعةِ آلاف دِرهم، وكتب بذلک إلى رسولِ الله -صلَّى الله عليه وسلم -فقبِل (سنن ابی داود، رقم الحديث ٢١٠٨)

قال شعيب الارنوؤط: رجاله ثقات، لكنه مرسل .وقد صح وصله كما فى الطريق الذى قبله (حاشية سنن ابی داود)

[2] عن أُمِّ حبيبة :أنها كانت تحتَ عُبيدِ الله بن جحش، فماتَ بأرض الحبشةِ،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بہر حال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خود سے اپنی ازواج اور بنات کا بارہ یا ساڑھے بارہ اوقیہ سے زیادہ مہر مقرر نہ کرنا درست ہوا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ صَدَاقُنَا إِذْ كَانَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فزوَّجها النجاشيُّ النبيَّ -صلَّى الله عليه وسلم -، وأمهرها عنه أربعةَ آلافٍ، وبعث بها إلى رسول الله -صلَّى الله عليه وسلم -مع شُرَحْبيلَ ابنِ حَسَنَةَ.

قال أبو داود :حسنةُ هي أُمُّه (سنن ابی داود، رقم الحديث ٢١٠٧)

قال شعيب الارنوؤط:إسناده صحيح (حاشية سنن ابی داود)

عن الزهری، عن عروة، عن أم حبيبة، أنها "كانت تحت عبيد الله بن جحش، وكان أتى النجاشی- وقال علی بن إسحاق :وكان رحل إلى النجاشی- فمات، وإن رسول الله صلى الله عليه وسلم تزوج أم حبيبة وإنها بأرض الحبشة، زوجها إياه النجاشی ومهرها أربعة آلاف، ثم جهزها من عنده، وبعث بها إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم مع شرحبيل ابن حسنة، وجهازها كله من عند النجاشی، ولم يرسل إليها رسول الله صلى الله عليه وسلم بشیء ، وكان مهور أزواج النبی صلى الله عليه وسلم أربع مائة درهم " (مسند احمد، رقم الحديث ٢٧٤٠٨)

قال شيعب الارنوؤط: حديث رجاله ثقات، وقد اختلف فی إسناده على الزُّهْری (حاشية مسند احمد)

عن الزهری، عن عروة، عن أم حبيبة رضی الله عنها، أنها كانت تحت عبيد الله بن جحش فمات بأرض الحبشة، فزوجها النجاشی النبی صلى الله عليه وسلم، وأمهرها عنه أربعة آلاف، وبعث بها إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم مع شرحبيل بن حسنة (مستدرک حاکم، رقم الحديث ٢٧٤١)

قال الحاكم:هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه "

و قال الذهبی فی التلخيص: على شرط البخاری ومسلم.

قال النووی -رحمه الله :-استدل أصحابنا بهذا الحديث على استحباب كون المهر خمسمائة درهم فإن قيل صداق أم حبيبة زوج النبی -صلى الله عليه وسلم -كان أربعة آلاف درهم أو أربعمائة دينار فالجواب أن هذا القدر تبرع به النجاشی من ماله إكراما للنبی -صلى الله عليه وسلم(مرقاة المفاتيح ج٢، ص ٢٠٩٩،كتاب النكاح، باب الصداق)

أَوَاقٍ، وَطَبَّقَ بِيَدَيْهِ، وَذٰلِكَ أَرْبَعُ مِائَةٍ (مسند احمد، رقم الحديث ٨٨٠٧) [1]

ترجمہ: جب ہمارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، تو ہمارا (یعنی صحابۂ کرام کا) مہر دس اوقیہ ہوتا تھا، اور انہوں نے اپنے ہاتھوں کی دس انگلیاں سامنے کر کے دکھائیں، اور یہ (یعنی دس اوقیہ) چار سو درہم کے ہوتے ہیں (مسند احمد)

ایک اوقیہ چالیس درہم کا اور آدھا اوقیہ بیس درہم کا ہوتا ہے، تو بعض صحابۂ کرام کا مہر دس اوقیے یا چار سو درہم (یعنی ایک سو پانچ 105 تولہ چاندی) کے برابر ہوتا تھا، مہر میں اتنی مالیت کا مقرر کرنا بھی بعض صحابۂ کرام سے ثابت ہونے کی وجہ سے باعثِ برکت ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور بناتِ طاہرات کا مہر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق بارہ اوقیہ یا چار سو اسی درہم (یعنی ایک سو چھبیس 126 تولہ چاندی) سے زیادہ مقرر نہیں تھا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق ساڑھے بارہ اوقیہ یا پانچ سو درہم (یعنی ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ 131.25 تولہ چاندی) سے زیادہ مقرر نہیں تھا۔

اور اتنی ہی یعنی ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ چاندی یا اس کی مالیت کی مقدار کو آج کل مہرِ فاطمی سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی یا بیٹی کا مہر اس سے زیادہ مقرر نہیں فرمایا، بلکہ اس سے کم یا اتنی مقدار ہی مقرر فرمایا۔

اگر قدرت ہو، تو مہر میں اتنی مقدار مقرر کرنا زیادہ برکت کا ذریعہ ہے۔

بعض صحابۂ کرام کا سونے کی ایک گٹھلی (کے برابر ڈلی) کو مہر میں مقرر کرنے کا بھی ذکر ملتا ہے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنوؤط: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

[2] عن أنس بن مالك، أن النبي ﷺ رأى على عبد الرحمن بن عوف أثر صفرة، فقال: ما هذا؟ أو مه، فقال: يا رسول الله، إني تزوجت امرأة على وزن نواة من ذهب، فقال: بارك الله لك، أولم ولو بشاة (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ١٩٠٧، باب الوليمة)
قال شعيب الارنوؤط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابن ماجه)

لہٰذا بارہ اوقیہ سے کم مہر مقرر کرنا بھی جائز ہے۔

ملحوظ رہے کہ کسی عورت سے نکاح میں جتنا مہر مقرر اور طے ہوجائے، وہ مرد کے ذمہ لازم ہوجاتا ہے، اوراس کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا جائز نہیں ہوتا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَآتُوا النِّسَآءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْئًا مَرِيْئًا (سورة النساء ،رقم الآية ۴)

ترجمہ: اورادا کردوتم عورتوں کوان کے مہرخوشی سے، پھراگر وہ خوشی سے تمہیں کچھ اُس میں سے معاف کردیں،توتم اسے ذوق وشوق سے کھالو (سورہ نساء)

مطلب یہ ہے کہ بیویوں کوان کا مہرخوشی سے ادا کرنے کا حکم ہے، اوراس کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا درست نہیں، البتہ اگرکوئی عورت خوش دِلی کے ساتھ مہر یااس کا کوئی حصہ شوہرکو معاف کردے، یالے کر بعد میں اپنی خوشی سے مردکو ہدیہ کردے،تو پھرمرد کے لئے اس کا استعمال جائز ہوجاتا ہے۔

اورعورت کی خوش دِلی کے بغیر یادباؤڈال کررسمی طور پرمہر معاف کرالینادرست نہیں ہوتا، جیسا کہ آج کل بعض لوگ ایسا کرتے ہیں بلکہ بعض لوگ تو مہر مقرر کرتے وقت ہی معاف کرانے اورادا نہ کرنے کا ذہن بنائے بیٹھے ہوتے ہیں۔ [1]

حضرت میمون کردی اپنے والد ماجد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا مَرَّةً وَلَا مَرَّتَيْنِ وَلَا ثَلَاثَةً حَتّٰى بَلَغَ عَشْرَ مِرَارٍ، أَيُّمَا رَجُلٍ تَزَوَّجَ اِمْرَأَةً بِمَا قَلَّ مِنَ الْمَهْرِ أَوْ

---

[1] (وآتوا) أعطوا (النساء صدقاتهن) جمع صدقة مهورهن (نحلة) مصدر عطية عن طيب نفس (فإن طبن لكم عن شیء منه نفسا) تمييز محول عن الفاعل أی طابت أنفسهن لكم عن شیء من الصداق فوهبنه لكم (فكلوه هنيئا) طيبا (مريئا) محمود العاقبة لا ضرر فيه عليكم فی الآخرة نزلت ردا على من كره ذلك(تفسير الجلالين، سورة النسآء، رقم الآية ۴)

كَثُرَ لَيْسَ فِي نَفْسِهٖ أَنْ يُؤَدِّيَ إِلَيْهَا حَقَّهَا، خَدَعَهَا، فَمَاتَ وَلَمْ يُؤَدِّ إِلَيْهَا حَقَّهَا، لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُوَ زَانٍ (المعجم الأوسط للطبرانی، رقم الحديث ۱۸۵۱) ؎1

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ نہیں، اور دو مرتبہ نہیں، اور تین مرتبہ نہیں، یہاں تک کہ دس مرتبہ تک فرماتے ہوئے سنا کہ جو آدمی کسی عورت سے تھوڑے یا زیادہ مہر پر نکاح کرے، اور اس کے دل میں عورت کو یہ مہر کا حق دینے کا ارادہ نہ ہو، اس نے عورت کو دھوکہ دیا، اور اگر وہ اس (عورت کے مہر) کا حق ادا کرنے سے پہلے مرگیا، تو قیامت کے دن اللہ سے زنا کار ہونے کی حالت میں ملاقات کرے گا (طبرانی)

معلوم ہوا کہ مہر صرف زبانی کلامی یا کاغذی کارروائی نہیں، بلکہ وہ عورت کا حق ہے، اور عورت کے عنداللہ حلال ہونے میں بھی اس کی ادائیگی کی نیت کو دخل ہے لہٰذا نکاح میں مہر مقرر کرتے وقت شوہر کے دل میں مہر کی ادائیگی کا سچا ارادہ ہونا چاہئے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَحَقُّ الشُّرُوْطِ أَنْ تُوْفُوْا بِهٖ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوْجَ (صحيح البخاری) ؎2

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شرطیں سب سے زیادہ پوری کیے جانے کی مستحق ہیں کہ جن کے ذریعہ سے تم عورتوں کی شرمگاہوں کو (اپنے لئے) حلال کرتے ہو (بخاری)

؎1 قال المنذری:
رواه الطبرانی فی الصغير والأوسط ورواته ثقات وتقدم حديث صهيب بنحوه (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ۲۷۸۱)

؎2 رقم الحديث ۲۷۲۱، كتاب الشروط، باب الشروط فی المهر عند عقدة النكاح.

ان شرطوں میں مقررہ مہر بھی داخل ہے، جس سے مہر کی ادائیگی کی اہمیت معلوم ہوئی۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ عَلٰى صَدَاقٍ أَوْ حِبَاءٍ أَوْ عِدَةٍ قَبْلَ عِصْمَةِ النِّكَاحِ، فَهُوَ لَهَا، وَمَا كَانَ بَعْدَ عِصْمَةِ النِّكَاحِ، فَهُوَ لِمَنْ أُعْطِيَهُ، وَأَحَقُّ مَا يُكْرَمُ عَلَيْهِ الرَّجُلُ اِبْنَتُهُ أَوْ أُخْتُهُ

(مسند الإمام أحمد) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت کسی مہر، تحفہ وہدیہ یا کسی چیز کے وعدہ کی شرط پر نکاح کرے، تو نکاح سے قبل ایسا ہونے کی صورت میں وہ (مہر، تحفہ وہدیہ کے عنوان سے طے کی جانے والی رقم یا کوئی اور) چیز اسی عورت کی ملکیت ہوگی، اور نکاح ہوجانے کے بعد وہ چیز اس کی ملکیت ہوگی، جسے وہ چیز دی گئی ہو، اور کسی آدمی کا اکرام اس وجہ سے کرنا زیادہ استحقاق کا باعث ہے کہ اس کی بیٹی یا بہن کی وجہ سے اس کا اکرام کیا جائے (مسند احمد، ابوداود)

مطلب یہ ہے کہ نکاح سے پہلے شوہر یا اس کے اہلِ خانہ کی طرف سے جو کچھ عورت کو مہر یا ہدیہ وغیرہ دینا طے ہو، اس کا استحقاق تو عورت کو ہوتا ہے اور وہ چیز عورت کی ملکیت ہوتی ہے،

---

[1] (ما استحللتم به الفروج) قال القاضی :المراد بالشروط هاهنا المهر لأنه المشروط فی مقابلة البضع، وقیل :جمیع ما تستحقه المرأة بمقتضی الزوجیة من المهر والنفقة وحسن المعاشرة فإن الزوج التزمها بالعقد فکأنها شرطت فیه، وقیل :کل ما شرط الزوج ترغیبا للمرأة فی النکاح ما لم یکن محظورا (مرقاة المفاتیح، ج۵، ص ۲۰۶۶، کتاب النکاح، باب إعلان النکاح والخطبة والشرط)

[2] رقم الحدیث ۶۷۰۹، سنن أبی داود، رقم الحدیث ۲۱۲۹، سنن ابنِ ماجه ،رقم الحدیث ۱۹۵۵.

قال شعیب الارنوؤط:

حدیث حسن (حاشیة مسند احمد)

و قال ایضاً:

إسناده حسن (حاشیة سنن ابی داود و حاشیة سنن ابن ماجه)

Idara Ghufran

اور جو چیز نکاح کے بعد عورت کے گھر والوں کو دی جائے، وہ چیز اسی کی ملکیت کہلائے گی، جس کو دینے والے کی طرف سے نامزد کر کے وہ چیز دی گئی ہو، اور بیٹی یا بہن کی وجہ سے اکرام کئے جانے سے مراد سسرالی رشتہ داروں کا اکرام کرنا ہے، کیونکہ ان سے تعلق اسی عورت کے ساتھ نکاح کی وجہ سے ہوا ہے جو ان میں سے کسی کی بیٹی، کسی کی بہن ہے، اس طرح یہ حدیث سسرالی رشتہ داروں کی دلجوئی اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی فضیلت بیان کرتی ہے۔ [1]

مذکورہ احادیث وروایات کے بعد واضح ہو کہ فقہائے کرام کے نزدیک مہر کی زیادہ سے زیادہ کوئی مقدار مقرر نہیں کہ اس سے زیادہ مقرر کرنا معتبر نہ ہو، یعنی جتنا مہر بھی مقرر کر لیا جائے، وہ

---

[1] (أيما امرأة نكحت) أى تزوجت (على صداق أو حباء) بكسر الحاء المهملة وتخفيف الباء الموحدة والمد :أصله العطية وهى المسمى بالحلوان وقيل هو عطية خاصة (أو عدة) ظاهره أنه يلزمه الوفاء وعند ابن ماجه أو هبة بدل عدة (قبل عصمة النكاح) أى قبل عقد النكاح (فهو لها) أى مختص بها دون أبيها لأنه وهب لها قبل العقد الذى شرط فيه لأبيها ما شرط فليس لأبيها حق فيه إلا برضاها (وما كان بعد عصمة النكاح فهو لمن أعطيه) أى وما شرط من نحو هبة أو عدة مع عقد النكاح فهو ثابت لمن أعطيه ولا فرق بين الأب وغيره قال الخطابى :هذا موكول على ما شرطه الولى لنفسه غير المهر (وأحق ما أكرم) بضم فسكون فكسر (عليه الرجل) أى لأجله فعلى للتعليل (ابنته بالرفع خبر أحق وقد ينصب على حذف كان تقديره أحق ما أكرم لأجله الرجل إذا كانت ابنته (أو أخته) قال ابن رسلان :ظاهر العطف أن الحكم المذكور لا يختص بالأب بل فى معناه كل ولى ولم أر من قال به(فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ٢٩٩٣)

(أيما امرأة نكحت على صداق أو حباء ، أو عدة ، قبل عصمة النكاح فهو لمن أعطيه ، وأحق ما أكرم عليه الرجل ابنته أو أخته) ؛ يعنى :لمن يعطيه المرأة ؛ بدليل قوله :(على صداق) ، فإن الصداق لا يكون إلا للمرأة ، وكذلك ما ذكر معه من الحباء والعدة .

وقوله :(أحق ما أكرم عليه الرجل ابنته) ؛ استئناف كلام يقتضى الحض على إكرام الولى تطييبا لنفسه ، والله أعلم (المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم، كتاب النكاح،ومن باب النهى عن خطبة الرجل على خطبة أخيه)

(وأحق ما أكرم عليه الرجل ابنته، أو أخته) فيه دليل على مشروعية صلة أقارب الزوجة، وإكرامهم، والإحسان إليهم، وأن ذلك حلال لهم، وليس من قبيل الرسوم المحرمة، إلا أن يمتنعوا من التزويج إلا به، فيكون من العضل المحرم.

والحاصل أن إكرام الشخص بسبب بنته، أو أخته بدفع مال إليه جائز(شرح سنن النسائى المسمى ذخيرة العقبى فى شرح المجتبى، لمحمد بن على بن آدم بن موسى، كتاب النكاح،التزويج على نواة من ذهب)

شرعاً معتبر ہو جاتا ہے اور شوہر کے ذمہ میں لازم ہو جاتا ہے۔ [1]

جہاں تک مہر کی کم از کم مقدار کا تعلق ہے، تو شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک مہر کی کم از کم کوئی مقدار مقرر نہیں، بلکہ ہر قیمت اور مالیت والی چیز کا مہر میں مقرر کرنا جائز ہے۔

لیکن حنفیہ کے نزدیک مہر کی کم از کم مقدار دس درہم (یعنی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ) چاندی مقرر ہے، جس سے کم مالیت کا مہر مقرر کرنا حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں۔

اور مالکیہ کے نزدیک مہر کی کم از کم مقدار تین درہم (یعنی ساڑھے دس ماشہ) چاندی یا اتنی مالیت مقرر ہے جس سے کم مہر کو مقرر کرنا ان کے نزدیک جائز نہیں۔ [2]

---

[1] لا خلاف بين الفقهاء في أنه لا حد لأكثر المهر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٩، ص ١٦٠، مادة"مهر")

[2] وأما أقل المهر فقد اختلف الفقهاء فيه:

فذهب الشافعية والحنابلة إلى أن أقل المهر غير مقدر بل كل ما جاز أن يكون ثمنا أو مبيعا أو أجرة أو مستأجرا جاز أن يكون صداقا قل أو كثر ما لم ينته في القلة إلى حد لا يتمول.

وبه قال من الصحابة عمر بن الخطاب وعبد الله بن عباس رضي الله عنهم؛ وهو قول الحسن البصري وسعيد بن المسيب وعطاء وعمرو بن دينار وابن أبي ليلى والثوري والأوزاعي والليث وإسحاق وأبي ثور.

وحكي أن سعيدا زوج ابنته على صداق درهمين وقال :لو أصدقها سوطا لحلت .

وذهب الحنفية والمالكية وسعيد بن جبير والنخعي وابن شبرمة إلى أن المهر مقدر الأقل .

ثم اختلف هذا الفريق في أدنى المقدار الذي يصلح مهرا.

فذهب الحنفية إلى أن أقل المهر عشرة دراهم فضة أو ما قيمته عشرة دراهم واستدلوا بقوله تعالى: (وأحل لكم ما وراء ذلكم أن تبتغوا بأموالكم) ؛ شرط سبحانه وتعالى أن يكون المهر مالا؛ ولا يطلق اسم المال على الحبة والدانق؛ فلا يصلح مهرا؛ وبما روي عن جابر رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال :لا مهر دون عشرة دراهم .

وعن عمر وعلي وعبد الله بن عمر رضي الله عنهم أنهم قالوا :لا يكون المهر أقل من عشرة دراهم. قال الكاساني :والظاهر أنهم قالوا ذلك توقيفا لأنه باب لا يوصل إليه بالاجتهاد والقياس . ولأن المهر حق الشرع من حيث وجوبه عملا بقوله تعالى :(قد علمنا ما فرضنا عليهم في أزواجهم) ؛ وكان ذلك لإظهار شرف المحل فيتقدر بما له خطر -وهو العشرة -استدلالا بنصاب السرقة؛ لأنه يتلف به عضو محترم؛ فلأن يتلف به منافع بضع كان أولى .

وإذا ثبت أن أقل المهر عشرة؛ فإذا سمى أقل من عشرة فتصح التسمية عند أبي حنيفة وأبي يوسف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورمہر میں اتنی زیادہ مقدار مقرر کرنا جوشوہر کی استطاعت سے باہر ہو، یہ مکروہ ہے، اوراگر اس زیادتی سے مقصود شہرت اور نام آوری ہو، تو پھر حرام ہے۔

اور زیادہ بہتر اور باعثِ برکت یہ ہے کہ اگر قدرت ہو، تو بعض صحابۂ کرام کے مہر کی مالیت کے برابر یعنی دس اوقیے یا چار سو درہم (یعنی ایک سو پانچ 105 تولہ چاندی) کی مالیت کو مہر میں مقرر کیا جائے، یا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج اور بنات کے مقررہ مہر کے مطابق بارہ یا ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی (یعنی ایک سو چھبیس 126 تولہ یا ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ 131.25 چاندی) کی مالیت کے برابر مہر مقرر کیا جائے، جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے، اور اس کو آج کل کی زبان میں مہرِ فاطمی بھی کہا جاتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومحمد؛ ويكمل المهر عشرة دراهم؛ لأن التقدير حق الشرع؛ فمتى قدر بأقل من عشرة فقد أسقطا حق أنفسهما ورضيا بالأقل فلا يصح فى حق الشرع؛ فيجب أدنى المقادير وهو العشرة .

وقال زفر :لها مهر المثل لأن تسمية ما لا يصلح مهرا كانعدامه؛ كما فى تسمية الخمر والخنزير .

ويرى المالكية أن أقل المهر ربع دينار ذهبا شرعيا أو ثلاثة دراهم فضة خالصة من الغش أو عرض مقوم بربع دينار أو ثلاثة دراهم من كل متمول شرعا طاهر منتفع به معلوم -قدرا وصنفا وأجلا- مقدور على تسليمه للزوجة .

وقال ابن شبرمة :أقل المهر خمسة دراهم أو نصف دينار.

وقال إبراهيم النخعى :أقل المهر أربعون درهما؛ وعنه :عشرون درهما؛ وعنه :رطل من الذهب.

وقال سعيد بن جبير :أقله خمسون درهما (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٩، ص ١٦٠ الى ١٦٢، مادة"مهر")

[1] المغالاة فى المهر:ذهب الفقهاء إلى استحباب عدم المغالاة فى المهور؛ لما روت عائشة رضى الله عنها عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :من يمن المرأة تسهيل أمرها وقلة صداقها ؛ وروى ابن عباس رضى الله عنهما أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :خيرهن أيسرهن صداقا) ؛ وروى أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :تياسروا فى الصداق؛ إن الرجل يعطى المرأة حتى يبقى ذلك فى نفسه عليها حسيكة أى عداوة أو حقدا.

وقال الماوردى :الأولى أن يعدل الزوجان عن التناهى فى الزيادة التى يقصر العمر عنها؛ وعن التناهى فى النقصان الذى لا يكون له فى النفوس موقع؛ وخير الأمور أوساطها وأن يقتدى برسول الله صلى الله عليه وسلم فى مهور نسائه طلبا للبركة فى موافقته صلى الله عليه وسلم . ؛ وهو خمسمائة درهم على ما روته السيدة عائشة رضى الله عنها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٩، ص ١٦٢ و ١٦٣، مادة"مهر")

اور فقہائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر نکاح کے وقت مہر مقرر نہ کیا جائے، تو بھی نکاح درست ہوجاتا ہے، بلکہ اگر نکاح کے وقت مہر اداء نہ کرنے کی شرط لگالی جائے، تب بھی اکثر فقہائے کرام کے نزدیک نکاح درست ہوجاتا ہے، اور مہر پھر بھی لازم ہوتا ہے، جس کی مقدار یا تو میاں بیوی کی باہمی رضامندی سے مقرر ہوتی ہے، یا پھر ''مہرِ مثل'' لازم ہوتا ہے۔ [1]

اور فریقین یا زوجین کی باہمی رضامندی سے مہر یا اس کے کسی حصہ کا معجّل یعنی فوری دینا یا مؤجل یعنی اس کی ادائیگی کے لئے کوئی وقت مقرر کرنا بھی جائز ہے۔ [2]

---

[1] اور ''مہرِ مثل'' سے مراد، مہر کی وہ مقدار ہے، جو لڑکی کے خاندان کی اس جیسی عورت کے لئے مقرر کی جایا کرتی ہے۔

اتفق الفقهاء على صحة النكاح ولو مع عدم ذكر المهر وتقديره، لقوله تعالى :(لا جناح عليكم إن طلقتم النساء ما لم تمسوهن أو تفرضوا لهن فريضة) ، ويسمى النكاح فى هذه الحالة نكاح التفويض.

بل ذهب جمهور الفقهاء إلى صحة عقد النكاح مع اشتراط عدم المهر، قال الكاسانى :لا خلاف فى أن النكاح يصح من غير ذكر المهر ومع نفيه لقوله تعالى :(لا جناح عليكم إن طلقتم النساء ما لم تمسوهن أو تفرضوا لهن فريضة) ، رفع سبحانه الجناح عمن طلق فى نكاح لا تسمية فيه، والطلاق لا يكون إلا بعد النكاح فدل على جواز النكاح بلا تسمية .

وخالفهم المالكية فى مسألة اشتراط عدم المهر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۱، ص ۶۷، مادة''عوض'')

[2] تعجيل المهر وتأجيله :أجاز الفقهاء تأجيل المهر، فقال الحنفية :يصح كون المهر معجلا أو مؤجلا كله أو بعضه إلى أجل قريب أو بعيد أو أقرب الأجلين :الطلاق أو الوفاة، عملا بالعرف والعادة فى كل البلدان الإسلامية، ولكن بشرط ألا يشتمل التأجيل على جهالة فاحشة، بأن قال: تزوجتک على ألف إلى وقت الميسرة، أو هبوب الرياح، أوإلى أن تمطر السماء ، فلا يصح التأجيل، لتفاحش الجهالة.

وإذا اتفق صراحة على تقسيط المهر، عمل به؛ لأن الاتفاق من قبيل الصريح، والعرف من قبيل الدلالة، والصريح أقوى من الدلالة.

وإذا لم يتفق على تعجيل المهر أو تأجيله، عمل بعرف البلد؛ لأن المعروف عرفا كالمشروط شرطا.

وإذا لم يكن هناک عرف بالتعجيل أو التأجيل، استحق المهر حالا؛ لأن حكم المسكوت حكم المعجل؛ لأن الأصل أن المهر يجب بتمام العقد، لأنه أثر من آثاره، فإذا لم يؤجل صراحة أو عرفا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

(4)......ولیمہ میں آسانی

احادیث میں بہترین نکاح اس کو قرار دیا گیا ہے، جو آسان ہو، اور اس میں ولیمہ کا آسان ہونا بھی داخل ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَا أَوْلَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى شَيْءٍ مِنْ نِّسَائِهِ مَا أَوْلَمَ عَلٰى زَيْنَبَ، أَوْلَمَ بِشَاةٍ (صحيح البخارى) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کے برابر کسی بیوی کا ولیمہ نہیں کیا، اس میں ایک بکری سے ولیمہ کیا تھا (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑا ولیمہ جو کیا، اس میں ایک بکری کا گوشت کھلایا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عمل بالأصل؛ لأن هذا عقد معاوضة، فيقتضى المساواة من الجانبين.

وأجاز الشافعية والحنابلةتأجيل المهر كله أو بعضه لأجل معلوم؛ لأنه عوض فى معاوضة .فإن أطلق ذكره اقتضى الحلول، وإن أجل لأجل مجهول كقدوم زيد ومجىء المطر ونحوه لم يصح؛ لأنه مجهول، وإن أجل ولم يذكر الأجل، فالمهر عند الحنابلة صحيح ومحله الفرقة أو الموت، وعند الشافعية :المهر فاسد ولها مهر المثل.

وفصل المالكية فى حكم التأجيل فقالوا :إن كان المهر معينا حاضرا فى البلد كالدار والثوب والحيوان، وجب تسليمه للمرأة أو وليها يوم العقد، ولا يجوز تأخيره فى العقد، ولو رضيت بالتأخير، فإن اشترط التأجيل فى العقد، فسد العقد، إلا إذا كان الأجل قريبا كاليومين والخمسة.

ويجوز للمرأة التأجيل من غير شرط، ويكون تعجيله من حقها.

وإن كان المهر العين غائبا عن بلد العقد، صح النكاح إن أجل قبضه بأجل قريب بحيث لا يتغير فيه غالبا، وإلا فسد النكاح.

وإن كان المهر غير معين كالنقود والمكيل والموزون غير المعين، فيجوز تأجيله كله أو بعضه، ويجوز التأجيل إلى الدخول إن علم وقته كالحصاد أو الصيف أو قطاف الثمر، والتأجيل إلى الميسرة إذا كان الزوج غنيا، بأن كان له سلعة ينتظر قبض ثمنها، أو له أجر فى وظيفة، فإن كان فقيرا لم يصح العقد، ويجوز التأجيل إلى أن تطلبه المرأة منه، فهو كتأجيله للميسرة (الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ للزحيلى، ج ٩، ص ٦٧٨٨، القسم السادس، الباب الأول، الفصل السادس)

[1] رقم الحديث ٥١٦٨، كتاب النكاح، باب الوليمة ولو بشاة.

تھا، تو دوسرے ولیمے اس سے بھی کم میں کیے ہیں۔
مگر آج کل شاید ہی کوئی ایک بکری کے گوشت سے ولیمہ کو بڑا ولیمہ قرار دینے کے لئے تیار ہوگا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَا أَوْلَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِمْرَأَۃٍ مِّنْ نِّسَائِہٖ أَکْثَرَ أَوْ أَفْضَلَ مِمَّا أَوْلَمَ عَلٰی زَیْنَبَ، فَقَالَ ثَابِتٌ الْبُنَانِیُّ: بِمَا أَوْلَمَ؟ قَالَ: أَطْعَمَھُمْ خُبْزًا وَلَحْمًا حَتّٰی تَرَکُوْہُ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں میں سے کسی بیوی کا ولیمہ حضرت زینب کے ولیمہ سے زیادہ یا بڑا نہیں کیا۔
ثابت بنانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ یہ ولیمہ کس چیز سے کیا؟
حضرت انس نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت زینب کے) ولیمہ میں روٹی اور گوشت کھلایا تھا، یہاں تک کہ کھانے والوں سے کچھ کھانا بچ بھی گیا تھا (مسلم)

معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض ازواجِ مطہرات کے ولیمہ میں صرف روٹی اور گوشت کھلایا ہے، اس کے ساتھ کوئی اور میٹھی یا دوسری چیز نہیں کھلائی، اور یہ ولیمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے ولیموں سے بڑا ولیمہ تھا، جبکہ دوسرے ولیمے اس سے بھی چھوٹے تھے، جس سے ظاہر ہوا کہ ولیمہ میں صرف روٹی اور گوشت کھلانا بھی سنت سے ثابت ہونے کی وجہ سے مسنون عمل میں داخل ہے، خواہ اس کے ساتھ کوئی اور کھانا یا ڈش شامل نہ ہو اور اس کا شمار چھوٹے ولیمہ میں نہیں ہونا چاہئے، بلکہ بڑے ولیمہ میں ہونا چاہیے، خاص طور پر جبکہ ایک بکری کی مقدار کے برابر گوشت سے ولیمہ کیا جائے۔

---

[1] رقم الحدیث ۱۴۲۸ "۹۱" کتاب النکاح، باب زواج زینب بنت جحش، ونزول الحجاب، وإثبات ولیمۃ العرس.

Idara Ghufran

مگر آج کل ولیمہ میں اس طرح کے مسنون کھانے کا رواج بہت کم ہے، غریب سے غریب آدمی بھی اس طرح کا ولیمہ کرنے کے لئے تیار نہیں، جب تک کہ اس کے ساتھ چاول، میٹھی ڈِش، سلاد، رائتہ، چٹنی وغیرہ اور اوپر سے چائے یا قہوہ یا مخصوص مشروب (کولڈ ڈرنک وغیرہ) شامل نہ ہو، اور ولیمہ میں شریک لوگ بھی اس طرح کے ولیمہ کو کھا کر خوش نہیں ہوتے، بلکہ ناگواری محسوس کرتے ہیں، اگرچہ زبان سے کچھ نہ کہیں، یہ سب سنت عمل سے روگردانی کی وجہ سے ہے۔

اگر مخصوص ماحول ومزاج کی وجہ سے معاشرہ میں بعض اضافی چیزیں رائج ہو جائیں اور کوئی خوشی سے اعتدال میں رہتے ہوئے اختیار کرلے تو حرج بھی نہیں، لیکن اس کو ضروری درجہ دینا اور ایسا نہ کرنے والے پر اعتراض کرنا یا بُرا منانا پھر بھی جائز نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْتَقَ صَفِيَّةَ وَتَزَوَّجَهَا، وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا، وَأَوْلَمَ عَلَيْهَا بِحَيْسٍ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو (جو پہلے باندی تھیں) آزاد کردیا، اور ان سے نکاح کیا، اور آزاد کرنے کو ہی مہر مقرر کیا، اور ان کا ولیمہ ''حَیس'' کے ساتھ کیا (بخاری)

''حیس'' کسے کہا جاتا ہے؟ اس کا ذکر اگلی روایت میں آتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

شَهِدْتُ وَلِيْمَتَيْنِ مِنْ نِّسَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ: فَمَا أَطْعَمَنَا فِيْهِمَا خُبْزًا، وَلَا لَحْمًا، قَالَ: فَمَهْ؟ قَالَ: اَلْحَيْسَ يَعْنِي التَّمْرَ وَالْأَقِطَ بِالسَّمْنِ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١١٩٥٣) [2]

---

[1] رقم الحديث ٥١٦٩، كتاب النكاح، باب الوليمة ولو بشاة.

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے دو کے ولیموں میں شریک ہوا، ہم نے ان دونوں ولیموں میں نہ تو روٹی کھائی، اور نہ گوشت کھایا، راوی نے (حضرت انس رضی اللہ عنہ سے) کہا کہ پھر (ان دونوں ولیموں میں) کیا کھایا؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''حَیس'' یعنی کھجور اور پنیر کو گھی کے ساتھ شامل کر کے کھایا (مسنداحمد)

معلوم ہوا کہ اس ولیمہ میں روٹی اور گوشت نہیں کھلایا گیا، بلکہ کھجور اور پنیر اور گھی ملا کر مالیدہ و حلوا بنایا گیا، اور اسی سے ولیمہ کیا گیا، جس سے ظاہر ہوا کہ ولیمہ میں روٹی، گوشت وغیرہ کھلانا ضروری نہیں، بلکہ کھجور وغیرہ کھلا کر بھی ولیمہ کیا جاسکتا ہے، اور کھجور وغیرہ یا کسی اور چیز کا صرف مالیدہ وحلوا کھلا کر بھی ولیمہ کی سنت ادا کی جاسکتی ہے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَوْلَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَعْضِ نِسَائِهٖ بِمُدَّيْنِ مِنْ شَعِيْرٍ

(صحیح البخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض بیویوں کا ولیمہ دو ''مُدّ'' جو سے کیا (بخاری)

''جَو'' سے ''ستو'' تیار ہوتا ہے، گویا کہ ولیمہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ستو پلایا۔

اس طرح کی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے بھی مروی ہے۔ [2]

دو ''مُد'' تقریباً ڈیڑھ سیر کے قریب وزن کا بنتا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ ولیمہ کی مقدار مقرر نہیں، اور تھوڑی مقدار میں کوئی چیز کھلا کر بلکہ پلا کر بھی ولیمہ کرنا سنت سے ثابت ہے۔

---

[1] رقم الحدیث ۵۱۷۲، کتاب النکاح، باب من أولم بأقل من شاة.

[2] عن عائشة، قالت " :أولم رسول الله صلى الله عليه وسلم على بعض نسائه بمدين من شعير(مسنداحمد، رقم الحدیث ۲۴۸۲۱)

قال شعیب الارنؤوط:

حدیث صحیح (حاشیة مسند احمد)

مگر آج کل شاید ہی کوئی اتنا مختصر ولیمہ کرنے بلکہ اس کو ولیمہ کا نام دینے کے لئے تیار ہو، جو کہ کم علمی کی بات ہے۔ [1]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَـمَّـا دَخَلَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُسْطَاطَهُ، حَضَرَ نَاسٌ، وَحَضَرْتُ مَعَهُمْ لِيَكُوْنَ فِيْهَا قَسْمٌ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: قُوْمُوْا عَنْ أُمِّكُمْ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَشِيِّ حَضَرْنَا، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْنَا فِيْ طَرَفِ رِدَائِهٖ نَحْوٌ مِنْ مُدٍّ وَنِصْفٍ مِنْ تَمْرٍ مِنْ عَجْوَةٍ، فَقَالَ: كُلُوْا مِنْ وَلِيْمَةِ أُمِّكُمْ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١٤٥٧٦) [2]

ترجمہ: جب حضرت صفیہ بنتِ حیی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے میں داخل ہوئیں تو لوگ حاضر ہوئے، اور میں بھی ان کے ساتھ حاضر ہوا، تا کہ انہیں بھی اس (ولیمہ) میں حصہ ملے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، اور فرمایا کہ تم اپنی ماں کے پاس سے اٹھ کر چلے جاؤ، پھر جب شام کا وقت ہوا، ہم دوبارہ حاضر ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف اپنی چادر کے ایک کونے میں تقریباً ڈیڑھ مد کے برابر عجوہ کھجوریں لے کر نکلے اور (یہ کھجوریں پیش کر کے) فرمایا کہ اپنی ماں کا ولیمہ کھاؤ (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ ولیمہ شام کے وقت اور مختصر یعنی ڈیڑھ سیر یا اس سے بھی کم کھجوریں کھلا کر

---

[1] فيه :صفية بنت شيبة، أولم النبى (صلى الله عليه وسلم) على بعض نسائه بمدين من شعير .قد تقدم قبل هذا أن الوليمة إنما تجب على قدر الوجود واليسار، وليس فيها حد لا يجوز الاقتصار على دونه، وهذا يدل على أنها ليست بفرض؛ لأن الفروض من الله ورسوله مقدرة مبينة .وفيه: إجابة الدعوة إلى الوليمة وإن كان المدعو إليه قليلا حقيرا (شرح صحيح البخارى لابن بطال، ج٧ص ٢٨٦، كتاب النكاح، باب من أولم بأقل من شاة)

[2] قال شعيب الارنؤوط:

إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

Iqra Ghufran

بھی کرنا جائز بلکہ سنت ہے۔
مگر آج کل اس طرح ولیمہ کرنے کے لئے شاید ہی کوئی تیار ہو۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلَمَ عَلٰى صَفِيَّةَ بِسَوِيْقٍ وَتَمْرٍ (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۴۰۶۱، کتاب النکاح) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امُّ المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ ستو اور کھجور سے کیا (ابن حبان)

اس سے معلوم ہوا کہ ولیمہ میں ستو پلانا اور کھجور کھلانا بھی سنت سے ثابت اور جائز ہے۔
مگر آج کل لوگوں کے ذہن میں بہت کچھ تبدیلی آ گئی ہے، اور وہ اس طرح کے مسنون ولیمہ کو ولیمہ ماننے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

بُنِيَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ بِخُبْزٍ وَلَحْمٍ، فَأُرْسِلْتُ عَلَى الطَّعَامِ دَاعِيًا فَيَجِيْءُ قَوْمٌ فَيَأْكُلُوْنَ وَيَخْرُجُوْنَ، ثُمَّ يَجِيْءُ قَوْمٌ فَيَأْكُلُوْنَ وَيَخْرُجُوْنَ، فَدَعَوْتُ حَتّٰى مَا أَجِدُ أَحَدًا أَدْعُوْ، فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَا أَجِدُ أَحَدًا أَدْعُوْهُ، قَالَ: اِرْفَعُوْا طَعَامَكُمْ (صحیح البخاری) [2]

ترجمہ: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت زینب بنتِ جحش سے شبِ زفاف (اور رخصتی) ہوئی، ولیمہ گوشت اور روٹی سے ہوا، اور ولیمہ کے کھانے کے لئے مجھے لوگوں کو بلانے کے لئے بھیجا گیا، تو میں آدمیوں کو بلا کر لایا، وہ کھا کر چلے

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده قوي من أجل بكر بن وائل .ابن أبي عمر العدني :هو محمد بن يحيى بن أبي عمر .وسفيان :هو ابن عيينة.

[2] رقم الحديث ۴۷۹۳، كتاب تفسير القرآن، باب قوله :لا تدخلوا بيوت النبي إلا أن يؤذن لكم إلى طعام غير ناظرين إناه.

گئے، پھر دوسروں کو بلا کر لایا، وہ بھی کھا کر چلے گئے، پھر میں نے عرض کیا کہ (اے اللہ کے نبی اب مجھے دعوت دینے کے لئے کوئی نہیں مل رہا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا اٹھانے کا حکم دیا (اور باقی ماندہ کھانا اٹھا دیا گیا) (بخاری)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح، اللہ تعالیٰ نے آسمان پر کیا تھا، جس کا ذکر پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے نمونے میں گزر چکا ہے۔

معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسمانوں پر ہونے والے نکاح کا ولیمہ اس شان کے ساتھ کیا کہ گھر ہی میں عین وقت پر کھانے کے لئے لوگوں کو بلایا، اور جتنے لوگ ایک دفعہ میں بیٹھ کر کھانا کھا سکتے تھے، اتنے لوگوں نے کھانا کھایا، پھر دوسرے لوگ آئے، اور انہوں نے کھانا کھایا، اس طرح باری باری لوگوں نے کھانا کھایا۔

جب باری باری لوگوں کو کھانا کھلایا جائے، تو نہ تو بڑی اور وسیع جگہ کا انتظام ضروری ہوتا ہے، اور نہ ہی زیادہ برتنوں کی ضرورت ہوتی ہے، بلکہ باری باری برتن دھو کر ان ہی میں سب کو قسط وار کھلانا ممکن ہوتا ہے۔

مگر آج کل بعض لوگوں کو یہ طرزِ عمل گوارا نہیں اور اگر کوئی ایسا کرے تو اسے معیوب سمجھا جانے لگا ہے، اس طرح کی باتیں سنت سے دور ہونے کا نتیجہ ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

فَأَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرُوْسًا، فَقَالَ: مَنْ كَانَ عِنْدَهُ شَيْءٌ فَلْيَجِئْ بِهٖ، قَالَ: وَبَسَطَ نِطَعًا، قَالَ: فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيْءُ بِالْأَقِطِ، وَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيْءُ بِالتَّمْرِ، وَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيْءُ بِالسَّمْنِ، فَحَاسُوْا حَيْسًا، فَكَانَتْ وَلِيْمَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مسلم) [1]

---

[1] رقم الحديث ١٣٦٥ "٨٤" كتاب النكاح، باب فضيلة إعتاقه أمته، ثم يتزوجها.

ترجمہ: پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد) بحالتِ عروسی (یعنی دولہن سے رات کو ملاقات کرنے کے بعد) صبح کی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس جو کچھ ہو وہ لے آئے اور ایک چمڑے کا دستر خوان بچھوا دیا، چنانچہ بعض لوگ پنیر اور بعض کھجوریں اور بعض گھی لے کر حاضر ہوئے، پھر انہوں نے ان تینوں چیزوں کو ملا کر مالیدہ (یعنی حلوا) تیار کرلیا اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا (مسلم)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی کی ایک روایت میں ہے کہ:

فَلَمَّا أَصْبَحَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ عِنْدَهُ فَضْلُ زَادٍ، فَلْيَأْتِنَا بِهٖ، قَالَ: فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيْءُ بِفَضْلِ التَّمْرِ، وَفَضْلِ السَّوِيْقِ، حَتّٰى جَعَلُوْا مِنْ ذٰلِكَ سَوَادًا حَيْسًا، فَجَعَلُوْا يَأْكُلُوْنَ مِنْ ذٰلِكَ الْحَيْسِ، وَيَشْرَبُوْنَ مِنْ حِيَاضٍ إِلٰى جَنْبِهِمْ مِنْ مَاءِ السَّمَاءِ، قَالَ: فَقَالَ أَنَسٌ: فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيْمَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهَا (مسلم) [1]

ترجمہ: پھر جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس زائد کھانا ہو، وہ ہمارے پاس لے آئے، تو لوگوں نے زائد کھجوریں اور ستو لانا شروع کردیا، یہاں تک کہ انہوں نے اس سے مالیدہ (یعنی حلوہ) بنایا اور ڈھیر لگ گیا اور اس مالیدہ سے کھانا شروع کیا اور اپنے قریب میں واقع قدرتی تالاب سے پانی پیا، حضرت صفیہ سے نکاح پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ولیمہ تھا (مسلم)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ ولیمہ کھانے پینے کی کسی بھی چیز سے کیا جاسکتا ہے، بلکہ ضرورت

---

[1] رقم الحدیث ۱۳۶۵ "۸۸"، کتاب النکاح، باب فضیلة اعتاقه أمته ثم یتزوجها.

کے موقع پر اس طرح بھی ولیمہ کرنا سنت سے ثابت ہے کہ سب لوگ اپنے اپنے یہاں سے کھانے پینے کی چیزیں لے کر آجائیں، اور ان چیزوں کو ایک جگہ جمع کر کے کھالیں۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے کے ساتھ کوئی مخصوص پانی یا مشروب (کولڈ ڈرنک) وغیرہ کا پلانا ضروری نہیں، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بارش کے جمع شدہ حوض سے پانی پیا۔

اور ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ ولیمہ دوپہر اور شام کے اوقات کے علاوہ صبح کے وقت بھی کیا جاسکتا ہے، چنانچہ اگر کوئی صبح کا ناشتہ کرا کر ولیمہ کر لے، تو سنت سے اس کا بھی ثبوت ملتا ہے۔

مگر آج کل اس طرح کی سادہ چیزوں کو ولیمہ سمجھنے کے لئے بھی شاید اکثر لوگ تیار نہ ہوں، اور پانی و مشروب کا عمدہ انتظام نہ ہونے پر بھی راضی نہ ہوں، اللہ تعالیٰ تکلفات سے محفوظ رکھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفِيَّةَ وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا، وَجَعَلَ الْوَلِيْمَةَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَبَسَطَ نِطَعًا جَاءَ تْ بِهِ أُمُّ سُلَيْمٍ، وَأَلْقَى عَلَيْهِ أَقِطًا وَّتَمْرًا، وَأَطْعَمَ النَّاسَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ (مسند أبي يعلى، رقم الحديث ۳۸۳۴) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، اور ان کے آزاد کرنے کو ان کا مہر مقرر کیا، اور تین دن ولیمہ کیا، اور دسترخوان بچھا دیا، جس کو امِ سلیم لائیں تھیں، اور اس پر پنیر اور کھجور رکھ دی، اور لوگوں کو تین دن (تک ولیمہ) کھلایا (ابویعلی)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر ولیمہ ایک وقت یا ایک دن میں کھلانا مشکل ہو، تو قسط وار کئی دنوں تک

---

[1] قال حسين سليم أسد:
الحديث صحيح (حاشية مسند ابى يعلىٰ)

یا وقفہ ڈال کر بھی کھلایا جا سکتا ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تک ولیمہ کھلایا۔ لیکن آج کل ضرورت ہونے پر بھی اس طرح ولیمہ کرنے کا بالکل رواج نہیں، جس کی وجہ سے مختلف قسم کی پریشانیاں لازم آتی ہیں۔ [1]

حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا عَرَّسَ أَبُوْ أُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ دَعَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ، فَمَا صَنَعَ لَهُمْ طَعَامًا وَلَا قَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ إِلَّا امْرَأَتُهُ أُمُّ أُسَيْدٍ، بَلَّتْ تَمَرَاتٍ فِيْ تَوْرٍ مِنْ حِجَارَةٍ مِّنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا فَرَغَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الطَّعَامِ أَمَاثَتْهُ لَهُ فَسَقَتْهُ، تُتْحِفُهُ بِذٰلِكَ (بخاری) [2]

---

[1] وعنه أى عن أنس (قال إن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أعتق صفية) : قال ابن حجر : كانت من نسل هارون أخي موسى -عليهما الصلاة والسلام .(وتزوجها وجعل عتقها صداقها) : قال بعض أئمتنا :هذا من خواص النبى -صلى الله عليه وسلم -ولعله أراد تزوجها بمهر .قال فى شرح السنة :اختلف أهل العلم فيما لو أعتق أمته وتزوجها وجعل عتقها صداقها، فنسب جماعة من أصحاب النبى -صلى الله عليه وسلم -وغيرهم إلى جوازه لظاهر الحديث، ولم يجوزه جماعة وتأولوا هذا الحديث أن هذا كان من خواصه كما كان النكاح ينفى المهر من خواصه، وكانت هذه فى معنى الموهبة، وفى الحديث دليل على أن لا كراهة فيمن يعتق أمة ثم ينكحها .وفى شرح الهداية :إذا أعتق أمة وجعل عتقها صداقها كأن يقول :أعتقتك على أن تزوجينى نفسك بعوض العتق، فقبلت، صح العتق وهى بالخيار فى تزوجه فإن تزوجته فلها مهر مثلها خلافا لأبى يوسف له الحديث الصحيح تزوج صفية وجعل عتقها صداقها، قلنا :نص كتاب الله -تعالى -يعين المال فإنه بعد عد المحرمات أحل ما وراء هن مقيدا بالابتغاء بالمال قال الله تعالى :(وأحل لكم ما وراء ذلكم أن تبتغوا بأموالكم)الآية .وقول الراوى ذلك كناية عن عدم المهر يعنى أعتقها وتزوجها ولم يكن شىء غير العتق والتزوج بلا مهر جائز للنبى -صلى الله عليه وسلم -دون غيره .وغاية ما فيه أن ما ذكرناه محتمل لفظ الراوى فيجب حمله عليه دفعا للمعارضة بينه وبين الكتاب، وإن أبت أن تتزوجه ألزمناها بقيمتها، اهـ كلام المحقق .ويحتمل أن يحمل الصداق على الدفع المعجل الموضوع للألفة وزيادة المحبة وهو مقدمة الصداق فأطلق عليها مجازا (وأولم عليها بحيس) : بفتح الحاء وسكون الياء طعام يتخذ من التمر والأقط والسمن، قال الطيبى -رحمه الله :-من التمر والسويق والسمن، والصواب ما ذكرناه لما سيأتى مصرحا به فى الحديث الآتى (مرقاة المفاتيح، ج۵، ص ۲۱۰۵،كتاب النكاح، باب الوليمة)

[2] رقم الحديث ۵۱۸۲، كتاب النكاح، باب قيام المرأة على الرجال فى العرس وخدمتهم بالنفس.

ترجمہ: جب حضرت ابو اُسید ساعدی رضی اللہ عنہ نے شادی کی، تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے چند صحابہ کی بھی دعوت کی، حضرت ابو اُسید نے نہ تو ان کے لئے کھانا بنایا اور نہ ہی کھلایا، بلکہ ان کی بیوی نے ہی کھانا تیار کرنے اور کھلانے کی خدمت انجام دی، پتھر کے پیالہ میں رات کو کھجوریں بھگو دیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھا چکے، تو اس دلہن نے، کھجوروں کو پانی میں حل کر کے یہ پانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پلایا (بخاری)

یہ حضرت ابو اُسید ساعدی، (جن کا نام مالک بن ربیعہ ہے) کے ولیمہ کا کھانا تھا، جس سے معلوم ہوا کہ ولیمہ میں صرف کھجوریں کھلانا بھی جائز ہے، اور یہ بھی جائز ہے کہ دلہن ولیمہ کا کھانا تیار کرنے اور کھلانے میں حیاء و پردہ کے ساتھ خدمت کرے، اور دلہن کا شادی کے فوراً بعد کام کاج کرنا شرعی اعتبار سے کوئی قابلِ عیب اور بری بات نہیں، جیسا کہ آج کل بعض گھرانوں میں کئی کئی دنوں بلکہ مہینوں تک دلہن سے کام کاج کرانے اور کھانا پکانے کو عیب سمجھا جاتا ہے۔

غرضیکہ سادہ چیز کھلا کر، جو کہ خود دلہن ہی تیار کرے، اور وہی کھانے کے لئے پیش کرے، اس سے بھی ولیمہ کی سنت ادا کی جا سکتی ہے، جس سے ولیمہ میں سہولت و آسانی معلوم ہوئی۔ [1]

---

[1] (قال: دعا أبوا سيد) بضم الهمزة وفتح السين مالک بن ربيعة (الساعدی رسول الله -صلى الله عليه وسلم -فى عرسه وكانت امرأته) أم أسيد سلامة بنت وهب بن سلامة بن أثيمة (يومئذ خادمهم) يقع على الذكر والأنثى (وهى العروس) نعت استوى فيه المذكر والمؤنث ما داما فى تعريسهما (قال سهل) الساعدى (تدرون) استفهام سقطت أداته (ما سقت) أى العروس (رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أنقعت له تمرات) فى ماء (من الليل فلما أكل) - صلى الله عليه وسلم - من طعام الوليمة (سقته إياه)(إرشاد السارى لشرح صحيح البخارى، ج۷ص۲۸۷، كتاب النكاح،باب حق إجابة الوليمة والدعوة)

(فلما أكل سقته إياه) هذا محمول على أنه كان قبل الحجاب ويبعد حمله على أنها كانت مستورة البشرة وأبو أسيد بضم الهمزة واسمه مالک تقدم ذكره قوله (أماثته فسقته تخصه بذلک) هكذا ضبطناه وكذا هو فى الأصول ببلادنا أماثته بمثلثة ثم مثناة فوق يقال ماثه وأماثه لغتان مشهورتان وقد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کا نکاح ہونے کے بعد) فرمایا کہ تم ولیمہ کرو، اگرچہ ایک ہی بکری کے ذریعہ سے کیوں نہ ہو (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ ایک بکری کا گوشت جتنے لوگوں کو کفایت کرتا ہے، اگر قدرت ہو، تو عام حالات میں اتنے لوگوں کو ولیمہ میں شریک کرنا بھی کافی ہوجاتا ہے، اوراس سے بھی سنت ادا ہوجاتی ہے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ ایک درمیانہ درجہ کی بکری کا گوشت بہت زیادہ اور غیر معمولی افراد کو کھلانا مشکل ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ ولیمہ میں سب رشتہ داروں اور جاننے والوں کو شریک کرنا اور دور دراز سے لوگوں کو بلا بلا کر جمع کرنا ضروری نہیں۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا خَطَبَ عَلِيٌّ فَاطِمَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُ لَا

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

غلط من أنكر أماثه ومعناه عركته واستخرجت قوته وأذابته ومنهم من يقول أى لينته وهو محمول على معنى الأول وحكى القاضى عياض أن بعضهم رواه أماثته بتكرير المثناة وهو بمعنى الأول وقوله تخصه كذا هو فى صحيح مسلم تخصه من التخصيص وكذا روى فى صحيح البخارى ورواه بعض رواة البخارى تتحفه من الإتحاف وهو بمعناه يقال أتحفته به إذا خصصته وأطرفته وفى هذا جواز تخصيص صاحب الطعام بعض الحاضرين بفاخر من الطعام والشراب إذا لم يتأذ الباقون لإيثارهم المخصص لعلمه أو صلاحه أو شرفه أوغير ذلک كما كان الحاضرون هناک يؤثرون رسول الله صلى الله عليه وسلم ويسرون بإكرامه ويفرحون بما جرى وإنما شربه النبى صلى الله عليه وسلم لعلتين إحداهما إكرام صاحب الشراب واجابته التى لامفسدة فيها وفى تركها كسر قلبه والثانية بيان الجواز والله أعلم (شرح النووى علىٰ مسلم، ج۱۳ ص۱۷۷، كتاب الأشربة، باب إباحة النبيذ الذى لم يشتد ولم يصر مسكرا)

[1] رقم الحديث ۵۱۵۳، كتاب النكاح، باب الصفرة للمتزوج.

Idara Ghufran

بُدَّ لِلْعُرُسِ مِنْ وَلِيمَةٍ، قَالَ: فَقَالَ سَعْدٌ: عَلَيَّ كَبْشٌ، وَقَالَ فُلَانٌ: عَلَيَّ كَذَا وَكَذَا مِنْ ذُرَةٍ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۲۳۰۳۵) [1]

ترجمہ: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شادی کے لئے ضروری ہے کہ ولیمہ کیا جائے۔

حضرت بریدہ (راوی) فرماتے ہیں کہ (یہ سن کر) حضرت سعد نے کہا کہ میرے ذمہ ایک مینڈھا (ولیمہ کے لئے) ہے، اور دوسرے شخص نے کہا کہ (ولیمہ کے لئے) میرے ذمہ اتنا اور اتنا غلہ ہے (مسند احمد)

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ولیمہ میں دوسرے حضرات نے تعاون کیا۔ [2]

اس سے معلوم ہوا کہ نکاح کرنے والے کے پاس اگر ولیمہ کرنے کا انتظام نہ ہو، تو کسی

---

[1] قال شعيب الارنؤط:
إسناده محتمل للتحسين (حاشية مسند احمد)

[2] عن ابن بريدة، عن أبيه، قال: قال نفر من الأنصار لعلى رضى الله عنه: عندك فاطمة، فأتى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فسلم عليه، فقال: ما حاجة ابن أبى طالب؟، قال: يا رسول الله ذكرت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: مرحبا، وأهلا، لم يزد عليها، خرج على بن أبى طالب رضى الله عنه، على أولئك الرهط من الأنصار ينتظرونه، قالوا: وما ذاك؟ قال: ما أدرى غير أنه، قال لى: مرحبا، وأهلا، فقالوا: يكفيك من رسول الله صلى الله عليه وسلم، إحداهما أعطاك الأهل والمرحب، فلما كان بعد ذلك بعدما زوجه، قال: يا على إنه لا بد للعروس من وليمة، قال سعد: عندى كبش، وجمع له رهط من الأنصار أصوعا من ذرة، فلما كان ليلة البناء، قال: لا تحدث شيئا حتى تلقانى، فدعا رسول الله صلى الله عليه وسلم بماء، فتوضأ منه ثم أفرغه على على فقال: اللهم بارك فيهما، وبارك لهما فى بنائهما (المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۱۱۵۳)

قال الهيثمى: رواه الطبرانى، والبزار بنحوه، إلا أنه قال: قال نفر من الأنصار لعلى -رضى الله عنه-: لو خطبت فاطمة. وقال فى آخره ": اللهم بارك فيهما، وبارك لهما فى شبلهما ." ورجالهما رجال الصحيح، غير عبد الكريم بن سليط، ووثقه ابن حبان (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۲۱۴)

دوسرے شخص یا اشخاص کا خوش دلی سے رسم ورواج کے بغیر اس کے ولیمہ کا انتظام کرنا بھی جائز اور خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ولیمہ سے ثابت ہے، اس کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ولیمہ میں سب لوگوں کا اپنا اپنا کھانا لاکر ولیمہ کرنا بھی ثابت ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَبْصَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءً وَصِبْيَانًا مُقْبِلِيْنَ مِنْ عُرْسٍ، فَقَامَ مُمْتَنًّا، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ أَنْتُمْ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ(صحيح البخاری) [1]

ترجمہ: ایک مرتبہ انصار کی عورتوں اور بچوں کو شادی سے آتے دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوشی کی وجہ سے ٹھہر گئے اور فرمایا کہ اللہ کی قسم! تم لوگ مجھے سب آدمیوں سے زیادہ محبوب ہو (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی اور ولیمہ کی تقریب میں شرکت کرنے والی خواتین اور بچوں کو منع نہیں فرمایا، جس سے معلوم ہوا کہ ولیمہ وغیرہ کی تقریب میں مرد حضرات کے علاوہ خواتین اور بچوں کا شریک ہونا بھی جائز ہے، جبکہ پردہ اور حجاب کا لحاظ ہو۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٥١٨٠، كتاب النكاح، باب ذهاب النساء والصبيان إلى العرس.

[2] لہٰذا بعض علماء کا ولیمہ وغیرہ کی تقریب میں خواتین کی شرکت کو فی نفسہٖ ممنوع قرار دینا، درست نہیں، البتہ بے پردگی وغیرہ کا ارتکاب جائز نہیں۔

فيه :أنس، أبصر النبى (صلى الله عليه وسلم) نساء وصبيانا مقبلين من عرس، فقام ممتنا، فقال: (اللهم أنتم من أحب الناس إلى) . قال المهلب :فيه استحسان شهود النساء والصبيان للأعراس؛ لأنها شهادة لهم عليها، ومبالغة فى الإعلان بالنكاح .وقال أبو الحسن بن القابسى :قوله :ممتنا، يعنى متفضلا عليهم بذلك؛ لأن الأنصار أحب الناس إليه، فقال أنس :هو عليه السلام ممتن علينا بمحبته وتخصيصه(شرح صحيح البخارى لابن بطال، ج٧ص ٢٩١، كتاب النكاح، باب ذهاب النساء والصبيان إلى العرس)

أبصر النبى -صلى الله عليه وسلم -نساء وصبيانا) حال كونهم (مقبلين من عرس فقام) عليه الصلاة والسلام (ممتنا) بميم مضمومة فميم ساكنة فمثلثة مفتوحة كذا فى الفرع مصححا عليه كأصله، وقال فى الفتح بمثناة ونون ثقيلة من المنة بضم الميم وهى القوة أى من قام إليهم مسرعا مشتدا فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ، يُمْنَعُهَا مَنْ يَأْتِيهَا، وَيُدْعَى إِلَيْهَا مَنْ يَأْبَاهَا، وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّعْوَةَ، فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُولَهُ (صحیح مسلم) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھانوں میں بدترین کھانا اُس ولیمہ کا کھانا ہے کہ جو اس میں حاضر ہو، اسے منع کیا جائے، اور جو اس میں حاضر ہونے سے انکار کرے، اسے دعوت دی جائے، اور جس نے (بلا عذر) دعوت کو قبول نہیں کیا، تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ جو غریب اور کھانے کا محتاج ہو، اور وہ کھانا کھانا چاہتا ہو، اس کو تو ولیمہ میں شریک نہ کیا جائے، اور جو امیر و مالدار ہو، اور کھانے کا محتاج نہ ہو، اس کو ولیمہ میں شریک کیا جائے، تو ایسا کھانا اللہ اس کے رسول کے نزدیک بدترین کھانا شمار ہوتا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ذلک فرحا بهم أو من الامتنان لأن من قام إليه -صلى الله عليه وسلم -وأكرمه بذلك فقد امتن عليه بشيء لا أعظم منه،فقال(اللهم) قالها للتبرك أو للاستشهاد فى صدقه على قوله (أنتم من أحب الناس إلى) وزاد فى رواية معمر فى مناقب الأنصار قالها ثلاث مرات، وفيه شهود النساء والصبيان لوليمة العرس فلو دعت امرأة امرأة لوليمة أو دعت رجلا وجب أو استحب لا مع خلوة محرمة فلا يجيبها إلى طعام مطلقا أو مع عدم الخلوة فلا يجيبها إلى طعام خاص به كان جلست به وبعثت له الطعام إلى بيت آخر من دارها خوف الفتنة بخلاف ما إذا لم تخف فقد كان سفيان الثورى وأضرابه يزورون رابعة العدوية ويسمعون كلامها فإن وجد رجل كسفيان وامرأة كرابعة فالظاهر أنه لا كراهة فى الإجابة ويعتبر فى وجوب الإجابة للمرأة إذن الزوج أو السيد للمدعو والله أعلم(إرشاد السارى لشرح صحيح البخارى، ج٨ص ٧٦، كتاب النكاح،باب ذهاب النساء والصبيان إلى العرس)

[1] رقم الحديث ١٤٣٢ "١١٠ "كتاب النكاح،باب الأمر بإجابة الداعى إلى دعوة.

[2] (شر الطعام) فى رواية "بئس "أى من شر الطعام فإن من الطعام ما هو شر منه .(طعام الوليمة) المراد وليمة العرس لأنها المعهودة والإضافة للعهد وقوله :(يمنعها من يأتيها) من الفقراء . (ويدعى إليها من يأباها) من الأغنياء يحتمل أنها صفة للوليمة على تقدير زيادة اللام أو كونها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس کی وضاحت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں آئی ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ، يُدْعَى الْغَنِيُّ، وَيُتْرَكُ الْمِسْكِينُ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٧٦٢٤) [1]

ترجمہ: کھانوں میں بدتر کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے، جس میں مالدار کو دعوت دی جائے، اور مسکین (یعنی غریب وضرورت مند) کو چھوڑ دیا جائے (مسند احمد)

اس طرح کی حدیث حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

للجنس حتى يعامل المعرف معاملة المنكر(التنوير شرح الجامع الصغير للصنعانى، تحت رقم الحديث ٤٨٥٥)

(يمنعها) بالبناء للمفعول (من يأتيها) للحاجة والفاقة وهم الفقراء والمساكين (ويدعى إليها من يأباها) قال المصنف :معناه الإخبار بما يقع من الناس بعده من مراعاة الأغنياء فى الولائم وتخصيصهم بالدعوة وإيثارهم بطيب الطعام ورفع مجالسهم وغير ذلك مما هو الغالب فى الولائم (دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، ج٣ص ٨٥، تحت رقم الحديث ٢٦٦٧)

[1] قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية مسند احمد)

[2] عن ابن عباس، رضى الله عنهما، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :شر الطعام طعام الوليمة يدعى إليه الغنى ويترك الفقير(مسند البزار، رقم الحديث ٥٣٣٩)

عن ابن عباس، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :شر الطعام طعام الوليمة يدعى إليه الشبعان، ويحبس عنه الجائع(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ١٢٧٥٦)

قال ابوحذيفة:"بئس الطعام طعام الوليمة، يدعى إليه الشبعان ويحبس عنه الجيعان"

قال الحافظ :ووقع فى رواية للطبرانى من حديث ابن عباس :فذكره"

أخرجه الطبرانى فى "الكبير(١٢٧٥٤)"و"الأوسط(٦١٨٦)"ثنا أبو حنيفة محمد بن حنيفة الواسطى ثنا عبد القدوس بن محمد الحبحابى ثنا سعيد بن سويد المغولى ثنا عمران القطان أبو العوام عن قتادة عن أبى العالية عن ابن عباس مرفوعا "شرّ الطعام طعام الوليمة، يدعى إليه الشبعان ويحبس عنه الجائع."

وقال :لم يَرو هذا الحديث عن قتادة إلا عمران القطان، ولا عن عمران إلا سعيد بن سويد، تفرد به عبد القدوس بن محمد"

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے معلوم ہوا کہ ولیمہ میں امیروں اور مالداروں کو شریک کرنا اور غریبوں اور ناداروں کو نظر انداز کر دینا، اس ولیمہ کے کھانے کو بدترین کھانا بنا دیتا ہے، لہٰذا غریبوں اور ناداروں کو بھی ولیمہ میں شریک کرنا چاہئے۔

مگر آج کل بہت سے مقامات پر دیکھنے میں آتا ہے کہ بڑے بڑے امیروں، نوابوں اور مالداروں کو تو چُن چُن کر ولیمہ میں بلایا جاتا اور شریک کیا جاتا ہے، اور غریبوں کو چھوڑ دیا جاتا ہے، جس کی وجہ یا تو نام آوری ہوتی ہے، یا پھر امیروں اور مالداروں کی طرف سے زیادہ مقدار میں سلامی، نیوتہ اور نندرہ وغیرہ کی شکل میں مال کا حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے، اور یہ مقصد غریب لوگوں کو شریک کرنے سے حاصل نہیں ہوتا، جو کہ درست نہیں، اور اس طرزِ عمل کی وجہ سے ولیمہ کا کھانا بدترین کھانے کی شکل اختیار کر لیتا ہے، نیز ولیمہ میں بڑے بڑے امیروں اور مالداروں کو شریک کرنے کی وجہ سے ان کی شان کا لحاظ کرتے ہوئے ولیمہ کے کھانے اور تقریب میں تکلفات بھی جمع کرنا پڑتے ہیں، جبکہ غریبوں کے لئے اس طرح کے تکلفات کی ضرورت نہیں ہوتی، اور وہ سادہ ولیمہ کھا کر بھی شکر کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قلت :وأبو حنيفة محمد بن حنيفة الواسطى قال الدارقطنى :ليس بالقوى (سؤالات الحاكم ص ١٥٢)

وتابعه البزار (كشف ١٢٤٠) عن عبد القدوس بن محمد به .ولفظه "يدعى إليه الغنى ويترك الفقير"وقال :لم نسمعه إلا من عبد القدوس عن سعيد ولم يتابع عليه"

قلت :وهو ثقة كما قال النسائى، وقال أبو حاتم :صدوق، وقال مسلمة :لا بأس به.

وسعيد بن سويد لم أقف له على ترجمة، وعمران هو ابن داود القطان وهو مختلف فيه :وثقه جماعة، وضعفه آخرون، فهو حسن الحديث، وقتادة مدلس ولم يذكر سماعا من أبى العالية.

وقال الهيثمى :رواه الطبرانى فى "الكبير "و"الأوسط "والبزار وفيه سعيد بن سويد المغولى ولم أجد من ترجمه، وفيه عمران القطان وثقه أحمد وجماعة، وضعفه النسائى وغيره "المجمع ٤/٥٣.

وللحديث شاهد عن أبى هريرة أخرجه البخارى (فتح ١١/١٥٤)(انيس السارى تخريج احاديث البخارى، ج٤ص ٢٤٩٠، تحت رقم الحديث ١٦٩٤، حرف الباء)

Idara Ghufran

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:لَوْ اُهْدِيَ إِلَيَّ كِرَاعٌ لَقَبِلْتُهُ:وَلَوْ دُعِيتُ إِلَيْهِ لَأَجَبْتُهُ (صحيح ابن حبان) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری طرف ایک کھُر ہدیہ بھیجا جائے، تو میں اسے قبول کرلوں گا، اور اگر مجھے اس کی دعوت دی جائے، تو بھی اس کی دعوت کوقبول کرلوں گا (ابن حبان)

اس سے معلوم ہوا کہ ولیمہ وغیرہ کی دعوت اگر انتہائی سادہ اور ہلکی پھلکی ہو، اسے بھی قبول کرلینا چاہیے، اوراس پر ناگواری نہیں ہونی چاہیے۔

ولیمہ کرنا سنت اوراس میں شرکت بھی ثواب وعبادت ہے، اور یہ سنت اورثواب سادہ ولیمہ سے بھی حاصل ہوجاتا ہے، لہٰذا قیمتی کھانوں کے بجائے عبادت وسنت سمجھ کر ولیمہ میں شرکت کرنی چاہیے، اور قیمتی اورعمدہ یالذیذ کھانوں کومقصود نہیں بنانا چاہیے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۵۲۹۱، كتاب الاطعمة، باب الضيافة.
قال شعيب الارنوؤط:
إسناده صحيح على شرط البخارى رجاله ثقات رجال الشيخين غير الحسن بن محمد فثقة رواه له البخارى (حاشية صحيح ابن حبان)

[2] لا ينبغي أن يكون فقر الداعي، أو خفة شأنه، أو قلة الطعام مانعا من إجابة الدعوة، فإن ذلك من الكبر .والدعوة مشروعة لإحياء المودة بين المسلمين ومزيد التآلف .وفى حديث البخارى أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :لو دعيت إلى كراع لأجبت ولو أهدى إلى كراع لقبلت.
والكراع من الشاة ونحوها :مستدق الساق.
قال ابن حجر :فى الحديث دليل على حسن خلقه صلى الله عليه وسلم وتواضعه وجبره لقلوب الناس، وعلى قبول الهدية وإجابة من يدعو الرجل إلى منزله ولو علم أن الذى يدعو إليه شىء قليل، ثم قال :قال المهلب :لا يبعث على الدعوة إلى الطعام إلا صدق المودة وسرور الداعى بأكل المدعو من طعامه، والتحبب إليه بالمؤاكلة، وتوكيد الذمام معه بها، فلذلك حض صلى الله عليه وسلم على الإجابة ولو نزر الطعام المدعو إليه، وفى الحديث :الإجابة لما قل أو كثر .ا .هـ."
وفى صحيح مسلم أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :إذا دعيتم إلى كراع فأجيبوا.
وفى الحديث أيضا عند ابن ماجه :أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يجيب دعوة المملوك (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۰ ص۳۳۸،مادة " دعوة ")
ويسن له أن يقصد بإجابته الاقتداء بالسنة وإقامة المطلوب وإكرام أخيه وزيارته ليثاب على ذلك،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا دُعِیَ أَحَدُکُمْ إِلَی الْوَلِیْمَۃِ فَلْیَأْتِہَا (صحیح البخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو ولیمہ کی دعوت دی جائے، تو اسے چاہئے کہ وہ اس میں حاضر ہو (بخاری)

ولیمہ میں شرکت کی تاکید عام ہے، خواہ وہ ولیمہ سادہ ہی کیوں نہ ہو کہ کوئی عذر نہ ہو، تو اس میں شرکت ضرور کرنی چاہئے، اور سادہ یا تھوڑے کھانے کی وجہ سے ولیمہ میں شرکت کو ترک نہیں کرنا چاہئے۔

اس کے بعد عرض ہے کہ بعض روایات میں تیسرے دن ولیمہ کرنے کو دکھلاوا اور شہرت قرار دیا گیا ہے، لیکن اُن روایات کی سندوں پر محدثین نے کلام کیا ہے۔

چنانچہ حضرت زہیر بن عثمان کی سند سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْوَلِیْمَۃُ أَوَّلَ یَوْمٍ حَقٌّ، وَالثَّانِیَ مَعْرُوْفٌ، وَالْیَوْمَ الثَّالِثَ سُمْعَۃٌ وَّرِیَاءٌ (سنن أبی داود) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے (دن) ولیمہ حق ہے، اور دوسرے دن معروف (یعنی رائج) ہے، اور تیسرے دن نام آوری اور دکھاوے کا باعث ہے (ابوداؤد)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ویکون من المتزاورین والمتحابین فی اللہ لا قضاء شہوۃ ونحو ذلک (حاشیۃ البجیرمی علی الخطیب، لسلیمان بن محمد بن عمر البُجَیْرَمِیّ المصری الشافعی، ج۳، ص۴۵۳، کتاب النکاح، فصل: فی الصداق)

[1] رقم الحدیث ۵۱۷۳، کتاب النکاح، باب حق إجابۃ الولیمۃ والدعوۃ، ومن أولم سبعۃ أیام ونحوہ.

[2] رقم الحدیث ۳۷۴۵، کتاب الاطعمۃ، باب فی کم تستحب الولیمۃ.

اس حدیث کی سند ضعیف قرار دی گئی ہے۔ [۱]

اوراس طرح کی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [۲]

مگراس روایت کی سند کو اہلِ علم حضرات نے شدید ضعیف قرار دیا ہے۔ [۳]

---

[۱] قال شعيب الارنوؤط:
إسناده ضعيف لجهالة عبد الله بن عثمان الثقفى، وزهير بن عثمان مختلف فى صحبته تفرد بالرواية عنه عبد الله بن عثمان .وقال البخارى فيما نقله عنه البيهقى(۷/۲۶۱)لا يصح إسناده .همام :هو ابن يحيى العَوْذى، وقتادة :هو ابن دعامة السدوسى . والحسن :هو ابن أبى الحسن البصرى.
وأخرجه النسائى فى "الكبرى(۶۵۶۱)"من طريق عفان بن مسلم، بهذا الإسناد.
وأخرجه عبد الرزاق (۱۹۶۶۰)من طريق معمر، عن قتادة، وابن أبى شيبة ۱۴/۱۳۰من طريق عوف الأعرابى، والنسائى(۶۵۶۲)من طريق يونس بن عُبيد، عن الحسن البصرى، مرسلاً.
وهو فى "مسند أحمد(۲۵۳۲۴)"و(۲۰۳۲۵).
وفى الباب عن ابن مسعود عند الطبرانى(۸۹۶۷)موقوفاً، وعند الترمذى(۱۱۲۲) والبيهقى(۷/۲۶۰)مرفوعاً، وفيهما عطاء بن السائب كان قد اختلط، والراوى عنه زياد بن عبد الله ممن سمع منه بعد إلاختلاط كما قال الحافظ فى "التلخيص (۳/۱۹۵).
وعن أبى هريرة عند ابن ماجه(۱۹۱۵)وفى إسناده عبد الملك بن حسين النخعى متروک الحديث.
وعن أنس عند البيهقى(۷/۲۶۰ - ۲۶۱)وفى إسناده بكر بن خُنيس، وهو ضعيف.
وعن وحشى عند الطبرانى فى "الكبير(۲۲/۳۶۲)"وعن ابن عباس عنده أيضاً(۱۱۳۳۱)وقال الحافظ فى "التلخيص(۳/۱۹۶)"إسنادهما ضعيف.
والأثر الذى رواه قتادة عن رجلٍ عن سعيد بن المسيب أخرجه أحمد فى "العلل(۵۴۶۸) "والدارمى(۱۹۱۵)والبيهقى(۷/۲۶۰)(حاشية سنن ابى داود)

[۲] عن أبى هريرة، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :الوليمة أول يوم حق، والثانى معروف، والثالث رياء وسمعة(سنن ابن ماجه. رقم الحديث ۱۹۱۵)

[۳] قال شعيب الارنوؤط:
إسناده ضعيف جدًا، عبد الملک بن حسين أبو مالک النخعى متروک الحديث.
منصور :هو ابن المعتمر، وأبو حازم :سلمان الأشجعى.
وأخرجه بحشل فى "تاريخ واسط "ص ۱۲۵، والطبرانى فى "الأوسط(۲۱۱۶)" و(۷۳۹۳)من طريق يزيد بن هارون، بهذا الإسناد.
وفى الباب عن رجل أعور من ثقيف عند أبى داود(۳۷۴۵)والنسائى فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اس طرح کی اور بھی روایات ہیں، جن کی اسناد پر کلام ہے۔

خلاصہ یہ کہ بعض روایات سند کے اعتبار سے شدید ضعیف اور بعض روایات ضعیف ہیں، جن سے تیسرے دن ولیمہ کی فی نفسہٖ حرمت کا ثبوت نہیں ہوسکتا، اور تیسرے دن ولیمہ کے عدمِ جواز کی اس سے کوئی مضبوط دلیل موجود نہیں، بالخصوص جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بعض ازواجِ مطہرات کے نکاح پر تیسرے دن تک ولیمہ کا ثبوت پایا جاتا ہے، اس لئے تیسرے دن یا اس کے بعد کے ولیمہ کو فی نفسہٖ ناجائز قرار دیا جانا مشکل ہے، البتہ تیسرے دن یا اس کے بعد ولیمہ سے فخر وتفاخر مقصود ہو، تو پھر ناجائز قرار دیا جاسکتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

"الکبرى(١٤٥٦١) "وهو فى "مسند أحمد(٢٠٣٢٤)"وإسناده ضعيف.
وعن ابن مسعود عند الترمذى (١١٢٢)وسنده ضعيف أيضًا.
وانظر تمام شواهده فى "المسند "ولا شىء منها يصلح للاعتبار (حاشية سنن ابن ماجه)

[1] قال ابو حذيفة، نبيل بن منصور بن يعقوب بن سلطان البصارة:
الوليمة أول يوم حق، والثانى معروف، والثالث رياء وسمعة. قال الحافظ :أخرجه أبو داود والنسائى من طريق قتادة عن عبد الله بن عثمان الثقفى عن رجل من ثقيف كان يثنى عليه، إن لم يكن اسمه زهير بن عثمان فلا أدرى ما اسمه -يقوله قتادة -قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :-فذكره .قال البخارى :لا يصح إسناده، ولا يصح له صحبة -يعنى لزهير -قال :وقال ابن عمر وغيره عن النبى-صلى الله عليه وسلم" -إذا دعى أحدكم إلى الوليمة فليجب "وهذا أصح .وقد خالف يونس بن عبيد قتادة فى إسناده فرواه عن الحسن عن النبى-صلى الله عليه وسلم -مرسلًا أو معضلا لم يذكر عبد الله بن عثمان ولا زهيرا .أخرجه النسائى ورجحه على الموصول، وأشار أبو حاتم إلى ترجيحه .وقد وجدنا لحديث زهير بن عثمان شواهد منها :عن أبى هريرة مثله، أخرجه ابن ماجه وفيه عبد الملك بن حسين وهو ضعيف جدًا، وله طريق أخرى عن أبى هريرة أشرت إليها فى باب الوليمة حق، وعن أنس مثله أخرجه ابن عدى والبيهقى وفيه بكر بن خنيس وهو ضعيف، وله طريق أخرى ذكر ابن أبى حاتم أنّه سأل أباه عن حديث رواه مروان بن معاوية عن عوف عن الحسن عن أنس نحوه، فقال :إنّما هو عن الحسن عن النبى-صلى الله عليه وسلم -مرسل .وعن ابن مسعود أخرجه الترمذى بلفظ "طعام أول يوم حق، وطعام يوم الثانى سنة، وطعام يوم الثالث سمعة، ومن سمّع سمّع الله به "وقال: لا نعرفه إلا من حديث زياد بن عبد الله البكائى وهو كثير الغرائب والمناكير .قلت :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز بعض تابعین سے سات بلکہ آٹھ دن تک ولیمہ کا ثبوت ملتا ہے، اور اس ولیمہ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی شرکت کا ذکر بھی پایا جاتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وشيخه فيه عطاء بن السائب وسماع زياد منه بعد اختلاطه فهذه علته، وعن ابن عباس رفعه "فى طعام يوم فى العرس سنة، وطعام ثلاثة أيام رياء وسمعة "أخرجه الطبراني بسند ضعيف .وهذه الأحاديث وإن كان كل منها لا يخلو عن مقال فمجموعها يدلّ على أن للحديث أصلًا "

روى من حديث زهيبر بن عثمان ومن حديث أبى هريرة ومن حديث أنس ومن حديث ابن مسعود ومن حديث ابن عباس ومن حديث وحشى بن حرب ومن حديث الحسن البصرى مرسلًا.

فأما حديث زهير بن عثمان فأخرجه أحمد(۲۸/۵ و ۳۷۱)والبخارى فى "الكبير(ص ۲/۱/۴۲۵)"والدارمى(۲۰۷۱)وأبو داود(۳۷۴۵)وابن أبى عاصم فى "الآحاد(۱۵۹۴)"والنسائى فى "الكبرى(۶۵۹۶)"وأبو القاسم البغوى فى "الصحابة(۸۹۷)"والطحاوى فى "المشكل(۳۰۲۱)"وابن قانع فى "الصحابة(۲۴۰۱ و۱۲۴/۳) "والطبرانى فى "الكبير(۵۳۰۶)"وأبو نعيم فى "الصحابة(۳۰۷۰)"والبيهقى(۲۶۰/۷)وابن الأثير فى":أسد الغابة (۲۶۴/۲)"والمزى(۴۱۰/۹)من طرق عن همام بن يحيى البصرى ثنا قتادة عن الحسن عن عبد الله بن عثمان الثقفى عن رجل أعور من ثقيف، قال قتادة :كان يقال له معروفا، أى يُثنى عليه خيرا، إن لم يكن اسمه زهير بن عثمان فلا أدرى ما اسمه أنّ النبى-صلى الله عليه وسلم -قال فذكره.

وتابعه هشام الدستوائى عن قتادة به .أخرجه أبو القاسم البغوى(۸۹۷)قال البخارى :لم يصح إسناده، ولا يعرف لزهير صحبة"وقال ابن عدى :والذى قاله البخارى كما قال: لا تصح صحبته ولا يعرف له غير هذا الحديث "الكامل (۱۰۷۸/۳)وقال ابن عبد البر :فى إسناده نظر، يقال :إنّه مرسل، وليس لزهير غيره "الاستيعاب(۲۴/۴) وقال الحافظ :سنده لا بأس به "الإصابة(۲۲/۴)

قلت :زهير بن عثمان مختلف فى صحبته، وقد تفرد عبد الله بن عثمان الثقفى بالرواية عنه.

وتفرد الحسن البصرى بالرواية عن عبد الله بن عثمان فهو مجهول كما قال الحافظ فى "التقريب"، والحسن وقتادة مدلسان وقد عنعنا، فالإسناد ضعيف.

واختلف فى هذا الحديث على قتادة :فرواه مَعْمر بن راشد عن قتادة عن الحسن عن النبى-صلى الله عليه وسلم -مرسلًا.أخرجه عبد الرزاق(۱۹۶۶۰)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

چنانچہ حضرت حفصہ رحمہا اللہ سے روایت ہے کہ:

لَـمَّـا تَـزَوَّجَ أَبِـیُ :سِیْـرِیْنُ دَعَا أَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأمـا حـديـث أبـى هـريـرة فأخرجه ابن ماجه(١٩١٥)وأسلم فى "تـاريخ واسط "(ص ١٢٥) والطبرانى فى "الأوسط(٢١٣٧ و ٧٣٨٩)"من طريق أبى مالك عبد الملك بن حسين النخعى عن منصور بن المعتمر عن أبى حازم عن أبى هريرة مرفوعا مثله.
قال الطبرانى :لم يَرو هذا الحديث عن منصور إلا عبد الملك بن الحسين"
قلت :وهو ضعيف الحديث كما قال الفلاس وأبو زرعة وأبو حاتم.
وأما حديث أنس فأخرجه ابن عدى(٤٥٨/٢)والبيهقى(٢٦١/٧ - ٢٦٠)من طريق بكر بـن خُـنيـس الـكـوفـى عـن الأعمش عن أبى سفيان عن أنس مرفوعا مثله .قـال البيهقى: وليس هذا بقوى، بكر بن خنيس تكلموا فيه"
قلت :هـو ضـعيـف كـمـا قـال الـفلاس ويـعقـوب بـن شيبة والـنسائى وغيرهم، وقال الـدارقطنى وغيره :متروک.طريق أخرى :قـال ابـن أبى حاتم فى "العلل(٣٩٨/١)" سـألـت أبـى عـن حـديث رواه مروان بن معاوية الفزارى عن عوف عن الحسن عن أنس مرفوعا "الـدعـوة أول يوم حق، والثانى معروف، وما زاد فهو رياء "فقال :إنّما هو عن الحسن عن النبى-صلى الله عليه وسلم -مرسل"
وأمـا حديث ابن مسعود فأخرجه الترمذى(١٠٩٧)والطبرانى فى "الكبير(١٠٣٣٢)" وابن عدى (١٠٤٩/٣ - ١٠٥٠)والبيهقى(٢٦٠/٧)من طريق زياد بن عبد الله البكائى ثـنـا عـطـاء بن السائب عن أبى عبد الرحمن السلمى عن ابن مسعود مرفوعا "طعام أول يوم حق، وطعام يوم الثانى سنة، وطعام يوم الثالث سمعة ، ومن سمّع سمّع الله به "اللفظ للترمذى.وقال :حـديـث ابـن مسعود لا نعرفه مرفوعا إلا من حديث زياد بن عبد الله، وزياد كثير الغرائب والمناكير"
وقال البيهقى :حديث البكائى غير قوى "وقال الحافظ فى "التلخيص(١٩٥/٣) "قال الـدارقطنى :تـفـرد بـه الـبـكـائـى عن عطاء عن أبى عبد الرحمن عن ابن مسعود .قلت: وزياد مختلف فى الاحتجاج به ومع ذلک فسماعه من عطاء بعد الاختلاط"
وأمـا حـديث ابن عباس فأخرجه الطبرانى فى "الكبير(١١٣٣١)"مـن طريق محمد بن عبيـد الـلـه العَرزَمى عن عطاء عن ابن عباس مرفوعا "طـعـام فى العرس يوم سنة، وطعام يـومـيـن فـضـل، وطعام ثلاثة أيام رياء وسمعه "قـال الهيثمى :وفيـه مـحـمـد بن عبيد الله العرزمى وهو متروک "المجمع ٥٦/٤.
وقـال الـحافظ :إسناده ضعيف "التـلـخـيـص(١٩٦/٣)وأمـا حديث وحشى بن حرب فأخرجه الطبرانى فى "الكبير(١٣٦/٢٢ - ١٣٧)"عن الحسين بن إسحاق التسترى ثنا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

وَسَلَّمَ سَبْعَةَ أَيَّامٍ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْأَنْصَارِ دَعَاهُمْ وَدَعَا أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هو بن معاذ ثنا محمد بن سليمان بن أبى داود الحرانى ثنا وحشى بن حرب بن وحشى عن أبيه عن جده مرفوعا "الوليمة حق، والثانية معروف، والثالثة فخر وحرج"قال الحافظ :إسناده ضعيف "التلخيص (۱۹٦/۳)

قلت :وهو كما قال، فحرب بن وحشى لم يرو عنه إلا ابنه وحشى كما فى "الميزان" فهو مجهول كما قال البزار، وقد ذكره ابن حبان فى "الثقات "على قاعدته.

وأما حديث الحسن فأخرجه النسائى فى "الكبرى(٦٥٩٧)"عن محمد بن عبد الأعلى الصنعانى ثنا يزيد ثنا يونس عن الحسن مرفوعا "الوليمة يوم الأول حق، والثانى معروف، وما فوق ذلك رياء . ورواته ثقات، ويزيد هو ابن زُريع، ويونس هو ابن عبيد.(أَنِيسُ السَّارى فى تخريج وَتحقيق الأحاديث التى ذكرها الحَافظ ابن حَجر العسقلانى فى فَتح البَارى، تحت رقم الحديث ٤١٩٥)

و قال الالبانى:

(حديث " :الوليمة أول يوم حق والثانى معروف والثالث رياء وسمعة "رواه أحمد وأبو داود وابن ماجه *.ضعيف.

أخرجه أحمد (۵/۲۸)وأبو داود(۳۷۴۵) وكذا الطحاوى فى "المشكل (۴/۱۴٦) "والبيهقى(۷/۲٦۰)عن همام عن قتادة عن الحسن عن عبد الله بن عثمان الثقفى عن رجل أعور من ثقيف ـ كان يقال له معروفا ,أى يثنى عليه خيرا ـ إن لم يكن اسمه زهير بن عثمان فلا أدرى ما اسمه ـ أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :فذكره.

قلت :وهذا إسناد ضعيف من أجل عبد الله بن عثمان الثقفى فإنه مجهول كما فى " التقريب ."

وقد اختلفوا فى صحبة زهير بن عثمان ,وقد قال البخارى " :لم يصح إسناده ,ولا نعرف له صحبة

وتعقبه الحافظ فى "التهذيب "بقوله " :قلت :وقد أثبت صحبته ابن أبى خيثمة وأبو حاتم الرازى وأبو حاتم بن حبان والترمذى والأزدى وقال :تفرد عنه بالرواية عبد الله بن عثمان ."

قلت :ولذلك جزم فى "التقريب "بأن له صحبة .فإن كان ذلك بغير هذا الحديث فحسن ,وإن كان به ,فالسند ضعيف فمثله لا تثبت به الصحبة والله أعلم.

وروى الحديث من طرق أخرى.فأخرجه ابن ماجه(۱۹۱۵) عن عبد الملك بن حسين أبى مالك النخعى عن منصور عن أبى حازم عن أبى هريرة مرفوعا به.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

قَالَ هِشَامٌ: وَأَظُنُّهُ قَالَ وَمُعَاذًا قَالَ: فَكَانَ أُبَيٌّ صَائِمًا فَلَمَّا طَعِمُوْا دَعَا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قلت :وهذا إسناد ضعيف جدا ,آفته أبو مالك هذا فإنه متروك كما فى "التقريب " وأخرجه الترمذى(١/٢٠٣)والبيهقى (٧/٢٦٠)من طريق زياد بن عبد الله البكائى عن عطاء بن السائب عن أبى عبد الرحمن عن عبد الله بن مسعود قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :طعام أول يوم حق ,وطعام يوم الثانى سنة ,وطعام يوم الثالث سمعة ,ومن سمع سمع الله به ."

وقال الترمذى " :لا نعرفه مرفوعا إلا من حديث زياد بن عبد الله وهو كثير الغرائب والمناكير ;قال :وسمعت محمد بن إسماعيل يذكر عن محمد بن عقبة ,قال :قال وكيع :زياد بن عبد الله مع شرفه يكذب فى الحديث ."وقال البيهقى " :وحديث البكائى أيضا غير قوى ."

وقال الحافظ فى ترجمة البكائى " :صدوق ثبت فى "المغازى , "وفى حديثه عن غير ابن إسحاق لين ,ولم يثبت أن وكيعا كذبه ."

قلت :وكأن الحافظ يشير بهذا الكلام إلى ما تقدم عن الترمذى من روايته عن البخارى عن محمد بن عقبة عن وكيع أنه قال فى زياد " :يكذب فى الحديث ."ولكنى لا أدرى ما وجه تضعيفه لهذه الرواية مع أن إسنادها صحيح رجاله أئمة نقاد غير محمد بن عقبة وهو أبو المغيرة الشيبانى ,وهو ثقة كما قال الحافظ نفسه ,ومن الممكن أن يقال : وجه ذلك ,أن يكون هناك رواية أخرى عن وكيع تخالف هذه الرواية ,ومن الممكن أن يكون راويها أوثق من ابن عقبة هذا ,ويؤيد الإمكان الأول قول صاحب " التهذيب " :"قال وكيع :هو أشرف من أن يكذب ."

ولكن من الذى روى هذا القول عن وكيع؟ حتى نرى هل هو أوثق أم راوى القول الأول؟ وقال الحافظ أيضا فى "التلخيص(٣/١٩٥) " : "وقال الدارقطنى :تفرد به زياد بن عبد الله عن عطاء بن السائب عن أبى عبد الرحمن السلمى عنه.

قلت :وزياد مختلف فى الاحتجاج به ,ومع ذلك فسماعه من عطاء بعد الاختلاط ."

وأخرجه البيهقى(٧/٢٦٠ ـ ٢٦١)من طريق بكر بن خنيس عن الأعمش عن أبى سفيان عن أنس " :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما تزوج أم سلمة رضى الله عنها أمر بالنطع فبسط ثم ألقى عليه تمرا وسويقا ,فدعا الناس فأكلوا ,وقال "....فذكره مثل لفظ الكتاب وقال " :وليس هذا بقوى ,بكر بن خنيس تكلموا فيه ."

قلت :أورده الذهبى فى "الضعفاء "وقال " :قال الدارقطنى :متروك "وقال الحافظ فى "التقريب " :"صدوق ,له أغلاط ,أفرط فيه ابن حبان ."وقال فى " التلخيص " :"وهو ضعيف ."

وذكره ابن أبى حاتم والدارقطنى فى "العلل "من حديث الحسن عن أنس ,ورجحا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

أُبَیّ بْنُ كَعْبٍ وَأَمَّنَ الْقَوْمُ (مُصنف ابن أبی شيبة) [1]

ترجمہ: جب میرے والد حضرت سیرین نے نکاح کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کو سات دن تک (ولیمہ میں) مدعو کیا، پھر جب انصار صحابۂ کرام کی دعوت کا دن آیا، تو ان کو مدعو کیا، اور اُبی بن کعب اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کو بھی مدعو کیا۔

حضرت ہشام کہتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بھی مدعو کیا، اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ (اس وقت) روزہ سے تھے، پھر جب یہ حضرات کھانا کھا چکے، تو حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے دعاء کی، اور دوسرے حضرات نے آمین کہی (ابن ابی شیبہ)

اور جلیل القدر تابعی حضرت ابنِ سیرین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

تَزَوَّجَ أَبِی فَدَعَا النَّاسَ ثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ، فَدَعَا أُبَیَّ بْنَ كَعْبٍ فِيمَنْ دَعَا، فَجَاءَ يَوْمَئِذٍ، وَهُوَ صَائِمٌ فَصَلَّى، يَقُولُ: دَعَا بِالْبَرَكَةِ، ثُمَّ خَرَجَ (مصنف عبد الرزاق) [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رواية من أرسله عن الحسن. وعن وحشی بن حرب وابن عباس ,رواهما الطبرانی فی " الكبير , "وإسنادهما ضعيف."

قلت :وفی إسناد الطبرانی فی "المعجم الكبير(١/١١٨/٣) "محمد بن عبيد الله العرزمی ,وهو متروك ,كما قال الهيثمی(٥٦/٤)وعبد الله بن يونس ابن بكير لم أجد له ترجمة.

وجملة القول فی هذا الحديث أن أكثر طرقه وشواهده شديدة الضعف لا يخلو طريق منها من متهم أو متروك ,فلذلك يبقى على الضعف الذی استفيد من الطريق الأولى. والله أعلم(إرواء الغليل فی تخريج أحاديث منار السبيل، تحت رقم الحديث ١٩٥٠)

[1] رقم الحديث ١٧٤٤٨، كتاب النكاح، باب من كان يقول :يطعم فی العرس والختان.

[2] رقم الحديث ١٩٦٦٥، كتاب اهل الكتابين، باب الوليمة.

ترجمہ: میرے والد حضرت سیرین نے نکاح کیا، تو لوگوں کو آٹھ دن تک مدعو کیا، پھر حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو مدعو کیا، تو وہ آٹھویں دن تشریف لائے، اور وہ (اس وقت) روزہ سے تھے، تو انہوں نے برکت کی دعاء کی، پھر وہ (دعاء کر کے کھانا کھائے بغیر) تشریف لے گئے (عبدالرزاق)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ ساتویں بلکہ آٹھویں دن تک کے ولیمہ میں صحابۂ کرام نے شرکت فرمائی ہے، اگر تیسرے دن یا اس کے بعد ولیمہ کرنا بذاتِ خود گناہ ہوتا، تو صحابۂ کرام اس ولیمہ میں شرکت کیوں فرماتے۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ اپنی کتاب صحیح بخاری میں فرماتے ہیں کہ:

بَابُ حَقِّ إِجَابَةِ الْوَلِيمَةِ وَالدَّعْوَةِ، وَمَنْ أَوْلَمَ سَبْعَةَ أَيَّامٍ وَنَحْوَهُ وَلَمْ يُوَقِّتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَلَا يَوْمَيْنِ (صحيح البخاری، کتاب النکاح)

ترجمہ: یہ باب ولیمہ اور دعوت کے قبول کرنے کے حق ہونے کے بارے میں اور اس بارے میں ہے کہ جس نے سات دن کے لگ بھگ تک ولیمہ کیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ کے لئے ایک دن یا دو دن کی قید نہیں لگائی (بخاری)

امام بخاری رحمہ اللہ کا مطلب یہ ہے کہ ولیمہ سات دن کے لگ بھگ تک کرنا بھی ثابت ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معتبر سند سے ثابت شدہ حدیث میں ولیمہ کے لئے ایک یا دو دن تک کرنے کی قید مذکور نہیں، لہٰذا ولیمہ ہفتہ بھر یا اس کے لگ بھگ تک جائز ہے۔

مذکورہ تفصیل کے بعد عرض ہے کہ حنفیہ سمیت اکثر فقہائے کرام کے نزدیک ولیمہ کرنا سنت ہے، اور مالکیہ کے نزدیک ولیمہ کرنا مستحب ہے۔

البتہ بعض حضرات کا قول ولیمہ کے واجب ہونے کا ہے، بشرطیکہ اس پر قدرت ہو، خواہ ولیمہ

تھوڑی ہی مقدار میں کیوں نہ کیا جائے۔ ؎۱

اور کوئی معقول عذر نہ ہو، تو ولیمہ میں شرکت کرنا سنت اور بعض کے نزدیک واجب ہے، اور اگر کوئی عذر ہو، مثلاً کوئی مریض ہو یا ولیمہ والی جگہ زیادہ دور ہو، یا اسی طرح کا کوئی اور معقول عذر ہو تو دعوت قبول کرنا سنت یا واجب نہیں، اور اگر ولیمہ میں کوئی گناہ ومنکر وغیرہ شامل ہو، تو پھر شرکت جائز بھی نہیں۔ ؎۲

؎۱ اختلف الفقهاء فى حكم الوليمة ولهم رأيان:

الأول :ذهب جمهور الفقهاء :الحنفية والشافعية فى المذهب والحنابلة فى المذهب إلى أن وليمة العرب سنة، زاد الحنفية وفيها مثوبة عظيمة.

وذهب المالكية إلى أنها مندوبة على المذهب ، واستدل هؤلاء الفقهاء على ما ذهبوا إليه من أن الوليمة مسنونة غير واجبة بقول النبى صلى الله عليه وسلم ليس فى المال حق سوى الزكاة.

وقالوا :سبب الوليمة عقد النكاح وهو غير واجب ففرعه أولى أن يكون غير واجب، ولأنها لو وجبت لتقدرت كالزكاة والكفارات ولكان لها بدل عند الإعسار، كما يعدل المكفر فى إعساره إلى الصيام، فدل عدم تقديرها وبدلها على سقوط وجوبها، ولأنها لو وجبت لكان مأخوذا بفعلها حيا، ومأخوذة من تركته ميتا كسائر الحقوق.

الثانى :ذهب الشافعية فى قول والمالكية فى قول والإمام أحمد فى قول ذكره ابن عقيل إلى أن الوليمة واجبة، لما ورد أن النبى صلى الله عليه وسلم رأى على عبد الرحمن بن عوف رضى الله عنه أثر صفرة فقال له :مهيم -أى ما الخبر؟ -قال :تزوجت امرأة من الأنصار .فقال :أولم ولو بشاة .، وهذا أمر يدل على الوجوب، ولأن النبى صلى الله عليه وسلم ما نكح قط إلا أولم فى ضيق أو سعة، ولأن فى الوليمة إعلانا للنكاح، فرقا بينه وبين السفاح، وقد قال النبى صلى الله عليه وسلم أعلنوا النكاح ، ولأنه لما كانت إجابة الداعى إليها واجبة، دل على أن فعل الوليمة واجب، لأن وجوب المسبب دليل على وجوب السبب.(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵،ص ۲۳۳،مادة " وليمة ")

؎۲ إجابة الدعوة إلى الوليمة -وهى طعام العرس -واجبة عند الجمهور، لحديث من لم يجب الدعوة فقد عصى الله ورسوله وقيل هى :سنة .وإجابة الدعوة لغيرها مستحبة.

وفى جميع الأحوال إذا كان فى المكان صور على وضع محرم -ومثلها أى منكر ظاهر -وعلم بذلك المدعو قبل مجيئه، فقد اتفق الفقهاء على أن الإجابة لا تكون واجبة؛ لأن الداعى يكون قد أسقط حرمة نفسه بارتكابه المنكر، فترك الإجابة عقوبة له وزجرا عن فعله .وقال البعض -كالشافعية :-تحرم الإجابة حينئذ.

ثم قيل :إنه إذا علم أنها بحضوره تزال، أو يمكنه إزالتها، فيجب الحضور لذلك (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۲،ص ۱۲۵،مادة " تصوير ")

ذهب جمهور الفقهاء إلى أن من شروط إجابة الدعوة إلى الوليمة ألا يقوم بالمدعو إليها عذر معتبر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پھر فقہائے کرام کے نزدیک ولیمہ کی کوئی مخصوص مقدار اور مخصوص کھانا مقرر نہیں، بلکہ جو چیز بھی اور جتنی مقدار میں بھی کھلا، پلا دی جائے، اس سے ولیمہ کی سنت ادا ہو جاتی ہے۔

البتہ اگر کسی کو خاص تکلف کے بغیر قدرت واستطاعت ہو، تو بعض حضرات کے نزدیک ولیمہ میں کم از کم ایک درمیانہ درجہ کی بکری کا گوشت کھلانا افضل ہے۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

شرعا يمنعه من حضورها، كتلك الأعذار المرخصة فى ترك الجمعة أو الجماعة ونحوها، وذلك على النحو التالى:

قال المالكية :من جملة ما يسقط الإجابة علم المدعو بفوات الجمعة إذا ذهب، وبعد المكان جدا، بحيث يشق على المدعو الذهاب إليها عادة، ومرض وتمريض قريب، وشدة وحل أو مطر أو خوف على مال، ونحو ذلك من أعذار الجمعة.

واشترط الشافعية للإجابة أن لا يكون المدعو معذورا بمرخص فى ترك الجماعة، كما قاله الرويانى والماوردى، وتوقف الأذرعى فى إطلاقه، وأن لا يتعين على المدعو حق كأداء شهادة وصلاة جنازة.

وقال الحنابلة :إن كان المدعو إلى الوليمة مريضا، أو ممرضا لغيره، أو مشغولا بحفظ مال لنفسه أو غيره، أو كان فى شدة حر أو برد، أو فى مطر يبل الثياب، أو وحل . . .لم تجب الإجابة لأن ذلك عذر يبيح ترك الجماعة فأباح ترك الإجابة.

وكذا إن كان المدعو أجيرا خاصا ولم يأذن له المستأجر لم تجب عليه الإجابة؛ لأن منافعه مملوكة لغيره، أشبه العبد غير المأذون(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵،ص۲۴۷،مادة " وليمة ")

[1] ذهب الفقهاء (الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة) إلى أنه لا حد لأقل الوليمة وتحصل السنة بأى شىء أطعمه، ولو بمدين من شعير لما فى الصحيح أولم صلى الله عليه وسلم على بعض نسائه بمدين من شعير.

ونقل عياض الإجماع على أنه لا حد لأقل الوليمة وأنه بأى شىء أولم حصلت السنة.

وقال الشافعية :أقل الوليمة للمتمكن شاة، ولغيره ما قدر عليه، لما ورد أنه صلى الله عليه وسلم قال لعبد الرحمن بن عوف لما تزوج " :أولم ولو بشاة.

قال النسائى :والمراد أقل الكمال شاة، لقول التنبيه وبأى شىء أولم من الطعام جاز، وهو يشمل المأكول والمشروب الذى يعمل فى حال العقد من سكر وغيره ولو موسرا.

وصرح جمع من الحنابلة أنه يستحب أن لا تنقص الوليمة عن شاة .

وقال الزركشى :قوله عليه الصلاة والسلام :ولو بشاة الشاة هنا -والله أعلم -للتقليل، أى ولو بشىء قليل كشاة.

قال المرداوى :فيستفاد من هذا أنه تجوز الوليمة بدون شاة، ويستفاد من الحديث أن الأولى الزيادة على الشاة لأنه جعل ذلك قليلا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵،ص۲۵۰ ،مادة "وليمة")

لیکن اسراف (یعنی فضول خرچی) اور ریا کاری اور فخر وتفاخر اور نام ونمود سے بچنا بہرحال ضروری ہے۔ [1]

اور مذکورہ تفصیل کے پیشِ نظر ولیمہ کے وقت کے بارے میں فقہائے کرام کے مختلف اقوال ہیں۔

ایک قول کے مطابق خاص نکاح ہونے کے وقت ولیمہ کا وقت ہے، اور ایک قول کے مطابق ولیمہ کا وقت نکاح ہوجانے کے بعد ہے، اور ایک قول کے مطابق بیوی سے صحبت کرنے کے بعد ہے، اور ایک قول کے مطابق صحبت سے پہلے ہے، اور ایک قول کے مطابق نکاح کے وقت مختصر ولیمہ اور پھر صحبت کے بعد حسبِ حیثیت ولیمہ کا وقت ہے۔

لیکن اگر کوئی عذر نہ ہو، تو ولیمہ نکاح اور صحبت کے بعد کرنا افضل ہے، اور نکاح کے بعد اور صحبت سے پہلے ولیمہ کرنے سے بھی ولیمہ کی سنت اداء ہوجاتی ہے، اور کوئی عذر ہو، تو مذکورہ اقوال میں سے کسی قول پر بھی عمل کرلینے کی گنجائش ہے، اور ولیمہ دن رات میں ہر وقت کرنا جائز ہے، جس طرح سے کہ نکاح کے بعد میاں بیوی کا تنہائی میں پہلی مرتبہ ملاقات وتخلیہ کرنا

---

[1] أنواع طعام الوليمة:

لا حد للوليمة من جهة القلة والكثرة، فيرجع في ذلك إلى العرف، وحال الزوج، وعدد المدعويين.

وما يقدم في الوليمة من الطعام راجع إلى العرف، وكثرة الناس وقلتهم، ما لم يصل إلى حد الإسراف والمباهاة فيحرم.

عن أنس رضي الله عنه قال :أقام النبي -صلى الله عليه وسلم -بين خيبر والمدينة ثلاثا يبنى عليه بصفية بنت حيي، فدعوت المسلمين إلى وليمته .متفق عليه.

وعن أنس رضي الله عنه قال :ما أولم النبي -صلى الله عليه وسلم -على شيء من نسائه ما أولم على زينب، أولم بشاة .متفق عليه.

وعن أنس رضي الله عنه أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أعتق صفية وتزوجها، وجعل عتقها صداقها، وأولم عليها بحيس .متفق عليه.

وعن صفية بنت شيبة رضي الله عنها قالت :أولم النبي -صلى الله عليه وسلم -على بعض نسائه بمدين من شعير .أخرجه البخاري (موسوعة الفقه الإسلامي، ج۴، ص۷۶، لمحمد بن إبراهيم بن عبد الله التويجري)

بھی، دن رات میں ہر وقت جائز ہے، لہٰذا اگر میاں بیوی نکاح کے بعد کسی بھی وقت آپس میں تخلیہ اختیار کرلیں تو اس کے فوری بعد ولیمہ کا افضل وقت شروع ہو جاتا ہے۔

آج کل بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ولیمہ کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس سے پہلے شوہر نے اپنی بیوی سے صحبت کرلی ہو، اور اگر میاں بیوی کی پہلی ملاقات کے بعد کسی عذر سے صحبت نہ کی جاسکے، تو پھر ولیمہ کرنا جائز نہیں سمجھتے اور پریشان ہوتے ہیں، حالانکہ گذشتہ تفصیل سے معلوم ہو چکا کہ ایسا سمجھنا غلط ہے۔ [1]

---

[1] وقد اختلف السلف فی وقتها :هل هو عند العقد أو عقيبة؟ أو عند الدخول أو عقيبه؟ أو موسع من ابتداء العقد إلى انتهاء الدخول؟ على أقوال .قال النووی :اختلفوا، فقال عياض :إن الأصح عند المالكية استحبابه بعد الدخول، وعن جماعة منهم :أنها عند العقد، وعند ابن حبيب :عند العقد وبعد الدخول، وقال فی موضع آخر :يجوز قبل الدخول وبعده، وقال الماوردی :عند الدخول، وحديث أنس :فأصبح رسول الله صلى الله عليه وسلم عروسا بزينب فدعى القوم، صريح أنها بعد الدخول، واستحب بعض المالكية أن تكون عند البناء ويقع الدخول عقيبها، وعليه عمل الناس(عمدة القاری شرح صحيح البخاری، ج٢٠ ص ١٤٤، كتاب النكاح،باب الصفرة للمتزوج)

اختلاف الأئمة هل وقتها عند العقد أو عقبه أو عند الدخول أو عقبه وموسع من ابتداء العقد إلى انتهاء الدخول(إرشاد الساری لشرح صحيح البخاری، ج٦ ص ١٤٩، كتاب المناقب،باب إخاء النبی -صلى الله عليه وسلم -بين المهاجرين والأنصار)

واختلف فی وقت الوليمة فقال ابن الحاجب من المالكية إنه بعد البناء .قال الشيخ خليل فی التوضيح :وهو ظاهر المذهب واستحبها بعض الشيوخ قبل البناء .

قال اللخمی وواسع قبله وبعده، ولمالک فی العتبية لا بأس إن لم يولم قبل البناء وبعده، وقال ابن يونس :يستحب الإطعام عند عقد النكاح وعند البناء .وقال الباجی :المختار منها يوم واحد، وقال ابن حبيب :وقد أبيح أكثر من يوم ويكره استدامة ذلک أياما انتهى.

وصرح الماوردی من الشافعية بأنها عند الدخول وحديث الباب صريح فی أنها بعده لقوله فيه أصبح عروسا بزينب فدعا القوم(إرشاد الساری ،للقسطلانی، ج٨،ص ٧٠، كتاب النكاح،باب الوليمة حق)

تنبيه.اختلف فی وقتها هل هو عند العقد أو عقبه أو عند الدخول أو عقبه مضيق أو موسع من ابتداء العقد إلى انتهاء الدخول؟ أقوال .قال النووی :اختلفوا فحكى عياض أن الأصح عند المالكية بعد الدخول وعن جمع عند العقد وعن آخرين قبل أو بعد وذكر السبكی أن أباه ذكر أنه لم ير لهم فی تعيينها كلاما وأنه استنبط منه بعد الدخول وأن وقتها موسع وكأنه غفل عن تصريح الماوردی بأنها عند الدخول وعليه عمل الناس وهذا الحديث أشار البخاری فی صحيحه إلى عدم صحته وترک

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورجیسا کہ پہلے گزرا کہ ولیمہ کی کوئی خاص مقدار اورکوئی خاص کھانے پینے کی چیز ضروری

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

العمل به فقال :لم يوقت النبى صلى الله عليه وآله وسلم للوليمة يوما ولا يومين أى لم يجعل له وقتا معينا تختص به(فيض القدير شرح الجامع الصغير،تحت رقم الحديث ٩٦٩٢،حرف الواو،فصل فى المحلى بأل من هذا الحرف)

وقت الوليمة عند العقد أو عقبه، أو عند الدخول أو عقبه.وهذا أمر يتوسع فيه حسب العرف والعادة(فقه السنة،لسيد سابق،ج٢،ص ٢٣٦،كتاب الزواج، باب الوليمة)

وقت الوليمة:

وقت عمل الوليمة واسع، فيجوز عمل وليمة العرس عند العقد أو بعده، أو عند الدخول أو بعده، حسب أعراف الناس وعاداتهم.

ويجوز عمل الوليمة ليلا أو نهارا، حسب عرف الناس وعادتهم(موسوعة الفقه الإسلامى،ج٤،ص ٧٥، ٧٦،لمحمد بن إبراهيم بن عبد الله التويجرى،كتاب النكاح، باب الوليمة العرس)

وقت الوليمة:

الأمر فى وقت الوليمة واسع وقد اختلف السلف فى وقتها على أقوال قيل:

أنها قبل العقد.وقيل بعد العقد.وقيل بعد الدخول.وقيل قبل الدخول.وقيل عند العقد.

والراجح والله أعلم :أنها بعد العقد وقبيل الدخول، والأمر فى هذا واسع والله أعلم(مقدمات النكاح،لمحمد بن عبد العزيز السديس،ج١،ص٣٠٤،المبحث التاسع :الشهادة فى النكاح)

ومنها :أن الزفاف فى الليل، وقد جاء أنه دخل عليها نهارا ففيه جواز الأمرين(عمدة القارى شرح صحيح البخارى،ج٤،ص٨٨،كتاب الصلاة،باب ما يذكر فى الفخذ)

ووقتها الافضل بعد الدخول، للاتباع، وقبله بعد العقد يحصل بها أصل السنة(فتح المعين بشرح قرة العين بمهمات الدين،ج١ ٤٩٠،باب النكاح، فصل فى الصداق)

(تنبيه) لم يتعرضوا لوقت الوليمة، واستنبط السبكى من كلام البغوى أن وقتها موسع من حين العقد فيدخل وقتها به.

والأفضل فعلها بعد الدخول لانه -صلى الله عليه وسلم -لم يولم على نسائه إلا بعد الدخول، فتجب الإجابة إليها من حين العقد وإن خالف الأفضل.اه.

(قوله :وقبله) متعلق بيحصل :أى ويحصل أصل السنة بالوليمة قبل الدخول حال كونها واقعة بعد العقد، وإذا قصد بها حينئذ وليمة العقد والدخول معا حصلا.ولو بالقهوة أو الشربات، كما يعلم مما تقدم قريبا (قوله :والمتجه استمرار طلبها) أى الوليمة (قوله :بعد الدخول) الأولى إسقاطه لما علمت أن وقتها يدخل بالعقد، فحينئذ يكون الطلب منه ولو لم يدخل بها(حاشية على فتح المعين بشرح قرة العين بمهمات الدين،لأبى بكر عثمان بن محمد شطا الدمياطى الشافعى،ج٣،ص٤٠٧،باب النكاح)

نہیں،اوردن رات،صبح،شام اوردوپہر میں ہروقت ولیمہ کرنا جائز ہے۔

اورچونکہ ولیمہ کے وقت سے متعلق ایک قول نکاح کے بعداورصحبت سے پہلے ہے،لہٰذا اس قول کے پیشِ نظراگرکوئی نکاح کے بعدنکاح کی مجلس میں ہی حاضرینِ مجلس کوکوئی چیز ولیمہ کی غرض سے کھلا یاپلادے،جیسا کہ آج کل نکاح کی مجلس میں نکاح کے بعد چھوارے(یا مخصوص بِد) وغیرہ فراہم کئے جاتے ہیں،اوراس کے بعد پھرکوئی دعوت نہ کرے،تو مذکورہ قول کے مطابق اس سے بھی ولیمہ اداہوجائے گا۔

اوراگرکوئی نکاح کے بعدمختصر چیز کھلا پلاکرپھرزفاف یعنی بیوی سے تخلیہ اختیارکرنے کے بعد بھی ولیمہ کرے،تودوسرے قول کی رُوسے یہ بھی جائز ہے،جیسا کہ ہمارے یہاں عام طور پر مروج ہے۔ [1]

---

[1] نکاح کے بعدمختصر ولیمہ اورپھردخول کے بعدولیمہ کرنے کے قول پر یہ معروف ورائج طریقہ متفرع ہوتا ہے،اگرکوئی نکاح ہونے کے فوراًبعدچھوارے وغیرہ کچھ تقسیم نہ کرے،اوردخول وزفاف کے بعدحسبِ توفیق ولیمہ کرے،تواس میں بھی کوئی برائی نہیں،اوراحادیث سے ثابت اصل ولیمہ یہی ہے،لہٰذا نکاح کی مجلس میں چھوارے وغیرہ تقسیم کرنے کوضروری یا ولیمہ سے پہلے مستقل طورپرسنت اوراس کی خلاف ورزی کومعیوب سمجھنا غلط ہے،واللہ اعلم۔

اختلف الفقهاء فی وقت الوليمة:

فذهب الحنفية والمالكية فی المشهور وابن تيمية إلى أن الوليمة تكون بعد الدخول.

وقال الشافعية بأن وقت الوليمة الأفضل بعد الدخول، وأن وقتها موسع من حين العقد فيدخل وقتها به .

ويقرب من هذا الاتجاه ما قاله المرداوی :الأولى أن يقال وقت الاستحباب موسع من عقد النكاح إلى انتهاء أيام العرس لصحة الأخبار فی هذا وهذا، وكمال السرور بعد الدخول .ولكن جرت العادة بفعلها قبل الدخول بيسير.

وذهب الحنابلة والحنفية فی قول والمالكية فی قول كذلك إلى أنه تسن الوليمة عند العقد .

ويرى بعض الحنفية أن وليمة العرس تكون عند العقد وعند الدخول(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج۴۵،ص ۲۴۹،مادة" وليمة")

ويحصل أصل السنة بالوليمة قبل الدخول حال كونها واقعة بعد العقد، وإذا قصد بها حينئذ وليمة العقد والدخول معا حصلا.ولو بالقهوة أو الشربات، كما يعلم مما تقدم قريبا(حاشية على فتح المعين بشرح قرة العين بمهمات الدين،لأبی بكر عثمان بن محمد شطا الدمياطی الشافعی،ج۳،ص۴۰۷،باب النكاح)

اور نکاح کے بعد پہلے دن ولیمہ کرنا افضل ہے، اور دوسرے دن جائز ہے، اور تیسرے دن بعض حضرات کے نزدیک مکروہ ہے، لیکن دیگر حضرات کے نزدیک تیسرے دن بھی جائز ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کا ولیمہ تین دن تک کیا، اور کوئی عذر ہو، تو تیسرے دن کے بعد بھی جائز ہے، جیسا کہ حضرت سیرین نے ساتویں اور آٹھویں دن ولیمہ کیا، اور اس میں صحابۂ کرام کو شریک کیا، اور ضرورت کے تحت ولیمہ مرحلہ وار بھی جائز ہے کہ کچھ لوگوں کو ایک دن اور کچھ لوگوں کو اس کے بعد اگلے یا اس کے بھی بعد کے دن کھلا دے، لیکن فخر وتفاخر کی غرض سے ایسا کرنا جائز نہیں۔ [1]

---

[1] (طعام يوم فى العرس سنة وطعام يومين فضل وطعام ثلاثة أيام رياء وسمعة) فيكره الإجابة إليه علـى ما مر تقريره لكن ذهب البخارى إلى المنع وقال :لـم يـجعل المصطفى صلى الله عليه وسلم للـوليـمة وقتا معينا يختص به قال :وهـذا الـحـديـث يعارضه حديث إذا دعى أحدكم إلى الوليمة فليجب ولم يخص ثلاثة أيام ولا غيرها قال :وهذا أصح وقال ابن سيرين عن أبيه :إنه لما بنى بأهله أولـم سبعة أيـام فـدعى فى ذلک أبى بن كعب فأجابه وأصرح من ذلک فى الرد ما خرجه أبو يعلى بسند قال ابن حجر فى الفتح :حسن عن أنس تزوج صفية وجعل عتقها صداقها وجعل الوليمة ثلاثة أيام اه .حيث ما ذهب إليه البخارى ذهب المالكية قال :عياض استحب أصحابنا لأهل السعة كون الوليمة أسبوعا اه .وحاول ابن حجر التوفيق بين مقالة البخارى وما جرى عليه أصحابنا الشافعية من الكراهة حيث قال :إذا حـمـلنا الأمر فى كراهة الثالث على ما كان هناک رياء وسمعة ومباهاة كان الـرابـع ومـا بـعـده كذلک فيحمل ما وقع من السلف من الزيادة على اليومين عند الأمن من ذلک ونزول الكلام على حالين.

(طب عن ابن عباس) رمـز الـمـصـنـف لـصـحـتـه ولـيـس كـما ظن فقد قال الحافظ ابن حجر :رواه الـطـبـرانى عن وحشي وابن عباس وسندهما ضعيف وقال الهيثمي :فيـه محمد بن عبد الله العرزمي وهـو ضـعيف وقال في موضع آخر :طرقـه كـلـهـا لا تـخـلـو عن مقال لكن مجموعها يدل على أن للحديث أصلا (فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ٥٢٦١)

وهذه الأحاديث، وإن كان كلّ منها لا يخلو عن مقال، فمجموعها يدلّ على أن للحديث أصلًا.

وقـد وقـع فـى رواية أبـى داود، والدارميّ فى آخر حديث زهير بن عثمان " :قـال قتادة :بـلغنى عن سـعيـد بـن الـمسيّـب أنه دُعى أول يوم وأجاب، ودعى ثانى يوم فأجاب، ودُعى ثالث يوم فلم يُجب، وقال :أهل رياء وسمعة"، فكأنه بلغه الحديث، فعمل بظاهره، إن ثبت ذلک عنه.

وقـد عـمل به الشافعيّة، والحنابلة، قال النوويّ :إذا أولـم ثـلاثًا، فالإجابة فى اليوم الثالث مكروهة، وفى الثانى لا تجب قطعًا، ولا يكون استحبابها فيه كاستحبابها فى اليوم الأول .وقد حكى صاحب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اور بعض فقہائے کرام کے نزدیک ولیمہ کا کوئی ایسا آخری وقت مقرر نہیں کہ جس کے گزرنے سے ولیمہ فوت ہوجائے، لہٰذا ولیمہ جب بھی کیا جائے، وہ اداء کہلاتا ہے، قضاء نہیں کہلاتا، البتہ بعض حضرات کے نزدیک نکاح کے بعد جب زوجین پہلی دفعہ ملیں، تو اس کے تین یا سات دن تک ولیمہ اداء کہلاتا ہے، اوراس کے بعد ولیمہ کیا جائے، تو وہ قضا کہلاتا ہے، پس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

"التعجيز "فى وجوبها فى اليوم الثانى وجهين، وقال فى "شرحه :"أصحّهما الوجوب، وبه قطع الجرجانىّ؛ لوصفه بأنه معروفٌ، أو سنةٌ، واعتبر الحنابلة الوجوب فى اليوم الأول، وأما الثانى فقالوا :سنةٌ؛ تمسّكا بظاهر لفظ حديث ابن مسعود .وفيه بحث.

وأما الكراهة فى اليوم الثالث، فأطلقه بعضهم؛ لظاهر الخبر .وقال العمرانىّ :إنما تكره إذا كان المدعوّ فى الثالث هو المدعوّ فى الأول، وكذا صوّره الرويانىّ، واستبعده بعض المتأخّرين، وليس ببعيد؛ لأن إطلاق كونه رياء وسمعة يُشعر بأن ذلك صنع للمباهاة، وإذا أكثر الناس، فدعا فى كلّ يوم فرقةً لم يكن فى ذلك مباهاةٌ غالبًا.

وإلى ما جنح إليه البخارىّ ذهب المالكيّة، قال عياضٌ :استحبّ أصحابنا لأهل السعة كونها أسبوعًا، قال :وقال بعضهم :محلّه إذا دعا فى كلّ يوم من لم يدع قبله، ولم يُكرّر عليهم .وهذا شبيهٌ بما تقدّم عن الرويانىّ، وإذا حملنا الأمر فى كراهة الثالث على ما إذا كان هناك رياء وسمعةٌ، ومباهاةٌ كان الرابع، وما بعده كذلك، فيمكن حمل ما وقع من السلف من الزيادة على اليومين عند الأمن من ذلك، وإنما أطلق ذلك على الثالث لكونه الغالب .والله أعلم

قال الجامع -عفا الله تعالى عنه :-عندى أن مذهب المالكيّة، وهو الذى مال إليه البخارىّ، من جواز كون الوليمة أسبوعًا لمن تيسّر له هو الأرجح؛ إن خلا عن الرياء والسمعة؛ لإطلاق النصوص؛ وأما الأحاديث التى احتج القائلون بالكراهة فيما بعد اليوم الثانى، فقد علمت كونها كلها ضعافًا، لا ينبغى أن تُذكر لمعارضة إطلاق الأحاديث الصحاح بها .والله تعالى أعلم بالصواب، وإليه المرجع والمآب(شرح سنن النسائى المسمى ذخيرة العقبى فى شرح المجتبى .لمحمد بن على بن آدم بن موسى الإثيوبى الوَلَّوِى، كتاب النكاح،التزويج على نواة من ذهب)

قوله :(فى وقت الوليمة) وهو ما تقدم بأن يدعوه فى اليوم الأوّل أو الثانى ، أما لو دعاه قبل وقتها كأن جعلوا الوليمة للعرس قبل العقد فلا تجب الإجابة .ومحل وجوب الإجابة فى اليوم الأوّل وسنها فى الثانى إذا لم يكن الحامل له على ذلك غرضاً ، أما إذا كان غرض أو عذر كأن جعل لكل طائفة يوماً أو لضيق منزله عن كلهم أو عجزه عن طعام يكفى الجميع دفعة واحدة فتجب الإجابة فى جميع الأيام ولو شهراً .قوله :(وقد تقدّم وقتها) أى أن أول ابتدائه من حيث العقد وينتهى أداؤها بالأسبوع فى البكر والثلاث فى الثيب (تحفة الحبيب على شرح الخطيب ،لسليمان بن محمد بن عمر البجيرمى الشافعى،ج٣،ص ٤٥٦، كتاب النكاح، فصل فى الصداق)

اگر کوئی عذر کی وجہ سے پہلے نہ کر سکے تو بعد میں بھی کر سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔ [1]

ملحوظ رہے کہ بعض روایات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح کے موقع پر چھوارے بکھیرنے کا ذکر آیا ہے، مگر وہ روایات سند کے لحاظ سے کمزور اور بعض نہایت کمزور ہیں، اس لئے اس عمل کو سنت نہ سمجھنا چاہئے۔ [2]

---

[1] فوات الوليمة:
يرى المالكية والشافعية أن الوليمة لا آخر لوقتها فلا تفوت بطلاق ولا موت ولا بطول الزمن.
وظاهر عبارات أكثر فقهاء الشافعية تفيد أن الوليمة تقع أداء أبدا وفي البجيرمي ما نصه :قال الدميرى :والظاهر أن الوليمة تنتهي بمدة الزفاف للبكر سبعا وللثيب ثلاثا، ومعنى ذلک أن فعلها بعد ذلک يكون قضاء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٥، ص ٢٥١، مادة "وليمة")

[2] أخبرنا أبو القاسم الحسين بن الحسن بن محمد الأسدى أنا أبو القاسم بن أبى العلاء قال قرء على أبى نصر أحمد بن المظفر بن الطوسى حدثكم عبد الله بن حيان بن عبد العزيز الموصلى نا إبراهيم بن عبد العزيز نا عبد العزيز بن حيان نا سليمان بن شعيب المصرى نا عبد الله بن لهيعة حدثنى أبو الزبير عن جابر بن عبد الله قال دخلت أم أيمن على النبى (صلى الله عليه وسلم) وهى تبكى فقال لها ما يبكيک لا ابكى الله عينينک قالت بكيت يا رسول الله لأنى دخلت منزل رجل من الأنصار قد زوج ابنته رجلا من الأنصار فنثر على رأسها اللوز والسكر فذكرت تزويجک فاطمة من على بن أبى طالب ولم ينثر عليها شيئا فقال النبى (صلى الله عليه وسلم) لا تبكنى يا أم أيمن فوالذى يعثنى بالكرامة واستخصنى بالرسالة ما أنا زوجته ولكن الله زوجه ما رضيت حتى رضى على وما رضيت فاطمة حتى رضى الله رب العالمين يا أم أيمن إن الله لما أن زوج فاطمة من على أمر الملائكة المقربين أن يحدقوا بالعرش فيهم جبريل وميكائيل وإسرافيل وأمر الجنان أن تزخرف فتزخرفت وأمر الحور العين أن يتزين فتزين وكان الخاطب الله وكان الملائكة الشهود ثم أمر شجرة طوبى أن تنثر فنثرت عليهم اللؤلؤ الرطب مع الدر الأبيض مع الياقوت الأحمر مع الزبرجد الأخضر فابتدر حور العين من الجنان يرفلن فى الحى والحلل يلتقطنه ويقلن هذا من نثار فاطمة بنت محمد فهن يتهادينه بينهن إلى يوم القيامة. (تاريخ دمشق، لابن عساكر، ج٤٢ ص ١٢٦، ١٢٧، على بن أبى طالب واسمه عبد مناف بن عبد المطلب)
سليمان بن شعيب بن الليث بن سعد المصرى .روى، عَنِ ابن لَهِيعَة .قال ابن يونس :روى مناكير .وقال العقيلى :حديثه غير محفوظ (لسان الميزان، للعسقلانى، ج٤، ص ١٥٩، تحت رقم الترجمة ٣٦٢٦)
أخبرنا أبو القاسم بن السمرقندى أنا عاصم بن الحسن بن محمد أنا عبد الواحد بن محمد أنا أحمد بن محمد بن سعيد نا محمد بن أحمد بن الحسن نا موسى بن إبراهيم المروزى نا موسى بن جعفر عن أبيه عن جده عن جابر بن عبد الله قال لما زوج رسول الله (صلى الله عليه وسلم) فاطمة من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ بعض حضرات نے نکاح کے موقعہ پر چھوارے وغیرہ بکھیر دینے کے عمل کو جائز قرار دیا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

علی أتاه الناس من قريش فقالوا إنک زوجت عليا بمهر خسيس فقال ما أنا زوجت عليا ولكن الله زوجه ليلة أسرى بى عند سدرة المنتهى أوحى الله إلى السدرة أن انثرى ما عليک فنثرت الدر والجوهر والمرجان فابتدر الحور العين فالتقطن فهن يتهادينه ويتفاخرن ويقلن هذا من نثار فاطمة بنت محمد عليهما السلام فلما كانت ليلة الزفاف أتى النبى (صلى الل عليه وسلم) ببغلته الشهباء وثنى عليها قطيفة وقال لفاطمة اركبى وأمر سليمان أن يقودها والنبى (صلى الله عليه وسلم) يسوقها فبينا هو فى بعض الطريق إذ سمع النبى (صلى الله عليه وسلم) وجبة فإذا بجبريل فى سبعين ألفا وميكائيل فى سبعين ألفا فقال النبى (صلى الله عليه وسلم) ما أهبكم إلى الأرض قالوا جئنا نزف فاطمة إلى زوجها على بن أبى طالب فكبر جبريل وكبر ميكائيل وكبرت الملائكة وكبر محمد (صلى الله عليه وسلم)فرفع التكبير على العرائس من تلک الليلة (تاريخ دمشق،لابن عساكر، ج۴۲ص۱۲۷ ،على بن أبى طالب واسمه عبد مناف بن عبد المطلب)

موسى بن إبراهيم المروزى.عن :ابن لهيعة، وأبى جعفر الرازى، وإبراهيم بن سعد.وعنه :أبو القاسم البغوى، وهو من قدماء شيوخه، سمع منه سنة تسع وعشرين ومائتين.قال الدارقطنى، وغيره : متروک.وقال ابن معين :كذاب(تاريخ الإسلام، للذهبى،ج۵،ص۷۰۷، رقم الترجمة ۴۳۸، تحت ترجمة موسىٰ بن ابراهيم المروزى)

ابن لهيعة -وهو عبد الله بن لهيعة بن عقبة-، حدثنا أبو الزبير عن جابر بن عبد الله قال :دخلت أم أيمن على النبى صلى الله عليه وسلم وهى تبكى !فقال لها النبى صلى الله عليه وسلم :(ما يبكيک لا أبكى الله عينيک؟) قالت :بكيت يا رسول الله لأنى دخلت منزل رجل من الأنصار وقد زوج ابنته رجلاً من الأنصار فنثر على رء وسهم لوزاً وسكراً، فذكرت تزويجک فاطمة من على ولم تنثر عليها شيئاً !فقال النبى صلى الله عليه وسلم :(لا تبكى يا أم أيمن فوالذى بعثنى بالكرامة واستخصنى بالرسالة ما أنا زوجته ولكن الله تبارک وتعالى زوجه من فوق عرشه، وما رضيت حتى رضى على، وما رضى على حتى رضيت، وما رضيت حتى رضيت فاطمة، وما رضيت فاطمة حتى رضى الله رب العالمين، يا أم أيمن لما زوج الله تبارک وتعالى فاطمة من على أمر الملائكة المقربين أن يحدقوا بالعرش وفيهم جبرائيل، وميكائيل، وإسرافيل، فأحدقوا بالعرش، وأمر الحور العين أن يتزين، وأمر الجنان أن تزخرف، فكان الخاطب الله تبارک وتعالى والشهود الملائكة، ثم أمر الله شجرة طوبى أن تنثر عليهم فنثرت اللؤلؤ الرطب مع الدر الأخضر، مع الياقوت الأحمر، مع الدر الأبيض، فتبادرت الحور العين يلتقطن من الحلى والحلل ويقلن :هذا من نثار فاطمة بنت محمد عليهما السلام) أخبرنا أبو طالب محمد بن أحمد بن عثمان، أخبرنا أبو عبد الله محمد بن زيد بن مروان سنة اثنتين وسبعين وثلاثمائة، حدثنا محمد بن على بن شاذان، حدثنا الحسن بن محمد بن عبد الواحد، حدثنا زيد بن الحباب قال :حدثنا ابن لهيعة، حدثنا أبو الزبير عن جابر مثله(مناقب أمير المؤمنين على بن أبى طالب رضى الله عنه،لعلى بن محمد بن محمد بن الطيب بن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idaraghufran

ہے، بشرطیکہ رزق کی بے ادبی اور ضیاع لازم نہ آئے اور اس میں کسی اور طرح کی بے اعتدالی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أبی یعلی بن الجلابی، أبو الحسن الواسطی المالکی، المعروف بابن المغازلی،رقم الحدیث ۳۹۳،تزویج فاطمة بعلی علیه السلام)

وفیه ابن لهیعة وهو ضعیف کثیر الخطإ، یقال احترقت کتبه فعول علی حفظه وکان سیء الحفظ(أحکام القرآن،للجصاص، ج ۱،ص ۳۲۳،سورة البقرة،باب العمرة هی فرض أم تطوع)

وأخرج أیضًا :عن عاصم بن سلیمان، عن هشام، عن أبیه، عن عائشة " :کان النبی -علیه السلام- إذا زوَّج أو تزوج نثر تمرًا."

قلت :کلاهما ضعیف؛ قال الذهبی :الحسن بن عمرو بن سیف هالک، وعاصم ابن سلیمان کذبوه .والله أعلم(نخب الأفکار فی تنقیح مبانی الأخبار فی شرح معانی الآثار،لبدرالدین العینی ، ج۱۰ ص ۴۹۵، کتاب النکاح، باب :انتهاب ما ینثر علی القوم مما یفعله الناس فی النکاح)

(کان إذا زوج أو تزوج نثر تمرا). موضوع.أخرجه البیهقی فی "السنن(۷/۲۸۷ـ ۲۸۸) "عن عاصم بن سلیمان :أخبرنا هشام بن عروة، عن أمه، عن عائشة رضی الله عنها مرفوعا .وقال البیهقی":عاصم بن سلیمان؛ بصری رماه عمرو بن علی بالکذب، ونسبه إلی وضع الحدیث."

وقال الساجی وابن عدی":یضع الحدیث ."وقال الطیالسی":کذاب."

وروی البیهقی أیضا من طریق الحسن بن عمرو :أخبرنا القاسم بن عطیة، عن منصور بن صفیة، عن أمه، عن عائشة رضی الله عنها":أن رسول الله -صلی الله علیه وسلم -تزوج بعض نسائه فنثر علیه التمر ."وقال":الحسن بن عمرو -وهو ابن سیف العبد ی-؛ بصری عنده غرائب."

قلت :بل هو شر من ذلک؛ فقد کذبه ابن المدینی، وقال البخاری":کذاب ."وقال الرازی":متروک."وهذا هو الذی اعتمده الحافظ؛ أنه متروک(سلسلة الأحادیث الضعیفة والموضوعة، تحت رقم الحدیث ۴۱۹۸)

حدیث معاذ رفعه "إنّما نهیتکم عن نهب العساکر فأما العرسات فلا"قال الحافظ :حدیث ضعیف فی سنده ضعف وانقطاع.

ضعیف.روی من حدیث معاذ بن جبل ومن حدیث أنس.

فأما حدیث معاذ فله عنه طریقان :الأول :یرویه ثور بن یزید عن خالد بن مَعدان عن معاذ بن جبل قال :شهد رسول الله -صلی الله علیه وسلم -أملاک رجل من أصحابه، فقال له "علی الخیر والألفة، والطائر المیمون، والسعة فی الرزق، بارک الله لکم، دففوا علی رأسه "فجیء بدف، فضرب به، فأقبلت الأطباق وعلیها فاکهة وسکر، فنثر علیه، فکفّ الناس أیدیهم، فقال رسول الله -صلی الله علیه وسلم " -ما لکم لا تنتهبون؟ "قالوا :یا رسول الله أولم تنه عن النهبة؟ قال "إنّما نهیتکم عن نهبة العساکر، فأما العرسات فلا "قال :فجاذبهم وجابوه.

أخرجه جعفر الخلدی فی "الفوائد(۳۷)"والطبرانی فی "الکبیر(۲۰/۹۷ـ ۹۸) ""وفی "مسند الشامیین(۴۱۶)"واللفظ له وأبو نعیم فی "الحلیة(۵/۲۱۵) "و(۶/۹۲)وفی "الصحابة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کا ارتکاب نہ کیا جائے، جبکہ بعض حضرات نے بہرحال اس عمل کو دوسرے دلائل کے پیشِ نظر

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(۴۷۱۲)"والبیهقی(۲۸۸/۷)وابن الجوزی فی "الموضوعات(۲۶۵/۲۔ ۲۶۶)"من طریق عصمة بن سلیمان الخزاز ثنا حازم مولی بنی هاشم عن لمازة بن المغیرة عن ثور بن یزید به .ولیس فی إسناد البیهقی "حازم مولی بنی هاشم"قال أبو نعیم :غریب من حدیث خالد، تفرد به عنه ثور "وقال فی الموضع الثانی :غریب من حدیث ثور لم نکتبه إلا من حدیث حازم عن لمازة"وقال البیهقی :فی إسناده مجاهیل وانقطاع"وقال ابن الجوزی :حازم ولمازة مجهولان"

وقال الحافظ :سنده ضعیف "الفتح(۱۲۹/۱۱)وقال الهیثمی :رواه الطبرانی فی "الکبیر "وفی إسناده حازم مولی بنی هاشم عن لمازة ولم أجد من ترجمهما، ولمازة هذا یروی عن ثور بن یزید متأخر ولیس هو ابن زیاد ذاک یروی عن علی بن أبی طالب ونحوه، وبقیة رجاله ثقات " المجمع(۲۹۰/۴)وقال الذهبی فی "المیزان "فی ترجمة بشر بن إبراهیم :حازم مولی بنی هاشم مجهول.

وقال الحافظ فی "اللسان :"لا یعرف.ولم ینفرد به بل تابعه عون بن عمارة ثنا لمازة بن المغیرة عن ثور بن یزید عن خالد بن معدان عن معاذ قال :فذکره.أخرجه الطحاوی فی "شرح المعانی(۵۰/۳) "عن عبد العزیز بن معاویة العتابی ثنا عون بن عمارة به .قال البیهقی فی "المعرفة(۲۷۳/۱۰)"هذا حدیث رواه عون بن عمارة وعصمة بن سلیمان عن لمازة وکلاهما لا یحتج بحدیثه، ولمازة بن المغیرة مجهول، وخالد بن معدان عن معاذ منقطع"

الثانی :یرویه مکحول عن عروة بن الزبیر عن عائشة قالت :حدثنی معاذ بن جبل أنّه شهد املاک رجل من الأنصار مع رسول الله -صلی الله علیه وسلم -، فخطب رسول الله -صلی الله علیه وسلم -، وأنکح الأنصاری، وقال "علی الألفة والخیر والطیر المیمون، دففوا علی رأس صاحبکم" فدففوا علی رأسه، وأقبلت السلال فیها الفاکهة والسکر فنثر علیهم، فأمسک القوم فلم ینتهبوا، فقال رسول الله -صلی الله علیه وسلم " -ما أزین الحِلم، ألا تنتهبون؟ "فقالوا :یا رسول الله، إنّک نهیتنا عن النهبة یوم کذا وکذا .فقال "إنّما نهیتکم عن نهبة العساکر، ولم أنهکم عن نهبة الولائم"قال معاذ :فوالله لقد رأیت رسول الله -صلی الله علیه وسلم -یحبذنا ونحبذه إلی ذلک النهب .أخرجه العقیلی(۱۴۲/۱)والطبرانی فی "الأوسط(۱۱۸)"واللفظ له وابن الجوزی فی "الموضوعات(۲۶۵/۲)"من طریق بشر بن إبراهیم الأنصاری عن الأوزاعی عن مکحول به.

قال الطبرانی :لم یروه عن الأوزاعی إلا بشر "وقال ابن الجوزی :هذا حدیث لا یصح وبشر بن إبراهیم قال ابن عدی وابن حبان :یضع الحدیث، وقال العقیلی :روی عن الأوزاعی أحادیث موضوعة لا یتابع علیها"وقال الذهبی فی "المیزان :"قلت :هکذا فلیکن الکذب"

وقال الهیثمی :وفی إسناد "الأوسط "بشر بن إبراهیم وهو وضاع "المجمع(۲۹۰/۴)قلت :رواه الزهری عن عروة عن عائشة قالت :خطب فتی من الأنصار علی عهد النبی -صلی الله علیه وسلم -، فدخل علیهم النبی -صلی الله علیه وسلم -، فقال "علی الخیر والطائر المیمون، دففوا علی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مکروہ قرار دیا ہے۔[1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

صاحبكم "فأقبلت الأطباق والسكر، فأخذها رسول الله -صلى الله عليه وسلم -فانتهبها فأمسك القوم، فقال "ما لكم لا تنتهبون؟ "قالوا :يا رسول الله، أولم تنهنا عن النهبة؟ قال "إنما نهيتكم عن نهبة العساكر، لم أنهكم عن نهبة العرسان "فرأيت رسول الله -صلى الله عليه وسلم -يأخذ ويأخذون .أخرجه الخطيب فى "المتفق والمفترق(٩٨٠)"عن أبى القاسم الأزهرى أنا أحمد بن إبراهيم بن الحسن ثنا أحمد بن عيسى بن السكين البلدى ثنى أبو محمد عبيد الله بن موسى الخوزى ثنا محمد بن كثير عن أخيه سليمان بن كثير عن الزهرى به.وسليمان بن كثير هو العبدى لا بأس به إلا أنّ النسائى وغيره تكلموا فى روايته عن الزهرى.

وأما حديث أنس فأخرجه أبو نعيم فى "الحلية(٦/٣٤٠-٣٤١)"من طريق صالح بن زياد السوسى ثنا أحمد بن يعقوب ثنا خالد بن إسماعيل الأنصارى ثنا مالك بن أنس عن حميد عن أنس أنّ رسول الله -صلى الله عليه وسلم -شهد املاك رجل أو امرأة من الأنصار فقال "أين شاهدكم؟ "قالوا: يا رسول الله وما شاهدنا؟ قال "الدف "فأتوا به، قال "اضربوا على رأس صاحبكم "ثم جاء وا بأطباقهم فنثروها فهاب القوم أنُ يتناولوا، فقال رسول الله -صلى الله عليه وسلم " -ما أزين الحِلم، ما لكم لا تتناولوا؟ "قالوا :يا رسول الله، ألم تنه عن النهبة؟ قال "نهيتكم عن النهبة فى العساكر، فأما فى هذا وأشباهه فلا."وقال :غريب من حديث مالك وحميد لم نكتبه إلا من حديث صالح بن زياد"ومن طريقه أخرجه ابن الجوزى فى "الموضوعات(٢/٢٦٦)"

وقال :خالد بن إسماعيل قال ابن عدى :يضع الحديث على ثقات المسلمين، وقال ابن حبان :لا يجوز الاحتجاج به بحال"(أنِيسُ السَّارى فى تخريج وَتحقيق الأحاديث التى ذكرها الحَافظ ابن حَجر العسقلانى فى فَتح البَارى،لنبيل بن منصور بن يعقوب بن سلطان البصارة،حرف الهمزة، تحت رقم الحديث ١٤٢٤)

[1] ذهب الحنفية والشافعية -فى الأصح -وبعض المالكية وفى رواية عن أحمد إلى جواز نثر الدراهم والسكر وغيرهما فى عقد النكاح وغيره وإباحة التقاطه .

وذهب مالك والحنابلة فى المذهب وهو مقابل الأصح عند الشافعية إلى كراهية النثار والتقاطه ، واحتجوا بقول النبى صلى الله عليه وسلم " :النهبة لا تحل ، وقوله صلى الله عليه وسلم " :من انتهب نهبة فليس منا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٠،ص ٧٢،مادة ” نثار “)

النثار مكروه فى العرس وغيره، روى ذلك عن أبى مسعود البدرى وعكرمة وابن سيرين وعطاء وعبد الله بن يزيد الخطمى وطلحة وزبيد اليامى، وبه قال مالك والشافعى وأحمد لما روى أن النبى صلى الله عليه وسلم نهى عن النهبى والمثلة . ولأن فيه نهبا وتزاحما وقتالا، وربما أخذه من يكره صاحب النثار .لحرصه وشرهه ودناء ة نفسه، ويحرمه من يحب صاحبه لمروء ته وصيانة نفسه وعرضه .والغالب هذا، فإن أهل المروء ات يصونون أنفسهم عن مزاحمة سفلة الناس على شىء من الطعام أو غيره، ولأن فى هذا دناء ة، والله يحب معالى الأمور ويكره سفسافها.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(5)......جہیز کا حکم

''جہیز'' ہمارے عرف اور ہمارے یہاں کی بول چال میں اس چیز یا سامان کو کہا جاتا ہے، جو دلہن اپنے ساتھ شوہر کے یہاں لے کر آتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی قولی حدیث میں دلہن کی رخصتی کے وقت اس کے ساتھ جہیز ارسال کرنے کا حکم نہیں ملتا، اس کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد نکاح فرمائے، لیکن کسی ایک نکاح میں بھی بیوی کی طرف سے جہیز حاصل ہونے یا اس کا مطالبہ کرنے کا معتبر سند کے ساتھ ذکر نہیں پایا جاتا۔

البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رخصتی کے وقت جہیز میں چند ضروری اشیاء دینے کا ذکر پایا جاتا ہے، لیکن دوسری طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حالات

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وروى عن أحمد رواية ثانية :أنه ليس بمكروه، اختارها أبو بكر، وهو قول الحسن وقتادة والنخعي وأبي حنيفة وأبي عبيد وابن المنذر، لما روى عبد الله بن قرط قال :قرب إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم خمس بدنات أو ست، فطفقن يزدلفن إليه، بأيتهن يبدأ، فنحرها رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال كلمة لم أسمعها، فسألت من قرب منه، فقال :قال :من شاء اقتطع وهذا جار مجرى النثار، وقد روى أن النبي صلى الله عليه وسلم دعى إلى وليمة رجل من الأنصار ثم أتوا بنهب فأنهب عليه .قال الراوى :ونظرت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم يزاحم الناس أو نحو ذلك، قلت :يا رسول الله أوما نهيتنا عن النهبة؟ قال " :نهيتكم عن نهبة العساكر ولأنه نوع إباحة فأشبه إباحة الطعام للضيفان(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦،ص ١٢٦،مادة " أكل ")

لا بأس بنثر السكر والدراهم في الضيافة وعقد النكاح كذا في السراجية وإذا نثر السكر فحضر رجل لم يكن حاضرا وقت النثر قبل أن ينتهب المنثور وأراد أن يأخذ منه شيئا هل له ذلك اختلف المشايخ فيه قال بعضهم له أن يأخذه وقال الفقيه أبو جعفر -رحمه الله تعالى -ليس له ذلك كذا في الخلاصة(الفتاوى الهندية، ج٥،ص ٣٤٥، كتاب الكراهية، الباب الثالث عشر في النهبة ونثر الدراهم والسكر وما رمى به صاحبه)

(قوله لا بأس بلبس الثوب الأحمر) وقد روى ذلك عن الإمام كما في الملتقط اهـ ط (قوله ومفاده أن الكراهة تنزيهية) لأن كلمة لا بأس تستعمل غالبا فيما تركه أولى منح(رد المحتار على الدر المختار، ج٦،ص٣٥٨، كتاب الحظر والإباحة،فصل في اللبس)

سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں، یہ چیزیں موجود نہیں تھیں، لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حالت کے پیشِ نظر چند ضروری استعمال کی چیزیں جہیز میں دی تھیں، جس سے ضرورت کے وقت رسم ورواج، نمود ونمائش اور اسراف سے بچتے ہوئے ضروری اشیاء جہیز میں فراہم کرنے کا جواز ملتا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ جو چیز جس درجہ میں ثابت ہو، اس کو اسی درجہ پر رکھنا ضروری ہوتا ہے، اور اس کو اس کے درجہ سے بڑھانا اور اس میں اپنی طرف سے لوازمات اور بے اعتدالیاں پیدا کرنا جائز نہیں ہوتا۔

اب اس کی کچھ تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَهَّزَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ فِىْ خَمِيْلٍ، وَقِرْبَةٍ، وَوِسَادَةِ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفُ الْإِذْخِرِ (مسند الإمام أحمد) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جہیز میں اونی چادر، ایک پانی کا مشکیزہ (یعنی صراحی یا جگ) اور چمڑے کا تکیہ دیا تھا، جس میں اذخر نامی گھاس بھری ہوئی تھی (مسند احمد)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا زَوَّجَهُ فَاطِمَةَ بَعَثَ مَعَهُ بِخَمِيْلَةٍ وَوِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ، وَرَحَيَيْنِ وَسِقَاءٍ وَجَرَّتَيْنِ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٨١٩) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو جہیز میں اونی چادر اور چمڑے کا

---

[1] قال شعیب الارنوؤط:
إسناده قوی (حاشیة مسند احمد)

[2] قال شعیب الارنوؤط:
إسناده قوی (حاشیة مسند احمد)

تکیہ دیا تھا، جس میں اذخر نامی گھاس بھری ہوئی تھی، نیز دو چکیاں، مشکیزہ اور دو مٹی کے مٹکے بھی دیئے تھے (مسند احمد)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہی ایک روایت اس طرح مروی ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتٰى عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ، وَهُمَا فِي خَمِيْلٍ لَهُمَا، وَالْخَمِيْلُ: اَلْقَطِيْفَةُ الْبَيْضَاءُ مِنَ الصُّوْفِ، قَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَهَّزَهُمَا بِهَا، وَوِسَادَةٍ مَحْشُوَّةٍ إِذْخِرًا، وَقِرْبَةٍ (سنن ابن ماجه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے پاس آئے، اور وہ دونوں اس وقت اپنی خمیل میں تھے، اور خمیل سے مراد اُون کی سفید چادر ہے، جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن دونوں کو جہیز میں دی تھی، اور ایک اِذخر نامی گھاس (Camel grass) سے بھرا ہوا تکیہ دیا تھا، اور ایک پانی کا مشکیزہ دیا تھا (ابنِ ماجہ)

حضرت اسماء بنتِ عمیس سے روایت ہے کہ:

لَمَّا أُهْدِيَتْ فَاطِمَةُ إِلٰى عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ لَمْ نَجِدْ فِيْ بَيْتِهٖ إِلَّا رَمْلًا مَبْسُوْطًا وَوِسَادَةً حَشْوُهَا، وَجَرَّةً وَّكُوْزًا (المعجم الكبير للطبراني) [2]

ترجمہ: جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف رخصتی کی گئی، تو ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں سوائے ایک

---

[1] رقم الحديث ٤١٥٢، كتاب الزهد، باب ضجاع آل محمد صلى الله عليه وسلم.
قال شعيب الارنوؤط:
إسناده قوى (حاشية سنن ابن ماجه)

[2] رقم الحديث ٣٦٥، ج٢٤ص١٣٧.
قال الهيثمي:
رواه كله الطبراني، ورجال الرواية الأولى رجال الصحيح. (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٥٢١٧)

Idara Ghufran

بچھے ہوئے بستر کے اور ایک (گھاس سے) بھرے ہوئے تکیہ کے، اور ایک (مٹی کے) مٹکے اور ایک پیالے کے اور کچھ نہیں پایا (طبرانی)

پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے نمونے گزر چکے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نکاح میں مستند طریقوں پر جہیز حاصل کرنے یا اس کے مطالبہ کا ذکر نہیں ملتا۔

البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چونکہ زرہ کے علاوہ اور کوئی سامان نہ تھا، یہاں تک کہ مہر کا انتظام بھی زرہ کے علاوہ کسی اور چیز سے کرنے کا انتظام نہ تھا، اور ولیمہ کرنے کا بھی انتظام نہ تھا، اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت کی وجہ سے جہیز میں یہ چیزیں فراہم کیں۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَرَدْتُ أَنْ أَخْطُبَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَتَهُ، فَقُلْتُ: مَا لِيْ مِنْ شَيْءٍ فَكَيْفَ؟ ثُمَّ ذَكَرْتُ صِلَتَهُ وَعَائِدَتَهُ، فَخَطَبْتُهَا إِلَيْهِ، فَقَالَ: هَلْ لَكَ مِنْ شَيْءٍ؟ قُلْتُ: لَا قَالَ: فَأَيْنَ دِرْعُكَ الْحُطَمِيَّةُ الَّتِيْ أَعْطَيْتُكَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا؟ قَالَ: هِيَ عِنْدِيْ، قَالَ: فَأَعْطِنِيْهَا، قَالَ: فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهُ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٦٠٣) [1]

ترجمہ: جب میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے لیے نکاح کا پیغام بھیجنے کا ارادہ کیا، تو میں نے دل میں سوچا کہ میرے پاس تو کچھ ہے نہیں، پھر یہ کیسے ہوگا؟ پھر مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مہربانی اور شفقت یاد آئی، چنانچہ میں نے (ہمت کرکے) نکاح کا پیغام بھیج دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس کچھ ہے بھی؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری وہ حطمیہ کی زرہ کہاں ہے جو میں نے تمہیں فلاں دن دی تھی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ وہ تو میرے پاس ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

نے فرمایا کہ پھر وہی (فاطمہ کے مہر میں) دے دو، چنانچہ میں نے وہ زرہ لاکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی (مسند احمد)

بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حالت کے پیشِ نظر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت کی وجہ سے سادہ اور بہت ضروری اشیاء جہیز میں بطور تبرع کے دے دیں، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان چیزوں کا بھی مطالبہ نہ تھا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہیز میں جو ضروری چیزیں دیں، وہ بھی گنی چُنی تھیں، جن میں پانی کا مشکیزہ، اور گھاس وغیرہ سے بھرا ہوا تکیہ، اور مٹی کے ایک دو گھڑے اور چکی اور اُونی چادر شامل تھے، جس سے معلوم ہوا کہ نام ونمود اور رسم ورواج کے بغیر جہیز میں استعمال کرنے کا ضروری سامان دینا فی نفسہٖ جائز ہے، لیکن آج کل جہیز کو اور جہیز میں بھی بہت ساری بلکہ غیر ضروری اور غیر استعمالی اشیاء کو ضروری سمجھا جاتا ہے، اور شوہر کے یہاں اس طرح کی چیزوں یا پیسوں کا انتظام ہوتے ہوئے بھی جہیز دینا اور لینا ضروری بلکہ فرض سمجھا جاتا ہے، اور اگر جہیز کا آسانی انتظام نہ ہو، تو قرض وغیرہ لے کر یا ناجائز طریقہ پر (مثلاً رشوت خوری، چوری، ڈکیتی بلکہ قتل وغارت گری کے طور پر) مال حاصل کر کے اس کا انتظام کیا جاتا ہے، اور اس کے بغیر نکاح اور رخصتی کو موقوف رکھا جاتا ہے، یا پھر دولہا والوں کی طرف سے عورت یا اس کے اہلِ خانہ سے جہیز دینے کا مطالبہ کیا جاتا ہے، اور جس جگہ سے جہیز ملنے کی امید نہ ہو، وہاں نکاح نہیں کیا جاتا، بلکہ اگر نکاح کے بعد جہیز نہ ملنے کا اندیشہ ہو، تو منگنی ورشتہ توڑ دیا جاتا ہے، اور بعض اوقات تو نکاح ہی ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اور جو لوگ لڑکی کو جہیز دینے کی استطاعت وحیثیت نہیں رکھتے یا تو ان سے نکاح ہی نہیں کیا جاتا اور یا پھر ان کے لئے مالدار اور صاحبِ حیثیت لوگ زکاۃ وصدقات وغیرہ کے ذریعہ عظیم ثواب سمجھتے ہوئے جہیز کا انتظام کرتے اور ایک طرح سے اس رسم کو جاری رکھنے میں تعاون کرتے ہیں، اور اس رسم کو ضروری اور لازمی سمجھنے کے خلاف جدوجہد نہیں کرتے، اور نہ ہی مال ودولت والے لوگ

idaraghufran

غریب لڑکیوں اور عورتوں سے نکاح کر کے اپنے مال و دولت سے غریب خواتین کو مستفید کر کے اصل تعاون کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں، جس کی آج کل ضرورت ہے۔

اور بھی جہیز کی خاطر مختلف بے اعتدالیاں کی جاتی ہیں، جن کا شرعاً حکم تو کیا ہوتا، اجازت بھی نہیں ہے۔

اور جیسا کہ عرض کیا گیا کہ لڑکی یا اس کے گھر والوں کے ذمہ جہیز کا انتظام کرنا ضروری نہیں، جہاں تک بیوی کی ضروریات کا تعلق ہے، تو نکاح ورخصتی کے بعد شرعاً بیوی کی ضروریات اور نان ونفقہ کا انتظام خود شوہر کے ذمہ واجب ہوتا ہے۔

چنانچہ ''الموسوعۃ الفقہیۃ'' میں ہے کہ:

ذَهَبَ جُمْهُورُ الْفُقَهَاءِ إِلٰى أَنَّهُ لا يَجِبُ عَلَى الْمَرْأَةِ أَنْ تَتَجَهَّزَ بِمَهْرِهَا أَوْ بِشَيْءٍ مِنْهُ، وَعَلَى الزَّوْجِ أَنْ يُعِدَّ لَهَا الْمَنْزِلَ بِكُلِّ مَا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ لِيَكُوْنَ سَكَنًا شَرْعِيًّا لَائِقًا بِهِمَا ،وَإِذَا تَجَهَّزَتْ بِنَفْسِهَا أَوْ جَهَّزَهَا ذَوُوهَا فَالْجِهَازُ مِلْكٌ لَهَا خَاصٌّ بِهَا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٦، ص١٦٦ ،مادة " جهاز ")

ترجمہ: جمہور فقہائے کرام کے نزدیک عورت پر اپنے مہر کے ذریعہ یا مہر کے کچھ حصہ کے ذریعہ جہیز تیار کرنا واجب نہیں، اور شوہر پر واجب ہے کہ وہ بیوی کے لئے خود اپنے پاس سے رہائش کا انتظام کرے، ان تمام چیزوں کے ساتھ جن کی بیوی کو ضرورت ہوتی ہے، اور یہ انتظام دونوں (یعنی میاں بیوی) کی شان کے لائق ہونا چاہیے، تاکہ شرعی رہائش کا حکم پورا ہو جائے، اور جب عورت خود سے (رسم ورواج کے بغیر) جہیز تیار کرے، یا اس کے اہلِ خانہ تیار کریں، تو یہ جہیز خاص عورت کی ملکیت ہوتا ہے (شوہر یا اس کے اہلِ خانہ کی ملکیت نہیں ہوتا) (موسوعہ)

اور مذکورہ کتاب میں ہی ایک مقام پر ہے کہ:

يَجِبُ لِلزَّوْجَةِ عَلٰى زَوْجِهَا كُلُّ مَا تَقُوْمُ بِهٖ حَيَاةُ الْإِنْسَانِ: مِنْ نَفَقَةٍ، وَكِسْوَةٍ، وَسَائِرِ مَا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ الْإِنْسَانُ فِيْ حَيَاتِهٖ مِنَ الْمَتَاعِ: كَالْفِرَاشِ، وَالْغِطَاءِ، وَسَائِرِ الْأَدَوَاتِ الَّتِيْ تَحْتَاجُ إِلَيْهَا: كَآلَةِ الطَّحْنِ، وَالطَّبْخِ كَالْقِدْرِ، وَآنِيَةِ الشُّرْبِ، وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا لَا يَسْتَغْنِيْ عَنْهُ الْإِنْسَانُ، وَهُوَ مَا عَبَّرَ عَنْهُ الْمَالِكِيَّةُ بِالشُّوْرَةِ، وَهٰذَا مَحل اِتِّفَاقٍ بَيْنَ الْفُقَهَاءِ.

قَال اللّٰهُ تَعَالٰى: وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ.

وَالْآيَةُ فِى الرِّزْقِ وَالْكِسْوَةِ، وَيُقَاسُ عَلَيْهِمَا مَا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ مِنَ الْمَتَاعِ (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦، ص٢٨٦، مادة "شورة")

ترجمہ: شوہر کے ذمہ بیوی کی وہ تمام ضروریات واجب ہیں، جن سے انسان کی زندگی قائم رہتی ہے، خرچہ اور لباس اور وہ تمام اشیاء جن سے انسان کو زندگی میں حاجت ہوتی ہے، جیسا کہ بستر اور اوڑھنے کے کپڑے اور وہ تمام آلات جن کی حاجت ہوتی ہے، جیسا کہ (غلہ وغیرہ) پیسنے کی چکی (اور مشین) اور پکانے کے آلات جیسا کہ ہانڈی اور پینے کے برتن، اور اس کے علاوہ وہ تمام چیزیں، جن سے انسان مستغنی نہیں ہوتا، اور مالکی فقہاء نے اس کو "شورۃ" کا نام دیا ہے، اور یہ بات فقہائے کرام کے درمیان متفق علیہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "جس کا بچہ پیدا ہوا ہو (یعنی والد) اس کے ذمہ عورتوں کا کھانا اور پہننا ہے، قاعدہ کے مطابق" یہ آیت کھانے اور لباس کے بارے میں ہے، جس پر ضرورت کے سامان کو قیاس کیا جائے گا (موسوعہ)

معلوم ہوا کہ بیوی کی ضروریات کا انتظام شوہر کے ذمہ واجب ہے، اور بیوی یا اس کے گھر والوں کے ذمہ جہیز دینا واجب نہیں، خواہ شوہر مہر کیوں نہ ادا کر چکا ہو، اور مہر بھی بیوی کا حق

ہے،یہی راجح اور صحیح ہے۔ ؎

پھر اگر کوئی عورت خوشدلی کے ساتھ رسم ورواج کے بغیر کچھ سامان اپنے ساتھ لائے، یا اپنے مہر سے کوئی چیز خریدے،تو وہ خالص عورت کی ملکیت ہے،اس عورت کی اجازت کے بغیر اس میں شوہر یا شوہر کے اہلِ خانہ کوتصرف کرنا، بلکہ اس کی خوشدلی والی اجازت کے بغیر یا عورت

؎ تجهيز العروس:

مذهب الشافعي :عدم إجبار المرأة على الجهاز، وهو المفهوم من نصوص الحنابلة، فلا تجبر هي ولا غيرها على التجهيز، فقد جاء في منتهى الإرادات :وتملك زوجة بعقد جميع المسمى، ولها نماء معين كدار والتصرف فيه .

أما الحنفية :فقد نقل الحصكفي عن الزاهدي في القنية :أنه لو زفت الزوجة إلى الزوج بلا جهاز يليق به فله مطالبة الأب بالنقد .وزاد في البحر عن المنتقى :إلا إذا سكت طويلا فلا خصومة له .

لكن في النهر عن البزازية :الصحيح أنه لا يرجع على الأب بشيء ؛ لأن المال في النكاح غير مقصود .ومفهوم هذا أن الأب هو الذي يجهز، لكن هذا إذا كان هو الذي قبض المهر، فإن كانت الزوجة هي التي قبضته فهي التي تطالب به على القول بوجوب الجهاز، وهو بحسب العرف والعادة.

وقال المالكية :إذا قبضت الحال من صداقها قبل بناء الزوج بها فإنه يلزمها أن تتجهز به على العادة من حضر أو بدو، حتى لو كان العرف شراء دار لزمها ذلك، ولا يلزمها أن تتجهز بأزيد منه .ومثل حال الصداق ما إذا عجل لها المؤجل وكان نقدا .وإن تأخر القبض عن البناء لم يلزمها التجهيز سواء أكان حالا أم حل، إلا لشرط أو عرف .(أي فإنه يلزمها التجهيز للشرط أو العرف (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٠،ص ١٧١،مادة "تجهيز")

و زفت إليه بلا جهاز يليق به فله مطالبة الأب بالنقد قنية، زاد في البحر عن المبتغى إلا إذا سكت طويلا فلا خصومة له، ولكن في النهر عن البزازية :الصحيح أنه لا يرجع على الأب بشيء لأن المال في النكاح غير مقصود(الدرالمختار مع ردالمحتار، ج٣ص ١٥٨،كتاب النكاح، باب المهر)

(سئل) في المرأة إذا زفت إلى زوجها بجهاز قليل لا يليق بالمهر الذي دفعه ويريد الزوج مطالبة الأب بالمهر فهل ليس له ذلك؟

(الجواب) : نعم ليس له ذلك لو زفت إليه بلا جهاز يليق به فله مطالبة الأب بالنقد قنية زاد في البحر عن المبتغي إلا إذا سكت طويلا لكن في النهر عن البزازية الصحيح أنه لا يرجع على الأب بشيء لأن المال في النكاح غير مقصود علاء الدين على التنوير أواخر باب المهر.

(أقول) فما في فتاوى الشيخ إسماعيل من أن الأب يجبر على أن يجهزها بما يليق بالمهر المبعوث إليها وعزاه إلى البحر والصيرفية مبني على خلاف الصحيح نعم للبنت مطالبة أبيها بما بقي معه من المهر فاضلا عما جهزها به(العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية، لابنِ عابدين، ج ١ ص ٢٨،كتاب النكاح، باب المهر)

پر دباؤ ڈال کر استعمال کرنا بھی جائز نہیں۔ [1]

[1] انتفاع الزوج بشورة زوجته: قال جمهور الفقهاء: ليس للزوج الانتفاع بما تملكه الزوجة من متاع كالفراش، والأواني، وغيرها بغير رضاها، سواء ملكها إياه هو، أم ملكته من طريق آخر، وسواء قبضت الصداق، أم لم تقبضه. ولها حق التصرف فيما تملكه بما أحبت من الصدقة، والهبة، والمعاوضة، ما لم يعد ذلك عليها بضرر.
وقال المالكية: إن قبضت الزوجة صداقها فللزوج التمتع بشورتها فيلبس من الثياب ما يجوز له لبسه، وله النوم على فراشها، والانتفاع بسائر الأدوات التى تملكها، ولو بغير رضاها. سواء تمتع بالشورة معها أو وحده وتمتعه بشورتها حق له، فله منعها من التصرف بها بما يزيل الملك، كالمعاوضة، والهبة والصدقة؛ لأن ذلك من شأنه أن يفوت عليه حق التمتع بها.
أما إذا لم تقبض صداقها وإنما تجهزت من مالها فليس له عليها إلا الحجر عن التصرف بما يزيل الملك، فله أن يمنعها من بيعها، وهبتها، والتصدق بها، والتبرع بأكثر من الثلث (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦، ص٢٨٦، مادة " شورة ")
الجهاز ومتاع البيت:
المهر حق خالص للزوجة تتصرف فيه كيف تشاء فليس عليها إعداد البيت حيث لا يوجد نص من مصادر الشريعة يوجب على الزوجة أن تجهز بيت الزوجية كما أنه لا يوجد ما يدل على أن الجهاز واجب على أبيها وليس لأحد أن يجبرها على ذلك فإذا قامت بالجهاز وما يلزم من أثاث وأدوات فهى متبرعة.
وإعداد البيت واجب على الزوج فهو الذى يجب عليه أن يقوم بكل ما يلزم لإعداد مسكن الزوجية من فرش ومتاع وأدوات منزلية وغير ذلك مما يحتاج إليه البيت لأن ذلك من النفقة الواجبة عليه للزوجة. وقال الشافعية والحنابلة: الصداق كله ملك للمرأة ولا يبقى للرجل فيه شيء.
وقال الحنفية: إذا زاد الزوج فى المهر على مهر المثل -ويقصد من وراء ذلك أن تقوم الزوجة بإعداد الجهاز -دون أن يفصل الزيادة عن المهر فليس عليها مع هذا تجهيز نفسها بقليل أو كثير لأن المهر حق خالص للزوجة تعظيما لشأنها لا فى مقابل ما تزف به إليه من جهاز.
أما إذا دفع لزوجته مالا فوق مهرها نظير إعداد الجهاز فتكون الزوجة ملزمة بالجهاز فى حدود ما دفعه زيادة على المهر وإن لم تقم بالجهاز كان له الحق فى استرداد ما أعطى وإذا سكت الزوج بعد الزفاف عن المطالبة مدة تدل على رضاه فيسقط حقه ولا يرجع عليها بشيء.
أما المالكية فيرون أن المهر ليس حقا خالصا للزوجة ولهذا لا يجوز لها أن تنفق منه على نفسها ولا تقضى منه دينا عليها وإن كان للمحتاجة أن تنفق منه وتكتسى بالشيء القليل بالمعروف وأن تقضى منه الدين القليل كالدينار إذا كان المهر كثيرا لأن عليها أن تتجهز بما جرت به العادة فى جهاز مثلها لمثله بما قبضته من المهر قبل الدخول إن كان حالا ولا يلزمها أن تتجهز بأزيد منه فإن دخل بها قبل القبض فلا يلزمها التجهيز إلا إذا كان هناك شرط أو عرف فيتبع.
وعلى هذا فللزوج أن ينتفع بجهاز زوجته ما دام الانتفاع فى حدود المتعارف عليه بين الناس (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٩، ص٢٠٦، مادة " مهر ")

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ آج کل جہیز کے نام سے بیوی کے ذمہ بہت سی اشیاء فراہم کرنے کو جو ضروری سمجھا جاتا ہے، اور اس میں بہت زیادہ غلو اور تکلف سے کام لیا جاتا ہے، یہ شرعاً جائز نہیں۔

اور کسی چیز کے فی نفسہٖ جائز ہونے سے اس کا ضروری ولازم ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا، اور نہ ہی اس کو رسم کا درجہ دینا جائز ہوتا ہے، اور نہ ہی نمود ونمائش کا ذریعہ بنا لینا جائز ہوتا ہے۔

اور عجیب بات یہ ہے کہ جو چیز سونے چاندی اور مال ودولت اور ہر قسم کے جہیز کے ساز و سامان سے افضل ہے، اس کے حاصل کرنے کی فکر واہتمام تو ہوتا نہیں، اور اس کے بجائے جہیز کی شکل میں مال ودولت اور ساز وسامان حاصل کرنے کی فکر ہوتی ہے، اور وہ چیز زبان کا ذاکر اور دل کا شاکر اور نیک صالح عورت کا ہونا ہے، جو شوہر کے آخرت والے کاموں میں مدد کرے۔

چنانچہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا أُنْزِلَتْ " اَلَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ، وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ أَسْفَارِهٖ فَقَالَ: بَعْضُ أَصْحَابِهٖ قَدْ نَزَلَ فِي الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ مَا نَزَلَ، فَلَوْ أَنَّا عَلِمْنَا أَيُّ الْمَالِ خَيْرٌ اِتَّخَذْنَاهُ فَقَالَ: أَفْضَلُهٗ لِسَانًا ذَاكِرًا، وَقَلْبًا شَاكِرًا، وَزَوْجَةً مُّؤْمِنَةً تُعِيْنُهٗ عَلٰى إِيْمَانِهٖ (مسند احمد) [1]

---

[1] رقم الحديث ۲۲۳۹۲، سنن الترمذی، رقم الحديث ۳۰۹۴.

قال شعيب الارنؤوط:

حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

قال الترمذی:

هذا حديث حسن سألت محمد بن إسماعيل، فقلت له: سالم بن أبی الجعد سمع من ثوبان؟ فقال: لا، فقلت له: ممن سمع من أصحاب النبی صلی الله عليه وسلم؟ فقال: سمع من جابر بن عبد الله وأنس بن مالک، وذكر غير واحد من أصحاب النبی صلی الله عليه وسلم.

Idara Ghufran

ترجمہ: جب سورہ توبہ کی یہ آیت نازل ہوئی (جس کا ترجمہ یہ ہے) کہ ''جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کر کے رکھتے ہیں، اور اُن کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے'' (تو اُن کو دردناک عذاب کی خوشخبری سُنا دیجئے)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں تھے، تو آپ کے بعض صحابہ نے عرض کیا کہ سونے، چاندی کے بارے میں تو یہ حکم نازل ہو چکا ہے، تو اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ بہترین مال کون سا ہے؟ تو ہم اُسے لے لیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل اور ایمان والی بیوی، جو مرد کے ایمان پر مددگار ثابت ہو، یہ (سونے چاندی وغیرہ سے) افضل مال ہے (مسند احمد)

اور ایک حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِسَانًا ذَاكِرًا، وَقَلْبًا شَاكِرًا، وَزَوْجَةً تُعِيْنُ عَلَى الْآخِرَةِ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٣١٠١) [1]

ترجمہ: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل اور (ایمان والی) بیوی، جو (مرد کے لئے) آخرت کے کاموں پر مددگار ثابت ہو (یہ سونے چاندی سے افضل مال ہے) (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ، وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ (مسلم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا تھوڑا سامان ہے، اور دنیا کا

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ١٤٦٧ ''٦٤'' كتاب الرضاع، باب خير متاع الدنيا المرأة الصالحة.

بہترین سامان نیک صالح عورت ہے (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ دنیا کا جو بھی سامان ہے، وہ بہت تھوڑا ہے، اور اس کا نفع وفائدہ جلدی زائل اور ختم ہونے والی چیز ہے، لیکن نیک صالح عورت دنیا کا ایسا بہترین مال ہے کہ جس کا نفع اور فائدہ دنیا میں بھی حاصل ہوتا ہے، اور آخرت میں بھی۔ [1]

پس جہیز حاصل کرنے سے زیادہ نیک صالح عورت کو نکاح کے لئے منتخب کرنا چاہئے، اور جب نیک صالح اور با اخلاق عورت میسر آ جائے، تو اس کو سب سے بہترین مال سمجھنا چاہئے، اور اس پر نیز جو کچھ بھی اللہ نے عطاء فرمایا، خواہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو، اس پر بھی دل سے اللہ کا شکر کرنا چاہئے، اور جہیز کا ذکر اور اس کا مطالبہ کرنے کے بجائے زبان سے اللہ کا ذکر وتسبیح کرنی چاہئے۔

البتہ رسم ورواج کے بغیر خود سے لڑکی اپنے ساتھ کوئی ضرورت کا ساز وسامان لے آئے، تو یہ فی نفسہٖ جائز، اور عورت کی ملکیت ہے، لیکن اسی کے ساتھ نکاح ورخصتی کے بعد بیوی کی رہائش اور خوراک سمیت پہننے کا لباس اور دوسری تمام ضروریات شوہر کے ذمہ ہیں۔

لہٰذا جہیز کو ضروری ولازمی سمجھنے کی رسم، جو آج معاشرہ کے لئے ایک عذاب یا وبال بن چکی ہے، اس کی اصلاح کے لئے تمام مسلمانوں کو سچے جذبے کے ساتھ مسلسل جدوجہد کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] (وعن عبد الله بن عمرو) بالواو (قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :-الدنيا كلها متاع) أى :تمتع قليل نفع زائل عن قريب .قال تعالى :(قل متاع الدنيا قليل)وقال عليه الصلاة والسلام لو كانت الدنيا تعدل عند الله جناح بعوضة ما سقى الكافر منها شربة ماء ."(وخير متاع الدنيا) أى :خير ما يتمتع به فى الدنيا (المرأة الصالحة) لأنها معينة على أمور الآخرة، ولذا فسر على -رضى الله عنه -قوله تعالى :(ربنا آتنا فى الدنيا حسنة)بالمرأة الصالحة (وفى الآخرة حسنة)بالحور العين (وقنا عذاب النار)بالمرأة السليطة .قال الطيبى -رحمه الله :-وقيد الصالحة إيذان بأنها شر لو لم يكن على هذه الصفة(مرقاة المفاتيح، ج۵ص۲۰۴۳، كتاب النكاح)

(فصل نمبر 2)

شادی بیاہ کے مروّجہ تکلُّفات اور رسموں کا نقصان

گزشتہ تفصیل سے یہ بات دلائل کے ذریعہ ثابت ہوگئی کہ اسلام میں نکاح اور اس کے لوازمات ومتعلقات میں سہولت وآسانی اور سادگی کو پسند کیا گیا ہے، اور اس میں خیر وبرکت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جو نکاح کیے، وہ انتہائی سادہ اور آسان تھے، جس سے معلوم ہوا کہ شادی بیاہ میں سادگی وآسانی مسنون بھی ہے، اور مسنون عمل میں جو خیر وبرکت اور کامیابی اور اس کے برخلاف میں جو بے برکتی وناکامی ہوتی ہے، وہ بالکل ظاہر ہے۔

لہٰذا نکاح میں حتی الامکان آسانی اور سادگی کو اختیار کرنا چاہئے، اور تکلفات، فضولیات اور رسمیات سے بچنا چاہئے، یہی قرآن وسنت کی تعلیم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور خیرُ القرون کے دور کا عمل ہے، اور رسم ورواج، نمود ونمائش جیسی چیزیں سادگی کے خلاف اور تکلف میں داخل ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ (سورة صٓ، رقم الآية ٨٦)

ترجمہ: اور میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں (سورہ ص)

اس سے معلوم ہوا کہ تکلف اور تصنع نبیوں اور خاص کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نہیں ہے، جن کی اتباع وپیروی کا ہمیں اور سب امتیوں کو حکم ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ: نُهِيْنَا عَنِ التَّكَلُّفِ(بخاری) [1]

ترجمہ: ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، انہوں نے فرمایا کہ ہمیں تکلف سے منع کیا گیا ہے (بخاری)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ فرمانے کا کہ ہمیں منع کیا گیا ہے، یہ مطلب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم مسلمانوں کو تکلف سے منع فرمادیا ہے، خواہ تکلف کسی بھی چیز میں ہو، کھانے میں ہو یا کھلانے میں، پہننے میں ہو، یا رہنے سہنے میں، یا شادی بیاہ میں، بہرحال تکلف منع ہونے کا حکم کسی ایک چیز کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام ہے۔

حضرت شقیق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

دَخَلْتُ أَنَا وَصَاحِبٌ لِيْ عَلٰى سَلْمَانَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَرَّبَ إِلَيْنَا خُبْزًا وَمِلْحًا فَقَالَ: لَوْلَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنِ التَّكَلُّفِ لَتَكَلَّفْتُ لَكُمْ .فَقَالَ صَاحِبِي :لَوْ كَانَ فِي مِلْحِنَا سَعْتَرٌ فَبَعَثَ بِمِطْهَرَتِهِ إِلَى الْبَقَّالِ فَرَهَنَهَا فَجَاءَ بِسَعْتَرٍ فَأَلْقَاهُ فِيهِ فَلَمَّا أَكَلْنَا قَالَ صَاحِبِي :الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي قَنَّعَنَا بِمَا رَزَقَنَا، فَقَالَ سَلْمَانُ: لَوْ قَنِعْتَ بِمَا رُزِقْتَ لَمْ تَكُنْ مِطْهَرَتِي مَرْهُونَةً عِنْدَ الْبَقَّالِ(مستدرک حاکم) [2]

---

[1] رقم الحديث ۷۲۹۳، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب ما يكره من كثرة السؤال وتكلف ما لا يعنيه.

[2] رقم الحديث ۷۱۴۶، كتاب الاطعمة، مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۷۳۳.

قال الحاكم:

هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه وله شاهد بمثل هذا الإسناد .

وقال الذهبي في التلخيص:

صحيح.

وقال شعيب الارنؤط:

حديث محتمل للتحسين بمجموع طرقه(حاشية مسند احمد)

Idara Ghufran

ترجمہ: میں اور میرا ایک ساتھی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، انہوں نے ہمیں (ماحضر) روٹی اور نمک پیش کیا، پھر فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تکلف سے منع نہ کیا ہوتا، تو میں تمہارے لئے تکلف کرتا۔

(حضرت شقیق کہتے ہیں کہ) میرے ساتھی نے کہا کہ اگر ہمارے نمک میں ''سعتر'' (سبزی کا انتظام) ہو تو بہتر ہے، تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اپنا لوٹا، سبزی فروش کی طرف بھیجا، اور اس کو (سبزی والے کے پاس) رہن (یعنی گروی اور بطور ضمانت وگارنٹی کے) رکھا، پھر ''سعتر'' (سبزی) کو منگایا، جس پر نمک ڈالا، پھر جب ہم کھانا کھا کر فارغ ہو گئے، تو ہمارے ساتھی نے کہا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں، جس نے ہمیں اُس رزق پر قناعت مرحمت فرمائی، جو رزق اس نے ہمیں عطا کیا ہے، تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر آپ اس رزق پر قناعت کرتے، جو مجھے عطا کیا گیا ہے، تو میرا لوٹا سبزی فروش کے پاس رہن (اور گروی) نہ رکھا جاتا (حاکم، مسند احمد)

''سعتر'' عرب میں خوشبودار مخصوص سبزی یا سلاد تھی، جس پر نمک وغیرہ چھڑک کر کھایا جاتا تھا۔ [1]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے تکلف کے ممانعت کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی تکلف کی ممانعت کی حدیث مروی ہے۔ [2]

---

[1] سَعْتَر (جمع): جج سَعَاتِر: (نت) زعتر؛ نبات طيِّب الرّائحة يجفّف وتخلط معه بعض التوابل والسمسم ويؤكل مع الزّيت، وزهره أبيض يميل إلى الغبرة (معجم اللغة العربية المعاصرة، المؤلف: د أحمد مختار عبد الحميد عمر، ج٢، ص١٠٦٦، مادة "س ع ت ر")

[2] أخبرنا على بن عبد الله، ثنا العباس بن محمد، ثنا الحسين بن محمد، ثنا الحسن بن الرماس، ثنا عبد الرحمن بن مسعود العبدى، قال: سمعت سلمان الفارسى، رضى الله عنه يقول: نهانا رسول الله صلى الله عليه وسلم أن نتكلف للضيف (مستدرک حاکم، رقم الحديث ٧١٤٧)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے پاس ''سعتر'' سبزی وسلاد کا انتظام نہیں تھا،اس لئے اس کے خریدنے کے لئے اپنا ایک برتن رہن اور گروی رکھنا پڑا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ضیافت اور مہمان نوازی میں بھی اعتدال ہونا چاہئے،اور تکلف سے پرہیز کرنا چاہئے،جس میں ولیمہ کا کھانا بھی شامل ہے،لہٰذا ولیمہ وغیرہ کے عنوان سے تکلف کرنا یا اپنے آپ کو قرض کے بوجھ میں پھنسانا مناسب نہیں،اسی طرح اصحابِ حقوق اور قرض خواہوں کا حق دبا کر اس پیسہ کو ولیمہ وغیرہ کے تکلفات میں خرچ کرنا بھی جائز نہیں، کیونکہ ولیمہ سنت ہے،اور قرض کی ادائیگی فرض ہے۔

البتہ اعتدال میں رہتے ہوئے مہمان کی خاطر مدارات میں حرج نہیں،لیکن ایسا تکلف کہ جس کی وجہ سے ضروری اور واجبی حقوق فوت ہوجائیں، یا قرض چڑھ جائے، یا زیادہ بڑی تقریب اور مختلف قسم کے رنگا رنگ کھانوں کو جمع کرنے سے مقصود فخر وتفاخر اور ریاکاری ونام آوری پیشِ نظر ہو،یہ بے جا تکلف اور غلو ہے،جس سے مسلمانوں کو منع کیا گیا ہے۔

اسی وجہ سے تکلف کے مقابلہ میں سادگی کو ایمان سے وابستہ قرار دیا گیا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الذهبی فی التلخیص: سنده لین.

أخبرنا علی بن أحمد بن عبدان، أنا أحمد بن عبید، نا محمد بن الفرج الأزرق، نا یونس بن محمد، نا حسین، سمعت عبد الرحمن بن مسعود،وسلیمان بن ریاح، وزکریا یحدثون، عن سلمان، عن النبی صلی الله علیه وسلم، أنه قال " :لا یتکلفن أحد للضیف ما لا یقدر علیه "(شعب الإیمان،للبیهقی، رقم الحدیث ۹۱۵۴)

قال الالبانی: الحدیث قوی بمجموع هذه الطرق، ولاسیما ویشهد له عموم حدیث عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال " :نهینا عن التکلف(سلسلة الأحادیث الصحیحة، تحت رقم الحدیث ۲۴۴۰)

حدثنا القاضی أبو أحمد محمد بن أحمد بن إبراهیم وأبو محمد بن حیان قالا :ثنا عباس بن محمد بن مجاشع، ثنا محمد بن أبی یعقوب، ثنا عبد الرحمن بن مهدی، ثنا الحسن بن أبی جعفر، عن موسی بن عقبة، عن أبی سلمة، عن عائشة قالت :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :لا یتکلف أحدکم من العمل ما لا یطیق(حلیة الأولیاء وطبقات الأصفیاء لابی نعیم الاصفهانی،ج۹،ص ۲۰)

چنانچہ حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ذَكَرَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عِنْدَهُ الدُّنْيَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَلَا تَسْمَعُوْنَ، أَلَا تَسْمَعُوْنَ، إِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيْمَانِ، إِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيْمَانِ (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے صحابہ نے دنیا کا ذکر کیا،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیاتم سُنتے نہیں ہو؟ کیاتم سُنتے نہیں ہو؟ بے شک سادگی ایمان سے تعلق رکھتی ہے، بے شک سادگی ایمان سے تعلق رکھتی ہے(ابوداؤد)

یعنی پہننے، اوڑھنے اور رہنے سہنے وغیرہ میں سادگی کو اختیار کرنے کا تعلق ایمان سے ہے، لہٰذا تکلف وتصنع اور شہرت وتفاخر وغیرہ کا تعلق ایمان سے نہیں۔

اس وجہ سے شہرت کا لباس پہننے پر یہ وعید آئی ہے کہ، اللہ آخرت میں اس کو آگ کا ذلت والا لباس پہنائے گا،اور حسن وجمال اور خوبصورتی والے لباس کو تواضع وعاجزی کی وجہ سے ترک کرنے پر آخرت میں عزت واکرام والا لباس پہنائے جانے کی بشارت آئی ہے،اس طرح کی احادیث آگے فصل نمبر۳ میں آتی ہیں۔

حضرت عبید بن سعد کی سند سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَنْ أَحَبَّ فِطْرَتِيْ فَلْيَسْتَنَّ بِسُنَّتِيْ، وَمِنْ سُنَّتِي النِّكَاحُ (مسند أبي يعلى، رقم الحديث ۲۷۴۸) [2]

---

[1] رقم الحديث ۴۱۶۱، كتاب الترجل.
قال شعيب الارنؤوط:
حديث حسن(حاشية سنن ابی داؤد)

[2] قال حسين سليم أسد:
رجاله ثقات (حاشية مسند ابی يعلیٰ)
و قال الهيثمي: رواه أبو يعلى، ورجاله ثقات، إن كان عبيد بن سعد صحابى وإلا فهو مرسل(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۷۳۰۵)

ترجمہ: جو میری فطرت (اور میرے طریقہ) سے محبت رکھتا ہے، تو اسے چاہئے کہ میری سنت کو اختیار کرے، اور میری سنت نکاح کرنا ہے (ابو یعلیٰ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح سنت ہے، اور سنت عمل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کی پیروی کی ضرورت ہوتی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کا طریقہ پہلے تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے، جس میں آسانی، سہولت اور سادگی ملحوظ ہے، اور تکلف اور رسم ورواج کا ذکر نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ (صحیح ابن خزیمة)[1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میری سنت سے اعراض کیا، تو وہ مجھ سے نہیں (ابنِ خزیمہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اعراض کرنے میں دل سے اعراض کرنا یعنی دل سے سنت کو ناپسند کرنا بھی داخل ہے، اور عمل سے اعراض کرنا بھی داخل ہے، اور عمل سے اعراض کرنے میں سنت طریقہ کو چھوڑ کر تکلف اور رسم ورواج کو اختیار کرنا بھی داخل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِكُلِّ عَمَلٍ شِرَّةً وَإِنَّ لِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةً فَمَنْ كَانَتْ شِرَّتُهُ إِلٰى سُنَّتِيْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَمَنْ كَانَتْ شِرَّتُهُ إِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ فَقَدْ هَلَكَ (صحیح ابن حبان)[2]

---

[1] رقم الحديث ١٩٧، كتاب الوضوء، باب التغليظ فى ترك المسح على الخفين رغبة عن السنة.
قال الأعظمي: إسناده صحيح (حاشية صحيح ابن خزيمة)

[2] رقم الحديث ١١، المقدمة، باب الاعتصام بالسنة وما يتعلق بها نقلا وأمرا وزجرا.
قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرطهما (حاشية صحيح ابن حبان)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر عمل کا (شروع) ایک تیزی و جوش سے ہوتا ہے، اور ہر جوش (بالآخر) ٹھنڈا ہو جاتا ہے، پس جس کا جوش میری سنت کی طرف ہوگا، تو وہ کامیاب ہو جائے گا، اور جس کا جوش میری سنت کے علاوہ کی طرف ہوگا، تو وہ ہلاک ہو جائے گا (ابنِ حبان)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ کی سند سے ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

فَمَنُ اقْتَدٰى بِیُ فَهُوَ مِنِّیُ، وَمَنُ رَغِبَ عَنُ سُنَّتِیُ فَلَيُسَ مِنِّیُ، إِنَّ لِكُلِّ عَمَلٍ شِرَّةً ثُمَّ فَتُرَةً، فَمَنُ كَانَتُ فَتُرَتُهٗ إِلٰى بِدُعَةٍ فَقَدُ ضَلَّ، وَمَنُ كَانَتُ فَتُرَتُهٗ إِلٰى سُنَّةٍ فَقَدُ اهْتَدٰى (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۲۳۴۷۴) [1]

ترجمہ: پس جس نے میری اقتداء (یعنی میری اتباع و پیروی) کی، تو وہ مجھ سے تعلق رکھتا ہے، اور جس نے میری سنت سے اعراض کیا، تو وہ مجھ سے تعلق نہیں رکھتا، بے شک ہر عمل کا (شروع) میں ایک تیزی و جوش ہوتا ہے، اور ہر جوش (بالآخر) ٹھنڈا ہو جاتا ہے، پس جس (کے جوش) کا ٹھنڈا ہونا، بدعت کی طرف ہوگا، تو وہ گمراہ ہو جائے گا، اور جس (کے جوش) کا ٹھنڈا ہونا، میری سنت کی طرف ہوگا، تو وہ ہدایت پائے گا (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ ہر عمل شروع کرنے کے وقت عموماً جوش وخروش ہوتا ہے، اور ایک وقت آتا ہے کہ وہ جوش ٹھنڈا ہو جاتا ہے، پس جس کا جوش اور ٹھنڈا ہونا سنت کی طرف ہوگا، وہ بہرحال کامیاب ہوگا، یعنی سنت عمل کو اختیار کرنے میں بہرحال کامیابی ہے، خواہ جوش ہو یا نہ ہو، اور جس کا جوش یا ٹھنڈا ہونا غیر سنت یا بدعت کی طرف ہوگا، وہ ناکام اور ہلاک و برباد ہوگا۔

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

لہٰذا ہر حال میں غیر سنت اور بدعت کے طریقہ کو چھوڑ کر سنت والے طریقہ کو اختیار کرنا چاہئے، جس میں شادی بیاہ بھی داخل ہے، اسی سے کامیابی حاصل ہوگی، اور شادی بیاہ میں غیر سنت، رسم ورواج اوراس سے بڑھ کر بدعت والے عمل کو اختیار کرنا تباہی اور ہلاکت کا باعث ہوگا، اللہ حفاظت فرمائے۔ [1]

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ، وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِيْ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّا كُنَّا فِيْ جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ، فَجَاءَ نَا اللّٰهُ بِهٰذَا الْخَيْرِ، فَهَلْ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ شَرٌّ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَقُلْتُ: هَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَفِيْهِ دَخَنٌ، قُلْتُ: وَمَا دَخَنُهُ؟ قَالَ: قَوْمٌ يَسْتَنُّوْنَ بِغَيْرِ سُنَّتِيْ، وَيَهْدُوْنَ بِغَيْرِ هَدْيِيْ (مسلم) [2]

ترجمہ: دوسرے لوگ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کے متعلق معلوم کیا کرتے تھے اور میں شر کے بارے میں معلوم کیا کرتا تھا، اس خوف کی وجہ سے کہ کہیں وہ شر مجھے پہنچ جائے، ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم جاہلیت اور شر (یعنی برائی کے کاموں) میں مبتلا تھے، اللہ نے ہمارے پاس

---

[1] إن لكل عمل شرة، ولكل شرة فترة، فمن كانت فطرته إلى سنتى فقد اهتدى، ومن كانت إلى غير ذلك فقد هلك ."(هب) عن ابن عمرو (صح)

(إن لكل عمل شره) عام مخصوص بأعمال الآخرة بقرينة السياق .(ولكل شرة فترة) بفتح الفاء وسكون المثناة .(فمن كانت فترته إلى سنتى) أى إلى طريقتى التى كنت عليها .(فقد اهتدى) أى سار سيرة مرضية (ومن كانت إلى غير ذلك فقد هلك) لأن من سلك غير هديه -صلى الله عليه وسلم -فهو من الهالكين (هب) عن ابن عمرو) قال الهيثمى :رجاله رجال الصحيح(التَّنويرُ شَرْحُ الجَامِعِ الصَّغِير للصنعانى،تحت رقم الحديث ٢٤١٠)

[2] رقم الحديث١٨٤٧ "٥١" كتاب الامارة، باب الأمر بلزوم الجماعة عند ظهور الفتن وتحذير الدعاة إلى الكفر.

(دینِ اسلام کی شکل میں) خیر بھیج دی، تو کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک، میں نے عرض کیا کہ کیا اس شر کے بعد کوئی خیر بھی ہوگی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک! اور اس خیر میں کچھ کدورت ہوگی، میں نے عرض کیا کہ کیسی کدورت ہوگی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ لوگ میری سنت کے علاوہ کو سنت سمجھیں گے اور میری ہدایت کے علاوہ کو ہدایت جان لیں گے (مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ شادی بیاہ اور ہر چیز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور سیرت کو اختیار کرنا خیر کا باعث ہے، اور اس کو چھوڑ کر دوسرے طریقوں کو ہدایت وخیر کا باعث سمجھنا، شر کا باعث ہے۔

اور نکاح، شادی اور بیاہ میں آسانی وسادگی خیر وبرکت کا ذریعہ ہے، لہٰذا اس کو اختیار کرنا ہدایت اور کامیابی کا ذریعہ ہے، اور اس کے برعکس رسم ورواج اور تکلفات کو اختیار کرنا اور ان چیزوں میں کامیابی کو تلاش کرنا، شر کا ذریعہ ہے۔

جو لوگ کبر وعُجب، نمود ونمائش، ریاء ودکھلاوے اور تکلفات اور رسمیات میں کامیابی اور سادگی و آسانی میں ناکامی سمجھتے ہیں، وہ بھی شر وبرائی کو اختیار اور ناکامی کا سامان اختیار کررہے ہیں۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَنْ سَنَّ فِى الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَـنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَىْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِى الْإِسْلَامِ سُـنَّةً سَيِّـئَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ عَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَىْءٌ (مسلم) [1]

[1] رقم الحديث ١٩٧٥، كتاب العلم، باب من سن سنة حسنة أو سيئة ومن دعا إلى هدى أو ضلالة، مسند احمد رقم الحديث ١٩١٥٦.

ترجمہ: جس نے اسلام میں اچھے طریقہ کی بنیاد ڈالی (اوراچھا طریقہ جاری کیا) جس پر بعد میں عمل کیا گیا، تو اس شخص کو ان سب عمل کرنے والوں کے برابر ثواب حاصل ہوگا، لیکن ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جس نے کسی برے طریقہ کی بنیاد ڈالی (اور برا طریقہ جاری کیا) جس پر اس کے بعد عمل کیا گیا، تو اس کو ان سب عمل کرنے والوں کے برابر وبال ہوگا، لیکن ان دوسروں کے وبال میں سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ دَعَا إِلٰى هُدًى، كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ دَعَا إِلٰى ضَلَالَةٍ، كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے (کسی کو) ہدایت کی طرف بلایا تو اس کو ان لوگوں کے عمل کے برابر ثواب حاصل ہوگا، جنہوں نے اس کی ہدایت (یعنی شریعت کے حکم اور سنت طریقہ) کی پیروی کی، مگر اس کی وجہ سے ان (ہدایت پر چلنے والوں) کے اجر وثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی، اور جس نے (کسی کو) ضلالت وگمراہی (یعنی غیر شرعی کام اور بدعت وغیرہ) کی طرف بلایا، تو اس کو ان لوگوں کے گناہوں کے برابر گناہ ہوگا، جنہوں نے اس کی ضلالت وگمراہی (یعنی غیر شرعی کام اور بدعت وغیرہ) کی پیروی کی، مگر اس کی وجہ سے ان (گناہ گاروں) کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی (مسلم)

---

[1] رقم الحديث ۲۶۷۴ ''۱۶'' كتاب الزكاة، باب من سن سنة حسنة أو سيئة ومن دعا إلى هدى أو ضلالة

اس طرح کی احادیث اور بھی کئی سندوں سے مروی ہیں۔ [1]

معلوم ہوا کہ اچھے کام کو شروع کرنے اور بنیاد ڈالنے اور رواج دینے کا بہت ثواب ہے، اور اس کے برعکس برے کام کی بنیاد ڈالنے کا گناہ بہت سخت ہے۔

اور شادی بیاہ کی رسموں کو ایجاد کر کے دوسروں کو ان میں لگانا بھی اس گناہ کو جاری کرنے میں داخل ہے، اور اس کے برعکس شادی بیاہ کو سادگی و آسانی کے ساتھ انجام دے کر اس کا دوسروں کے لئے راستہ کھولنا بھی اس خیر کے کام کو جاری کر کے عظیم ثواب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

---

[1] عن أبي هريرة، قال :جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فحث عليه، فقال رجل :عندي كذا وكذا .قال :فما بقي في المجلس رجل إلا قد تصدق بما قل أو كثر، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من سن خيرا فاستن به، كان له أجره كاملا، ومن أجور من استن به لا ينقص من أجورهم شيئا، ومن استن شرا فاستن به، فعليه وزره كاملا، ومن أوزار الذي استن به لا ينقص من أوزارهم شيئا (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١٠٧٤٩)

قال شعب الارنؤط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

عن حذيفة قال :سأل رجل على عهد النبي صلى الله عليه وسلم فأمسك القوم، ثم إن رجلا أعطاه فأعطى القوم، فقال النبي صلى الله عليه وسلم " :من سن خيرا فاستن به كان له أجره ومن أجور من يتبعه غير منتقص من أجورهم شيئا، ومن سن شرا فاستن به كان عليه وزره ومن أوزار من يتبعه غير منتقص من أوزارهم شيئا (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٢٣٢٨٩)

قال شعب الارنؤط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

عن أبي جحيفة، قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم " :-من سن سنة حسنة عمل بها بعده، كان له أجره ومثل أجورهم من غير أن ينقص من أجورهم شيئا، ومن سن سنة سيئة، فعمل بها بعده، كان عليه وزره ومثل أوزارهم، من غير أن ينقص من أوزارهم شيئا(سنن ابن ماجه، رقم الحديث ٢٠٧)

قال شعب الارنؤط:صحيح بما قبله من الأحاديث، وهذا إسناد حسن(حاشية ابن ماجه)

عن واثلة بن الأسقع، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال :من سن سنة حسنة فله أجرها ما عمل به في حياته وبعد مماته حتى يترك، ومن سن سنة سيئة فعليه إثمها حتى يترك، ومن مات مرابطا في سبيل الله جرى له أجر المرابط حتى يبعث يوم القيامة(المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ١٨٤)

قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير، ورجاله موثقون(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٧٧٢)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

أَرْبَعٌ يُعْطَاهُنَّ الرَّجُلُ بَعْدَ مَوْتِهِ: ثُلُثُ مَالِهِ إِذَا كَانَ فِيهِ قَبْلَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ مُطِيعًا، وَالْوَلَدُ الصَّالِحُ يَدْعُوْ لَهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ، وَالسُّنَّةُ الْحَسَنَةُ يَسُنُّهَا الرَّجُلُ فَيُعْمَلُ بِهَا بَعْدَ مَوْتِهِ، وَالْمِائَةُ إِذَا شَفَعُوْا لِلرَّجُلِ شُفِّعُوْا فِيهِ (مسند الدارمی) [1]

ترجمہ: چار چیزیں ہیں جو آدمی کو مرنے کے بعد بھی عطا کی جاتی ہیں، ایک اپنے مال کا تہائی حصہ (جس کو وہ کارِ خیر میں لگائے یا اس کی وصیت کرے)، بشرطیکہ اس مال کے حاصل کرنے (یعنی کمانے) میں وہ اللہ کا تابعدار رہا ہو (یعنی اس نے وہ مال حلال طریقہ پر حاصل کیا ہو) دوسرے نیک صالح اولاد، جو اس کے مرنے کے بعد اس کے لئے دعاء کرتی ہو، تیسرے نیک طریقہ جو وہ جاری کرے، اور لوگ اس کی موت کے بعد اس پر عمل کریں، چوتھے سو افراد جو اس کی شفاعت (یعنی مغفرت کی دعاء) کریں، تو یہ شفاعت قبول کی جاتی ہے (دارمی)

معلوم ہوا کہ نیک عمل کی بنیاد ڈالنے والے کو عظیم اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے۔ [2]

نیز آزمائش کے زمانے میں جبکہ شریعت کے حکم پر عمل کرنا مشکل ہو، تو اس وقت شریعت کے حکم پر ثابت قدم رہنے کی بھی عظیم فضیلت ہے۔ [3]

---

[1] رقم الحدیث ۵۳۴، کتاب المقدمة، باب من سن سنة حسنة أو سیئة.
قال حسین سلیم اسد الدارانی:
إسناده صحیح إلی عبد الله ولکن مثله لا یقال بالرأی (حاشیة مسند الدارمی)

[2] مذکورہ احادیث میں از خود نیا طریقہ جاری کرنا مراد نہیں ہے، بلکہ جس طریقہ اور جس چیز کا شریعت میں دلالۃً، اشارتاً ثبوت موجود ہو اس کی طرف دعوت دینا، اس کی تعلیم دینا، اس کو زندہ کرنا اور خود اس پر عمل کرنا اور لوگوں کو اس پر عمل کرنے کی تلقین کرنا مراد ہے۔

[3] حدثنی أبو أمیة الشعبانی، قال :سألت أبا ثعلبة الخشنی فقلت :یا أبا ثعلبة، کیف تقول فی هذه الآیة :(علیکم أنفسکم)؟ (المائدة :، قال :أما والله لقد سألت عنها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

موجودہ دور میں جبکہ شادی بیاہ اور نکاح کے معاملات میں عام طور پر سنت طریقہ کو چھوڑ دیا گیا ہے اور آسانی وسادگی کو معیوب سمجھا جانے لگا ہے، ان حالات میں سنت طریقہ کے مطابق شادی بیاہ کو انجام دینے والا، مشکل وقت میں ایک طرح سے دوسرے کے لئے خیر کا راستہ کھولنے اور خیر کی دعوت دینے والا شمار ہوگا، جس کی پیروی کرنے والوں کا بھی اس کو اجر وثواب حاصل ہوگا، اور اس کے برعکس رسم ورواج اور برے طریقے اختیار وایجاد کرنے والے کو سخت گناہ ہوگا۔

مگر آج کل عموماً مسنون اور آسان نکاح کے طریقہ اور سادگی کو چھوڑ کر تکلفات اور فضولیات اور مختلف رسموں بلکہ متعدد منکرات وگناہوں کو اختیار کیا جاتا ہے، نکاح سے پہلے ہی منگنی کے عنوان سے رسم کی جاتی ہے، جس میں لوگوں کو جمع کرنے، کھلانے پلانے کا اہتمام کیا جاتا ہے، دونوں طرف سے قیمتوں جوڑوں کا لین دین ہوتا ہے، اور کچھ نقدی وزیورات کا لینا دینا بھی ہوتا ہے، بے پردگی اور تصویر سازی کا بھی ارتکاب کیا جاتا ہے، نکاح ورخصتی کی تاریخ رکھنے کے نام پر بھی مستقل رسمیں کی جاتی ہیں، بعض جگہ اس موقع پر لال خط پڑھا جاتا ہے اور لوگوں کو اس تقریب میں شریک کر کے کھلانا پلانا ضروری سمجھا جاتا ہے، پھر جب نکاح ورخصتی کا مرحلہ قریب ہوتا ہے، تو مہندی کے عنوان سے ایک رسم انجام دی جاتی ہے، اور اس موقع پر بھی کئی منکرات کئے جاتے ہیں، ہونے والی دلہن کو مہندی کے رنگ کا جوڑا پہنایا جاتا ہے، مختلف مرد اور عورتیں جمع ہوتی ہیں، بے پردگی عام ہوتی ہے، نامحرم مرد اور عورتیں ساتھ مل

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

خبيرا، سألت عنها رسول الله -صلى الله عليه وسلم -فقال" :بل ائتمروا بالمعروف، وتناهوا عن المنكر، حتى إذا رأيت شحا مطاعا، وهوى متبعا، ودنيا مؤثرة، وإعجاب كل ذى رأى برأيه، فعليك -يعني بنفسك -ودع عنك العوام، فإن من ورائكم أيام الصبر، الصبر فيه مثل قبض على الجمر، للعامل فيهم مثل أجر خمسين رجلا يعملون مثل عمله "وزادني غيره :قال :يا رسول الله :أجر خمسين منهم؟ قال" :أجر خمسين منكم(ابو داؤد، رقم الحديث ۴۳۴۱)

قال شعيب الارنؤوط: حسن (حاشية ابى داؤد)

کر تصاویر بنواتے ہیں اور خوب ہلّہ گلّہ کرتے ہیں، پھر بارات کے عنوان سے دھوم دھام کے ساتھ رسمیں کی جاتی ہیں، اور بارات اور ولیمہ میں شرکت کے لئے قیمتی اور مہنگے شادی کارڈ تیار کئے جاتے ہیں، بہت سے لوگ تو اردو زبان کے بجائے انگریزی زبان میں مضمون لکھواتے ہیں، جبکہ ان میں سے بہت سے تو خود بھی انگریزی پڑھے لکھے نہیں ہوتے، اور جن کو دعوت دی جاتی ہے، ان میں سے اکثر لوگوں کا بھی یہی حال ہوتا ہے۔

اور دعوت وتقریب میں شریک لوگوں کی طرف سے نیوتہ، نندرہ وغیرہ کے عنوان سے نقدی کی وصولی ضروری سمجھی جاتی ہے، اور جس کے پاس دینے کے لئے نقدی کا انتظام نہ ہو وہ قرض لے کر یا ناجائز ذریعہ سے پیسہ حاصل کر کے اس کا انتظام کرتا ہے اور بھی نہ جانے کیا کیا خرافات ومنکرات مثلاً بے پردگی، موسیقی وغیرہ کا ارتکاب ہوتا ہے۔

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

> ان (شادی بیاہ کی) رسموں نے مسلمانوں کو تباہ کر ڈالا ہے، اس لئے میں نے منگنی کا نام قیامتِ صغریٰ اور شادی کا نام قیامتِ کبریٰ رکھا ہے، ان شادیوں کی بدولت گھروں کو گھن لگ جاتا ہے حتیٰ کہ رفتہ رفتہ سارے گھر کا خاتمہ ہو جاتا ہے (اسلامی شادی ص ۲۳۹ ”بحوالہ عضل الجاہلیہ ص ۳۶۶“)
>
> منگنی میں زبانی وعدہ کافی ہے، نہ حجام کی ضرورت نہ جوڑا اور نشانی اور شیرینی کی حاجت اور جب دونوں (لڑکا لڑکی) نکاح کے قابل ہو جائیں، زبانی یا بذریعۂ خط وکتابت کوئی وقت ٹھہرا کر دولہا کو بلالیں، ایک اس کا سرپرست اور ایک خدمت گار اس کے ہمراہ کافی ہے، نہ بَری کی ضرورت، نہ برات کی حاجت، نکاح کے فوراً! یا ایک آدھ روز مہمان رکھ کر اس کو رخصت کر دیں، اور بقدر اپنی گنجائش کے جو ضروری (سامان) اور کارآمد چیزیں جہیز میں دینا منظور ہوں، بلا اعلان کے اس کے گھر بھیج دیں، یا اپنے گھر اس کے سپرد کر دیں، نہ سسرال کے جوڑوں کی

ضرورت، نہ چوتھی بہوڑوں کی حاجت، اور جب چاہیں دلہن والے بلالیں اور جب موقع ہو دولہا والے بلالیں...... اگر توفیق ہو تو شکریہ میں حاجت مندوں کو (صدقہ خیرات) دے دو، کسی کام کے لئے قرض مت کرو، البتہ ولیمہ مسنون ہے وہ بھی خلوصِ نیت واختصار کے ساتھ نہ کہ فخر واشتہار کے ساتھ، ورنہ ایسا ولیمہ بھی جائز نہیں، حدیث میں ایسے ولیمہ کو شرُّ الطعام (بدترین کھانا) فرمایا گیا ہے نہ ایسا ولیمہ جائز نہ اس کا قبول کرنا جائز (''اصلاح الرسوم ص ۱۱۹ و اسلامی شادی ص ۲۸۵'')

احادیث سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ نکاح نہایت سادی چیز ہے، بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا تھا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ مجلس میں موجود بھی نہ تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھ کر یوں فرمایا تھا ''اِنْ رَضِیَ عَلِیٌّ بِذٰلِکَ'' یعنی اگر علی اس نکاح کو منظور کریں، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے قبول کیا، کیسا سادہ نکاح ہے جہاں دولہا بھی موجود نہ تھے۔ [۱]

---

[۱] درج بالا الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بندہ کو معتبر سند کے ساتھ دستیاب نہ ہوسکی، بلکہ اس کی سند کو محدثین نے شدید ضعیف قرار دیا ہے۔

البتہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے نکاح ورخصتی سے متعلق جو احادیث وروایات معتبر سند کے ساتھ دستیاب ہوئیں، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے نکاح کے نمونے میں نقل کردی گئی ہیں، ان میں وہ روایات بھی ہیں، جن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام دینا ثابت ہے، مگر ان سے بھی اس نکاح میں سادگی کا ثبوت ملتا ہے، غرضیکہ سادہ نکاح کا ثبوت مندرجہ بالا روایت پر موقوف نہیں۔

محمد رضوان

حدثنا أبو عبد الله محمد بن مخلد العطار قال :حدثنا أبو الحسن محمد بن نهار بن عمار بن يحيى ,عن يعلى التيمى قال :حدثنا عبد الملک بن خيار ابن عم ,يحيى بن معين قال :حدثنا محمد بن دينار الغرقى ,بساحل دمشق قال :حدثنا هشيم ,عن يونس ,عن الحسن ,عن أنس قال :بينا أنا قاعد ,عند النبى صلى الله عليه وسلم إذ غشيه الوحى ,فلما سرى عنه قال لى :يا أنس ,تدرى ما جاء نى به جبريل عليه السلام من صاحب العرش عز وجل؟ قلت :بأبى وأمى ما جاء ک به جبريل عليه السلام من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

بعض لوگ اس سادگی کی وجہ میں یہ کہہ دیتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس تھا ہی کیا، فقر وفاقہ کی حالت تھی، جہاں جبرئیل دربانی کریں، اگر آپ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

صاحب العرش عز وجل؟ قال :إن الله عز وجل أمرنی أن أزوج فاطمة من علی ,انطلق وادع لی أبا بکر ,وعمر ,وعثمان ,وعليا ,وطلحة ,والزبیر ,وبعدتهم من الأنصار قال :فدعوتهم ,فلما أخذوا مقاعدهم قال النبی صلی الله علیه وسلم " :الحمد لله المحمود بنعمه ,المعبود بقدرته ,المطاع بسلطانه ,المرغوب إليه فيما عنده , المرهوب من عذابه ,النافذ أمره فی أرضه وسمائه ,الذی خلق الخلق بقدرته ,وميزهم بأحكامه ,وأعزهم بدينه ,وأكرمهم بنبيه محمد صلی الله علیه وسلم ثم إن الله عز وجل جعل المصاهرة نسبا لاحقا ,وأمرا مفترضا ,وشج به الأرحام ,وألزمها الأنام , فقال تبارک اسمه ,وتعالی ذکره :(وهو الذی خلق من الماء بشرا فجعله نسبا وصهرا) فأمر الله عز وجل يجری إلی قضائه ,وقضاؤه يجری إلی قدره ,فلکل قدر أجل ,ولکل أجل کتاب ,يمح الله ما يشاء ويثبت ,وعنده أم الکتاب ,ثم إن الله عز وجل أمرنی أن أزوج فاطمة من علی ,وأشهدکم أنی قد زوجته علی أربعمائة مثقال فضة ,إن رضی بذلک علی "وکان علی رضی الله عنه غائبا قد بعثه رسول الله صلی الله علیه وسلم فی حاجة ,ثم إن رسول الله صلی الله علیه وسلم أمر بطبق فيه بسر فوضع بين أيدينا ,ثم قال :انتهبوا فبينا نحن ننتهب إذ أقبل علی رضی الله عنه ,فتبسم إليه النبی صلی الله علیه وسلم ثم قال :يا علی ,إن الله عز وجل أمرنی أن أزوجک فاطمة ,وقد زوجتکها علی أربعمائة مثقال فضة إن رضيت فقال علی :قد رضيت يا رسول الله ثم إن عليا مال ,فخر ساجدا شکرا لله عز وجل ,الذی حببنی إلی خير البرية محمد صلی الله علیه وسلم ,فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم :بارک الله عليکما ,وبارک فيکما ,وأسعد جدکما ,وأخرج منکما الکثير الطيب قال أنس : فوالله لقد أخرج منهما الکثير الطيب (الشريعة،للآجُری، رقم الحديث١٦١٥)

قال السيوطی:موضوع وضعه ابن دينار (قلت) أخرجه ابن عساکر وقال غريب لا أعلمه يروی إلا بهذا الإسناد.قال وذکر أبو الفضل محمد بن طاهر المقدسی فی کتاب تکملة الکامل فی معرفة الضعفاء قال محمد بن دينار روی عن هشيم عن يونس بن عبيد عن الحسن عن أنس تزويج علی بفاطمة والراوی عنه من أهل الساحل دمشقی فيه جهالة والله أعلم(اللآلی المصنوعة فی الأحاديث الموضوعة، للسُّيوطی، ج ۱،ص ۳٦۳)

وقال ايضاً:وضع ابن دينار هذا الحديث فوضع الطريق الأول إلی أنس ووضع هذا الطريق إلی جابر ونسب فی الطريق الأولی إلی جده(اللآلی المصنوعة فی الأحاديث الموضوعة، للسُّيوطی، ج ۱،ص ۳٦۴)

چاہتے تو ملائکہ (یعنی فرشتے) آتے، جنت سے جوڑے جہیز میں لاتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کیا پوچھتے ہو (اسلامی شادی ص۲۸۴، بحوالہ ’’العاقلات الغافلات ص ۳۴۶‘‘)

اس (نکاح) کے متعلق شریعت میں کتنی راحت (وآرام) کی تعلیم ہے، برخلاف ان رسوم کے جو ہم نے ایجاد کررکھی ہیں کہ ان میں کتنی مشکلات ہیں، دیکھئے نکاح کتنا مختصر ہے کہ کوئی چیز ایسی مختصر نہیں ہے، سب چیزوں میں پیسہ لگتا ہے، مگر اس میں ایک پیسہ بھی صرف (اور خرچ) نہیں ہوتا، آدمی کو رہنے کے لئے مکان کی ضرورت ہوتی ہے، اس میں بھی پیسہ لگتا ہے، کھانے پینے میں پیسہ لگتا ہے، لیکن نکاح میں ایک پیسہ بھی نہیں لگتا، کیونکہ نکاح کا رکن ہے ایجاب وقبول، صرف زبان سے دو لفظ کہنا ہے، اس میں کیا لگا (اور کیا خرچ ہوا) اگر یہ کہو کہ نکاح میں لگتا کیوں نہیں؟ (اور پیسہ کیسے خرچ نہیں ہوتا؟) چھوارے تقسیم ہوتے ہیں اور مہر میں تو پیسہ لگتا ہی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چھوارے تقسیم کرنا (بلکہ نکاح ہونے کے بعد کچھ بھی تقسیم کرنا) واجب نہیں، رہا مہر سو اکثر (اور عام طور پر وہ) ادھار ہوتا ہے (جو فی الحال ادا نہیں کرنا پڑتا) اصل چیز جس سے مفر (اور بچنے کا راستہ) نہیں وہ عقد ہے اور عقدِ نکاح میں ایک پیسہ کا بھی خرچ نہیں، رہا ولیمہ سو وہ بھی سنت ہے، واجب اور فرض نہیں، پھر وہ نکاح کے بعد کا قصہ ہے اور ولیمہ بھی پہلے زمانے میں سنت تھا (اور آج ہم نے سنت کے بجائے فرض کا درجہ دے رکھا ہے نیز) اس وقت جو اکثر رسمی ولیمہ ہوتا ہے وہ محض تفاخر (بڑائی ظاہر کرنے) کے لئے ہوتا ہے، اس میں روپیہ بالکل برباد ہی جاتا ہے، غور کیا جائے تو ہمارا زیادہ تر روپیہ تفاخر (یعنی بڑائی حاصل کرنے) ہی میں برباد جاتا ہے (اسلامی شادی ص۲۸۳، بحوالہ ’’الاتمام لنعمۃ الاسلام‘‘ ملحقہ محاسنِ اسلام ص ۲۲۴)

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے شادی کو سادے طریقے پر انجام دینے اور موجودہ ومروجہ رسوم ورواج سے بچنے پر ایک جامع مضمون تحریر فرمایا ہے جو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

Idara Ghufran

’’حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ان دس خوش نصیب صحابہ میں سے ہیں، جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (دنیا ہی میں) جنت کی خوشخبری دی تھی، حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو ان کے کپڑوں پر ایک پیلا سا نشان نظر آیا، آپ نے پوچھا کہ یہ کیسا نشان ہے؟ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے ایک خاتون سے نکاح کیا ہے (مطلب یہ تھا کہ نکاح کے موقع پر کپڑوں پر خوشبو لگائی تھی اس کا یہ نشان باقی رہ گیا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں برکت کی دعا دی اور فرمایا کہ ولیمہ کرنا، چاہے ایک بکری ہی کا ہو۔

اندازہ لگایئے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے قریبی صحابی ہیں کہ دس منتخب صحابۂ کرام میں ان کا شمار ہوتا ہے، لیکن انہوں نے نکاح کیا تو نکاح کی مجلس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک کو دعوت دینے کی ضرورت نہیں سمجھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑوں پر لگی ہوئی خوشبو کا نشان دیکھ کر سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے نکاح کیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کوئی شکایت نہیں فرمائی کہ تم اکیلے اکیلے نکاح کر بیٹھے اور ہمیں پوچھا بھی نہیں، شکایت کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعا دی، البتہ ساتھ ہی یہ ترغیب بھی دی کہ ولیمہ کریں۔

دراصل اسلام نے نکاح کو اتنا آسان اور اتنا سادہ بنایا کہ جب دونوں فریق راضی ہوں، وہ کسی بے جا رکاوٹ کے بغیر یہ رشتہ قائم کرسکیں، شریعت نے یہ شرط بھی نہیں لگائی کہ کوئی قاضی یا عالم ہی نکاح پڑھائے، شریعت کی طرف سے شرط صرف اتنی ہے کہ نکاح کی مجلس میں دو گواہ موجود ہوں، اگر دولہا دلہن عاقل و بالغ ہوں تو ان میں سے کوئی دوسرے سے کہہ دے کہ میں نے تم سے نکاح کیا، دوسرا

جواب دے دے کہ میں نے قبول کیا، بس نکاح ہو گیا۔ ۱
نہ اس کے لئے کسی عدالت میں جانے کی ضرورت ہے نہ کسی تقریب کی کوئی شرط

---

۱ ملحوظ رہے کہ جمہور فقہائے کرام یعنی مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق، عاقل بالغ لڑکی کو خود سے اپنا نکاح کرنے کا اختیار نہیں، جب تک کہ اس کا ولی و سرپرست یا اس کے ولی کا مجاز و نمائندہ نکاح نہ کرے، البتہ نکاح کے لئے عاقل، بالغ لڑکی کی رضامندی ضروری ہے۔
اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق، جو کہ ظاہر الروایۃ ہے، عاقل، بالغ لڑکی اپنا نکاح منعقد کر سکتی ہے، اور درج بالا متن میں مذکور قول اسی ظاہر الروایۃ کے مطابق ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق اگر عاقلہ، بالغہ لڑکی اپنے ولی کی رضامندی کے بغیر کفو میں نکاح کرے، تو منعقد ہو جاتا ہے، ورنہ نہیں۔
بعض مشائخِ حنفیہ نے اس قول کو فتویٰ کے لئے مختار قرار دیا ہے، اور اس بارے میں امام ابو یوسف اور امام محمد کی روایات مختلف ہیں۔
اس لئے متن میں جو قول تحریر کیا گیا ہے، اس سے غلط فہمی پیدا نہیں ہونی چاہئے۔ محمد رضوان۔

المرأة البالغة العاقلة الحرة الرشيدة لا يجوز لها تزويج نفسها، بمعنى أنها لا تباشر العقد بنفسها، وإنما يباشره الولي عند جمهور الفقهاء..

أما الحنفية :فإنه لا يجوز عندهم إجبار البالغة على النكاح بكرا كانت أم ثيبا، ولها أن تعقد النكاح بنفسها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۱، ص ۲۵۴، مادة "تزويج")

ذهب المالكية والشافعية والحنابلة إلى أن المرأة لا تزوج نفسها ولا غيرها، أي لا ولاية لها في عقد النكاح على نفسها ولا غيرها بالولاية، وهو ما نقله عن أبي يوسف كل من الطحاوي والكرخي وأنه القول الذي رجع إليه أخيرا على ما سيأتي...

وقال أبو حنيفة في الرواية الأولى عنه وهي ظاهر الرواية :تجوز مباشرة الحرة البالغة العاقلة عقد نكاحها ونكاح غيرها مطلقا إلا أنه خلاف المستحب.

ورواية الحسن عن أبي حنيفة وهي المختارة للفتوى :إن عقدت مع كفء جاز ومع غيره لا يصح.

ونقل عن أبي يوسف ثلاث روايات، اختلف في ترتيبها، فذكر السرخسي أن أبا يوسف قال :لا يجوز مطلقا إذا كان لها ولي، ثم رجع إلى الجواز من الكفء لا من غيره، ثم رجع إلى الجواز مطلقا من الكفء وغيره.

وذكر الطحاوي أن قوله المرجوع إليه هو عدم الجواز إلا بولي، وكذا الكرخي في مختصره حيث قال :وقال أبو يوسف :لا يجوز إلا بولي وهو قوله الأخير.

قال الكمال :ورجح قول الشيخين (الطحاوي والكرخي) وهو أن قول أبي يوسف الذي رجع إليه هو عدم الجواز؛ لأن الطحاوي والكرخي أقوم وأعرف بمذاهب أصحابنا.

وعن محمد روايتان :الأولى :انعقاده موقوفا على إجازة الولي إن أجازه نفذ وإلا بطل، إلا أنه إذا كان كفئا وامتنع الولي يجدد القاضي العقد ولا يلتفت إليه.

والثانية :رجوعه إلى ظاهر الرواية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۴، ص ۱۹۳، مادة "تولي")

Idara Ghufran

ہے ،نہ دعوت ضروری ہے نہ جہیز لازمی ہے ،ہاں !دلہن کے اکرام کے لئے مہرضروری ہے، اورصحیح طریقہ یہی ہے کہ مہر کاتعین بھی نکاح ہی کے وقت کرلیا جائے،لیکن اگر بالفرض نکاح کے وقت مہر کاذکرنہ آیا ہو تب بھی نکاح ہوجاتا ہےاورمہرِ مثل لازم سمجھا جاتا ہے،نکاح کے وقت خطبہ بھی ایک سنت ہے اورحتی الامکان اس سنت کی برکات ضرورحاصل کرنی چاہئیں،لیکن نکاح کی صحت اس پرموقوف نہیں ، لہٰذا اگرخطبہ کے بغیرہی ایجاب وقبول کرلیا جائے ،تب بھی نکاح صحیح ہوجاتا ہے،نکاح میں کوئی نقص نہیں آتا۔

ولیمہ جس کی ترغیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا حدیث میں دی ہے وہ بھی سنت ہے،لیکن اول تووہ بھی ایسا فرض یاواجب نہیں کہ اس کے بغیرنکاح نہ ہوسکتا ہو،دوسرے اس کی کوئی مقدار شریعت نے مقررنہیں کی ،نہ مہمانوں کی کوئی تعداد لازمی قرار دی ہے، ہرشخص اپنی مالی استطاعت کے اعتبار سے اس کا فیصلہ کرسکتا ہےاوراس کے لئے قرض ،ادھارکرنے کی بھی نہ صرف کوئی حاجت نہیں، بلکہ ایسا کرنا شرعاً ناپسندیدہ ہے ،کوئی شخص جتنے مختصر پیمانے پرولیمہ کرسکتا ہے، اتنے ہی مختصر پیمانے پرکرلے اورنہ کرسکے تب بھی اس سے نکاح میں کوئی نقص واقع نہیں ہوتا۔

اسلام نے نکاح کواتنا آسان اس لئے کیا تھا کہ نکاح انسانی فطرت کا ایک ضروری تقاضا جائز طریقے سے پورا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے اوراگراس جائز ذریعے پررکاوٹیں عائد کی جائیں ،یااس کومشکل بنایا جائے تواس کا لازمی نتیجہ بے راہ روی کی صورت میں نمودار ہوتا ہے،جب کوئی شخص اپنی فطری ضرورت پوری کرنے کے لئے جائز (اورآسان)راستے بند پائے گا،تواس کے دل میں ناجائز راستوں کی طلب پیدا ہوگی ، اوراس طرح پورا معاشرہ

بگاڑ کا شکار ہوگا۔

لیکن اسلام نے نکاح کو جتنا آسان بنایا تھا، ہمارے موجودہ معاشرتی ڈھانچے نے اسے اتنا ہی مشکل بنا ڈالا ہے، نکاح کے بابرکت معاہدے پر ہم نے لاتعنا ہی رسموں، تقریبات اور فضول اخراجات کا ایسا بوجھ لاد رکھا ہے کہ ایک غریب، بلکہ متوسط آمدنی والے شخص کے لئے بھی وہ ایک ناقابلِ عبور پہاڑ بن کر رہ گیا ہے، اور کوئی شخص اس وقت تک نکاح کا تصور نہیں کرسکتا، جب تک اس کے پاس (گری سے گری حالت میں بھی) لاکھ دو لاکھ روپے موجود نہ ہوں۔ یہ لاکھ دو لاکھ روپے نکاح کی حقیقی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لئے نہیں، بلکہ صرف فضول رسموں کا پیٹ بھرنے کے لئے درکار ہیں، جنہیں خرچ کرنے سے زندگی کی حقیقی ضروریات پوری کرنے میں کوئی مدد نہیں ملتی۔

شریعت کی طرف سے نکاح کے موقع پر لے دے کر صرف ایک دعوتِ ولیمہ مسنون تھی، اور وہ بھی ہر شخص کی استطاعت کے مطابق، لیکن اب تقریبات اور دعوتوں کا سلسلہ روز بروز بڑھتا ہی جا رہا ہے، منگنی کی تقریب ایک مستقل شادی کی شکل اختیار کرتی جا رہی ہے اور عین نکاح کے موقع پر مہندی ابٹن سے لے کر چوتھی بھوڑے [1] تک تقریباً ہر روز کسی نہ کسی تقریب کا اہتمام لازمی سمجھ لیا گیا ہے، جس کے بغیر شادی بیاہ کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ پھر تقریبات میں بھی زمانے کی ترقی کے ساتھ ساتھ نت نئے اخراجات کا اضافہ ہو رہا ہے، نئے نئے مطالبے سامنے آ رہے ہیں، نئی نئی رسمیں وجود میں آ رہی ہیں، غرض فضولیات کا ایک طومار [2] ہے، جس نے شادی کو خاص طور سے غریب اور متوسط آدمی کے لئے ایک ایسی ذمہ داری میں تبدیل کر دیا ہے جو عام طور پر صرف حلال آمدنی

---

[1] بھوڑا۔ یعنی واپسی کا کھانا، دلہن کے ساتھ جو کھانا بارات کی واپسی کے وقت بھیجا جاتا ہے (فیروز اللغات ص ۲۲۹)

[2] طومار۔ کاغذات کا لمبا چوڑا پلندہ، لمبی داستان (فیروز اللغات ۸۸۶)

سے پوری نہیں ہوسکتی، لہٰذا اسے پورا کرنے کے لئے کہیں نہ کہیں ناجائز ذرائع کا سہارا لینا پڑتا ہے اور اس طرح نکاح کا یہ کارِخیر نہ جانے کتنی بدعنوانیوں اور کتنے گناہوں کا ملغوبہ بن کر رہ جاتا ہے اور جس نکاح کا آغاز ہی بدعنوانی یا گناہ سے ہو، اس میں خیر و برکت کہاں سے آئے گی؟

خوشی کے مواقع پر اعتدال کے ساتھ خوشی منانے پر شریعت نے کوئی پابندی نہیں لگائی، لیکن خوشی منانے کے نام پر ہم نے اپنے آپ کو جن بے شمار رسموں میں جکڑ لیا ہے، ان کا نتیجہ یہ ہے کہ خوشی، جو دل کی فرحت کا نام تھا، وہ تو پیچھے چلی گئی ہے، اور رسموں کے لگے بندھے قواعد آگے آگئے ہیں، جن کی ذرا خلاف ورزی ہو تو شکوے شکایتوں اور طعن و تشنیع کا طوفان کھڑا ہو جاتا ہے، لہٰذا شادی کی تقریبات رسموں کی خانہ پُری کی نذر ہو جاتی ہیں، جس میں پیسہ تو پانی کی طرح بہتا ہی ہے، دل و دماغ ہر وقت رسمی قواعد کے بوجھ تلے دبے رہتے ہیں، شادی کے انتظامات کرنے والے تھک کر چور ہو جاتے ہیں، پھر بھی کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی شکایت کا سامان پیدا ہو ہی جاتا ہے، جس کے نتیجے میں بعض اوقات لڑائی جھگڑوں تک بھی نوبت پہنچ جاتی ہے۔

زبان سے اس صورتِ حال کو ہم سب قابلِ اصلاح سمجھتے ہیں، لیکن جب عمل کی نوبت آتی ہے تو عموماً پرنالہ وہیں رگرتا ہے، اور ایک ایک کر کے ہم تمام رسموں کے آگے ہتھیار ڈالتے چلے جاتے ہیں۔

اس صوتِ حال کا کوئی حل اس کے سِوا نہیں ہے کہ اول تو بااثر اور خوش حال لوگ بھی اپنی شادیوں کی تقریبات میں حتی الامکان سادگی اختیار کریں اور ہمت کر کے ان رسموں کو توڑیں جنہوں نے شادی کو ایک عذاب بنا کر رکھ دیا ہے، دوسرے اگر دولت مند افراد اس طریقِ کار کو نہیں چھوڑتے تو کم از کم محدود آمدنی والے

افراد یہ طے کرلیں کہ وہ دولت مندوں کی حرص میں اپنا پیسہ اور توانائیاں ضائع کرنے کے بجائے اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلائیں گے، اور اپنی استطاعت کی حدود سے آگے نہیں بڑھیں گے۔

اس سلسلے میں اگر ہم مندرجہ ذیل باتوں کا خاص طور پر اہتمام کرلیں تو امید ہے کہ مذکورہ بالا خرابیوں میں ان شاء اللہ نمایاں کمی واقع ہوگی:

(۱)......خاص نکاح اور ولیمہ کی تقریبات کے علاوہ جو تقریبات منگنی، مہندی ابٹن اور چوتھی وغیرہ کے نام سے رواج پا گئی ہیں، ان کو یکسر ختم کیا جائے، اور یہ طے کرلیا جائے کہ ہماری شادیوں میں یہ تقریبات نہیں ہوں گی، فریقین اگر واقعی محبت اور خوش دلی سے ایک دوسرے کو کوئی تحفہ دینا یا بھیجنا چاہتے ہیں وہ کسی باقاعدہ تقریب اور لاؤ لشکر کے بغیر سادگی سے پیش کردیں گے۔

(۲)......اظہارِ مسرت کے کسی بھی مخصوص طریقے کو لازمی اور ضروری نہ سمجھا جائے، بلکہ ہر شخص اپنے حالات اور وسائل کے مطابق بے تکلفی سے جو طرزِ عمل اختیار کرنا چاہے کرلے، نہ وہ خود کسی کی حرص کا شکار یا رسموں کا پابند ہو، نہ دوسرے اسے مطعون کریں۔

(۳)......نکاح اور ولیمے کی تقریبات بھی حتی الامکان سادگی سے اپنے وسائل کی حد میں رہتے ہوئے منعقد کی جائیں اور صاحبِ تقریب کا یہ حق تسلیم کیا جائے کہ وہ اپنے خاندانی یا مالی حالات کے مطابق جس کو چاہے دعوت دے اور جس کو چاہے دعوت نہ دے، اس معاملے میں بھی کسی کو کوئی سنجیدہ شکایت نہیں ہونی چاہیے۔

(۴)......نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہمیشہ ہمارے سامنے رہے کہ ''سب سے زیادہ برکت والا نکاح وہ ہے جس میں زیر باری کم سے کم ہو'' یعنی جس میں

انسان نہ مالی طور پر زیر بار ہو، اور نہ بے جا مشقت ومحنت کے کسی بوجھ میں مبتلا ہو (ماخوذ از ذکر وفکر ۲۶۶ تا ۲۷۰ مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی نمبر ۱۴)

اور عام طور پر شادی بیاہ کی اکثر رسمیں ناک اونچی کرنے اور دنیا میں اپنا نام روشن کرنے کے لئے انجام دی جاتی ہیں، جن میں اکثر وبیشتر ہماری مائیں اور بہنیں یعنی خواتین پیش پیش ہوتی ہیں، مگر سب کچھ کرنے اور لُٹانے کے بعد بھی کچھ ہاتھ نہیں آتا، اور دنیا وآخرت کے خسارے کے سوا کچھ ہاتھ نہیں لگتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ''خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ'' یعنی دنیا وآخرت دونوں ہی کا خسارہ ہوا۔

گزشتہ کسی زمانے میں ایک بڑے مالدار صاحب نے جو اپنے علاقہ کے رئیس اور چودھری بھی تھے، اپنے بیٹے کی شادی کے وقت بہت سے تکلفات جمع کیے، کھانا عالی شان تیار کرایا، آنے والے مہمانوں کے اکرام کا اعلیٰ بندوبست کیا اور ساتھ ہی ایک کام ایسا بھی کیا جو ان کے یہاں ابھی تک کسی اور نے شادی کے موقعہ پر نہیں کیا تھا، وہ یہ کہ دعوتی حضرات کو کھانے سے فراغت کے بعد کچھ نقدی بھی فرداً فرداً سب کو پیش کی گئی۔

یہ سب کچھ اِن چودھری صاحب نے ناک اونچی کرنے اور اپنا نام کمانے اور اپنی تعریف کروانے کے لئے کیا تھا، اس لئے اس بات کا تقاضا ہوا کہ اپنے کانوں سے اپنے اس کارنامے کے بارے میں لوگوں کی زبان سے تعریف والے کلمات بھی سُن لئے جائیں، چودھری صاحب مہمانوں کے گزرنے والے راستہ پر کہیں چھپ کر بیٹھ گئے اور کھانا کھا کر نقدی کا انعام پا کر رخصت ہونے والے مہمانوں کی باتیں سننے لگے، مگر تھوڑی ہی دیر بعد چودھری صاحب کی طبیعت خراب ہوگئی، پسینے میں شرابور ہوگئے، کیونکہ انہوں نے اپنی زندگی کا قیمتی سرمایہ لگا کر یہ سب کچھ کیا تھا، مگر کسی ایک مہمان کی طرف سے بھی کوئی تعریف کا جملہ سننے کو نہیں

ملا، بلکہ مختلف قسم کی ناگوار باتیں ہی سننے کو ملیں۔

ممکن ہے کہ چودھری صاحب کے منہ پر تو کوئی شکریہ ادا کر دیتا (جیسا کہ آج کل سامنے تو تعریف کر دی جاتی ہے) مگر یہ تعریف تو صرف منہ پر ہوتی ہے، چودھری صاحب تو اصل اندر کی بات سننا چاہتے تھے، گزرنے والوں میں سے کوئی کہتا تھا کہ چودھری صاحب اتنے امیر آدمی ہیں اگر کھانوں کی تعداد تھوڑی سی اور بڑھا دی جاتی تو ان کی مالداری میں کون سا فرق پڑ سکتا تھا؟ اس سے معلوم ہوا کہ چودھری صاحب بڑے کنجوس آدمی ہیں۔

کوئی کہتا تھا کہ چودھری صاحب نے نقدی کا نذرانہ بہت تھوڑا پیش کیا ہے، اس سے زیادہ پیش کر دیتے تو کیا وہ غریب ہو جاتے؟ معلوم ہوا کہ چودھری صاحب بڑے بخیل انسان ہیں۔

اس طرح کی باتیں سننے کے بعد چودھری صاحب کے دل پر صدمہ کا حملہ ہوا، اور دل کا عارضہ لاحق ہو گیا، چوہدری صاحب کو اب یہ بات سمجھ آ گئی کہ دنیا والوں کو خوش کرنے سے ان کی رضا بھی حاصل نہیں ہوتی، کیوں نہ ان سب کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کو راضی کیا جائے، اس کا اثر یہ ہوا کہ چودھری صاحب نے اپنی زندگی کے آخری ایام لوگوں کی رضا اور اُن کی خوشنودی حاصل کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزارنا شروع کر دیئے، مگر دل کا عارضہ ہو جانے کی وجہ سے جلد ہی دنیا سے یہ کہتے ہوئے رخصت ہو گئے کہ ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم   نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

اول تو خالق کو ناراض کر کے مخلوق کی خوشنودی اور رضامندی اصل معنیٰ میں حاصل ہی نہیں ہو پاتی، اور اگر حاصل بھی ہو جائے تو اس کا کیا فائدہ، جان جس کو پیش کرنی ہے اگر وہی ناراض ہو جائے تو دوسروں کی خوشنودی اور رضامندی کس کام کی؟

شادی کے شین سے نقطے ہٹا کر سادی بنایئے

اس لئے لوگوں کو خوش کرنے کے لئے شادی بیاہ کے تکلفات وفضولیات کو اختیار نہیں کرنا چاہئے، بلکہ شادی کو سادی بنانا چاہئے۔

ایک مرتبہ ایک نوجوان صاحب میرے پاس تشریف لائے، جن کے چہرہ سے دینداری اور شرافت کی روشنی ظاہر ہو رہی تھی، اور انہوں نے آکر کہا کہ:

میری شادی کا وقت قریب ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اپنی شادی سنت اور شریعت کے مطابق کروں اور اس میں کوئی کام بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے خلاف نہ ہو، کیونکہ شریعت کے خلاف چلنے سے آخرت کی ناکامی تو ہے ہی، میں نے دنیا بھی برباد ہوتے ہوئے دیکھی ہے، اس لئے مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں کوئی کام دنیا اور آخرت کی تباہی کا ذریعہ نہ بن جائے۔

نوجوان کی ایمانی باتیں سن کر میرے دل میں خوشی پیدا ہوئی، اور میں نے ان سے کہا کہ آپ کی سوچ بڑی مبارک سوچ ہے، آپ کا جذبہ بڑا سعادت مند ہے اور آپ کا شوق تحسین کے لائق ہے، مگر آپ کی پریشانی اور مشکل کا حل بہت آسان اور آپ کے سوال کا جواب بہت مختصر ہے اور وہ یہ ہے کہ:

''شادی کے اوپر سے رسم ورواج کے نقطے ہٹا دیجئے، اس کے بعد وہ سادی ہو جائے گی، اور سادی ہونے پر شریعت کے مطابق اور سنت کے موافق بن جائے گی''۔

کیونکہ شریعت نے نہ تو کسی رسم کو ضروری قرار دیا اور نہ کسی رواج کی پابندی کو لازم کیا، بلکہ ان کی خلاف ورزی کا حکم فرمایا ہے، اور نہ ہی تکلفات وفضولیات میں پڑنے کو پسند فرمایا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام نے جو نکاح کئے وہ

بھی بالکل سیدھے سادے طریقے پر تھے، لہٰذا شریعت اور سنت کا تقاضا یہ ہوا کہ آپ کچھ کرنے کے بجائے جو کچھ ہو رہا ہے وہ چھوڑ دیجئے اور سادہ نکاح کر لیجئے، اور اگر سنت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کی بناتِ طاہرات اور آپ کے صحابۂ کرام کے ہونے والے نکاحوں کی تفصیل جاننا چاہتے ہو، تو فلاں کتاب کا مطالعہ کر لو“

میری گفتگو سننے کے بعد اِن نوجوان دیندار نے شکریہ ادا کیا اور اطمینان کی حالت میں رخصت ہو گئے۔

معزز خواتین و حضرات! شاید اس نکتہ پر کبھی سنجیدگی سے آپ میں سے بہت حضرات کو بھی غور کرنے کا موقعہ نہ ملا ہو کہ اگر ”شادی“ کے اوپر سے تین نقطے ہٹا دیئے جائیں تو یہ لفظ نقطوں سے خالی ہو کر ”سادی“ بن جاتا ہے، گویا کہ جب تک یہ نقطے اس پر مسلط ہیں تو مروَّجہ ”شادی“ ہے اور جب یہ نقطے ہٹ جائیں تو ”سادی“ ہو جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ شادی کو سادی بنانے کے لئے زیادہ کچھ کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس سے کچھ ہٹانے اور دُور کرنے کی ضرورت ہے۔

نقطوں سے ہماری مراد مروَّجہ تکلفات اور رسم و رواج والی چیزیں ہیں۔

دیکھئے شادی کو سادی اور آسان بنانے میں کتنی راحت اور سکون ہے کہ دنیا کے سب بکھیڑوں سے جان چھوٹ جاتی ہے، پریشانیوں سے نجات مل جاتی ہے، جان کی حفاظت، مال کی حفاظت، وقت کی حفاظت اور سب سے بڑی چیز یہ کہ ایمان کی حفاظت، اور یہ سب کچھ تو اپنی جگہ ہے، نکاح کا جو ایک اہم مقصد ہے ”خوشگوار ازدواجی زندگی“ وہ بھی اس کی برکت سے بآسانی حاصل ہو جاتا ہے۔

یاد رکھئے! کہ ”خوشگوار ازدواجی زندگی“ کا راز ”پُر وقار اسلامی زندگی“ کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ آسانی اور سادگی میں جو مزہ اور راحت و سکون ہے وہ تکلیف

میں نہیں، تکلیف اور تکلف دونوں کا مادہ ''کلفت'' ہے، گویا کہ تکلف کے ساتھ تکلیف اور کلفت لگے ہوئے ہیں، اسی کو ایک شاعر نے اس طرح اپنے شعر میں بیان کیا ہے کہ:۔

ہے تکلف میں اے ذوق تکلیف سراسر آرام سے وہ ہیں جو تکلف نہیں کرتے

اور واقعہ بھی یہی ہے کہ شادی بیاہ کے رسم ورواج اور بے جا تکلفات نے اس سیدھے سادے عمل کو ٹیڑھا بنا دیا ہے، جس کی وجہ سے ہماری زندگی کا رُخ بھی ٹیڑھا ہوکر رہ گیا ہے، یہ ٹیڑھ پن بے جا تکلفات اور رسم ورواج پورا کرنے کے لئے کہیں لڑکوں، لڑکیوں کی عمریں برباد اور گھر بیٹھے بال سفید ہونے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے تو کہیں آئے دن معاشرے میں حیا سوز واقعات کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور کہیں بے تحاشا مال کی اضاعت کی شکل میں نمودار ہوتا ہے، کہیں وقت کی بربادی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے تو کہیں حرام خوری، ناپ تول میں کمی اور رشوت خوری، چوری، لوٹ مار اور قتل وغارت گری جیسے جرائم کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، اللہ حفاظت فرمائے۔

بندہ کے نکاح کا واقعہ

یوں تو سادگی کے ساتھ نکاح کرنے کی بے شمار مثالیں اور واقعات موجود ہیں، لیکن بڑے لوگوں کی ایک کہاوت مشہور ہے کہ ''جگ بیتی سناؤں، یا اَپ بیتی'' جس کے جواب میں ''اَپ بیتی'' کو ترجیح دی جاتی ہے، لہٰذا اسی مناسبت سے شادی کے سادی ہونے سے متعلق اپنے ساتھ پیش آیا ہوا واقعہ ذکر کیا جاتا ہے۔

سن ہجری 1415ھ، اور سن عیسوی 1995ء چل رہا تھا، اسلامی مہینہ شعبانُ المعظم اور عیسوی مہینہ جنوری کا تھا، اسلام آباد میں جس جگہ میرے نکاح کے بارے میں مجھے اور گھر والوں خصوصاً والدہ محترمہ اور ہمشیرہ صاحبہ کو صرف ایک مرتبہ جا کر ملاقات کرنے میں نکاح کرنے پر اطمینان ہوگیا تھا، جبکہ وہ حضرات

پہلے سے جان پہچان والے اور رشتہ دار بھی نہ تھے اور کبھی میری رہائش گاہ پر تشریف بھی نہیں لائے تھے، اس لیے پہلی ملاقات کے بعد میرے اہلِ خانہ کی طرف سے ان لوگوں کو دعوت دی گئی تھی کہ آپ حضرات بھی کم از کم ایک مرتبہ تشریف لاکر ہماری رہائش گاہ اور مالی حیثیت وغیرہ کا جائزہ لے لیں، لیکن وہ حضرات ان چیزوں کی غرض سے آنے پر آمادہ نہیں تھے اور نکاح کرنے کی خواہش ظاہر کررہے تھے، بہرحال میرے ایک قریبی تعلق دار ''جناب افتخار احمد صراف صاحب'' کے کہنے سُننے پر کسی طرح وہ حضرات راولپنڈی میری (اس وقت کی) قیام گاہ ملحقہ مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار راولپنڈی آنے پر آمادہ ہوگئے۔

21 شعبانُ المعظم/ 23 جنوری بروز پیر صبح کے وقت ان حضرات نے آنا تھا، ابھی عام معمول کے مطابق میں اور میرے گھر والے ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہوئے ہی تھے، میرے دو بھائی صاحبان (بڑے جناب محمد فرقان صاحب اور چھوٹے محمد عدنان صاحب) اپنی دوکان پر تشریف لے جاچکے تھے، میں اُن دنوں جامعہ اسلامیہ صدر راولپنڈی میں درس وتدریس اور افتاء کی خدمت انجام دیتا تھا، لیکن اس دن ان حضرات کی آمد کی وجہ سے گھر میں ٹھہرا ہوا تھا، صبح کا جو وقت ان حضرات کی طرف سے پہنچنے کا مقرر تھا، وہ حضرات اس سے کچھ پہلے ہی تشریف لے آئے، تشریف لانے والوں میں جناب فضل الکریم کھوکھر صاحب (میرے خسر صاحب) اُن کی اہلیہ صاحبہ (جو کہ اب وفات پا چکی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو غریقِ رحمت فرمائے) اور جناب شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب (اسلام آباد والے) اور ایک اور خاتون ''مولانا ظہور احمد علوی صاحب: مہتمم جامعہ محمدیہ چائنہ چوک اسلام آباد کی اہلیہ محترمہ'' شامل تھیں...... دونوں خواتین

نیچے میرے غریب خانہ میں والدہ محترمہ وغیرہ کے پاس تشریف لے گئیں،اوردونوں مَردحضرات باہرروڈ کی طرف سے مسجد ہی میں اوپر کی منزل میں تشریف لے آئے،اور مسجد کی اوپر والی منزل کے صحن ہی میں باہر بیٹھ گئے،مسجد کے اسی حصہ میں مشرق کی طرف میرا حجرہ بھی تھا،جس میں ضروری دینی کتب اورنشست وغیرہ کا انتظام تھا،باوجود میرے اصرار کے وہ حضرات اندر حجرہ میں تشریف نہیں لائے،سردیوں کا موسم تھا،اس وقت مسجد کی اوپروالی منزل کے صحن میں دھوپ پوری طرح آچکی تھی، بیٹھنے کے بعد فوراً ہی شیخ الحدیث صاحب نے اس طرح بات شروع فرمائی کہ:

’’جناب کھوکھر صاحب(یعنی بندہ کے خسر) آپ کے پاس آنے کے لئے مجھے لینے کے لئے میرے گھر تشریف لائے تو میں نے ان سے عرض کیا کہ ہمارے وہاں جانے کا کیا مقصد ہے؟ جب رشتہ پسند ہے اور دینداری دیکھ کر سب کچھ کیا جارہا ہے،تو اب مزید کسی چیز کے دیکھنے کی کیا ضرورت ہے؟اس لیے چلنے سے پہلے مقصد متعین کرلیا جائے اوروہ مقصد بھی شریعت کے مطابق ہونا چاہیئے،اس کے بعد ہی جانے کی ترتیب سوچی جاسکتی ہے،اس کے جواب میں اِنہوں نے فرمایا کہ آپ شریعت کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں،لہٰذا جس طرح آپ فرمائیں گے،ان شاءاللہ تعالیٰ اسی طرح عمل کرلیا جائے گا،اس کے جواب میں شیخ الحدیث صاحب نے فرمایا کہ آج کی نشست میں نکاح ہوجانا چاہیئے،لہٰذا ہم لوگ بچی سے اجازت لے کر آئے ہیں اورآج کی اس نشست میں اس وقت نکاح کاارادہ ہے‘‘۔

شیخ الحدیث صاحب نے نکاح کے چار فارم بھی اپنے ساتھ لئے ہوئے تھے،لیکن اس طرح سے کہ وہ بظاہر نظرنہیں آرہے تھے،کیونکہ اُنہوں نے وہ فارم سر پر اوڑھے جانے والے رومال میں لپیٹے ہوئے تھے،اورانہوں نے نکاح فارم میں تقریباً ضروری چیزیں راستہ میں ہی درج کرلی تھیں،کچھ چیزیں(مثلاً شادی کے

Idara Ghufran

گواہ اور مہر کی مقدار وغیرہ) پُر کرنا باقی تھیں، جب انہوں نے اس طرح اچانک میرے سامنے نکاح کی بات چھیڑی، تو میں نے شیخ الحدیث صاحب سے مخاطب ہوکر گفتگو شروع کی، جس میں میری طرف سے کچھ سوالات اور شیخ الحدیث صاحب کی طرف سے جوابات کا ایک مختصر سا سلسلہ قائم ہوا جو کہ کسی قدر عجیب و دلچسپ ہے، جس کی کچھ تفصیل اس طرح ہے:

محمد رضوان:......ابھی تو میں نے کپڑے وغیرہ بھی تبدیل نہیں کیئے، اتنی جلدی بھی کیا ہے؟

شیخ الحدیث صاحب:......کپڑے تبدیل کرنا نکاح کے لئے ضروری نہیں اور نہ پہلے سے پہنے ہوئے، یا پرانے یا میلے کپڑے نکاح میں رکاوٹ ہیں۔

محمد رضوان:......ابھی تو میرے بھائی صاحبان بھی موجود نہیں ہیں، وہ اپنے کام پر تشریف لے جا چکے ہیں؟

شیخ الحدیث صاحب:......اُن کو فون کر کے بلایا جاسکتا ہے، ہم لوگ اُن کی آمد کا انتظار کر لیتے ہیں۔

محمد رضوان:......ابھی کسی رشتہ دار کو بھی اطلاع نہیں دی گئی اور ان سے اجازت بھی نہیں لی گئی؟

شیخ الحدیث صاحب:......آپ ماشاء اللہ خود مختار، عاقل، بالغ اور عالمِ دین ہیں آپ کو اپنا نکاح منعقد کرنے کے لئے کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں، رہا مسئلہ اُن حضرات کو اطلاع دینے کا، تو وہ فون پر دی جاسکتی ہے۔

محمد رضوان:......یہاں ہم صرف تین افراد ہیں نکاح میں اور لوگوں کی بھی تو ضرورت ہوگی؟

شیخ الحدیث صاحب:......مسجد کے باہر آپ کے جاننے والے احباب ہوں گے،

صرف ضرورت کے بقدر ایک دو افراد کو بلا لیجئے اور آپ کے بھائی صاحبان بھی آ سکتے ہیں، تا کہ گواہی وغیرہ کا نصاب پورا ہو جائے، باقی زیادہ افراد نکاح کے درست ہونے کے لئے ضرورت نہیں، اور نکاح کی اطلاع وتشہیر نکاح مسنونہ ہونے کے بعد میں بھی کی جا سکتی ہے۔

محمد رضوان:......ابھی نکاح کے لئے اور بھی بہت سے مراحل باقی ہیں، آخر آپ حضرات کو اتنی جلدی کیا ہے؟

شیخ الحدیث صاحب:......وہ کون سے مراحل ہیں؟ طرفین نے ایک دوسرے کو پسند کر لیا ہے، آپ کے گھر والوں نے اور اُن کے گھر والوں نے ایک دوسرے کے لئے مثبت رائے قائم کر دی ہے، استخارہ بھی ہو گیا ہے، دینی اعتبار سے بھی دونوں طرف سے کفو اور جوڑ مل گیا ہے، اور حدیث شریف میں اس کے بعد دیر کرنے سے منع کیا گیا ہے، اب جتنی بھی بغیر وجہ کے دیر ہو گی اس پر شریعت کے حکم کی خلاف ورزی شروع ہو جائے گی، اور جتنے لوگوں کو درمیان میں ڈالیں گے اتنا ہی وہ شریعت اور سنت کے مطابق کام کو انجام دینے میں رکاوٹ ڈالیں گے اور مختلف رائے دے کر آپ کو اُلجھن میں مبتلا کر کے طرح طرح کے مسائل کھڑے کر دیں گے اور اس طرح بلا وجہ مزید تاخیر ہوتی چلی جائے گی، پھر اسی حساب سے تاخیر دَر تاخیر کا سلسلہ بھی جاری رہے گا، بعد میں ولیمہ پر آپ جن جن حضرات کو چاہیں مدعو کر لیں، اور آخری بات یہ ہے کہ اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے طرفین کا امتحان شروع ہو گیا ہے، منبرِ رسول پر بیٹھ کر نکاح کے آسان ہونے کو بیان کرنا اور پھر اس پر عمل کرنا دو الگ، الگ چیزیں ہیں، بیان تو شاید کتنی مرتبہ آپ نے بھی نکاح کے آسان ہونے کے بارے میں کیا ہو گا، آخر اگر ہم لوگ ان چیزوں پر عمل نہیں کریں گے تو پھر عوام سے کیا توقع کی جا سکتی ہے؟ فلاں فلاں

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نکاح اِس طرح اور اُس طرح اچانک آناً فاناً اور سادگی کے ساتھ ہوئے، فلاں فلاں بزرگ نے اپنے بیٹے اور اپنی بیٹی کا اس طرح سادگی کے ساتھ آناً فاناً نکاح کیا، ان ہستیوں اور شخصیتوں کی اتباع ہی سے ہم لوگوں کو کامیابی مل سکتی ہے، اور بس میں اس سے زیادہ اور کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھتا۔

شیخ الحدیث صاحب کی گفتگو سننے کے بعد مجھے ایسا لگا اور محسوس ہوا کہ جیسا کہ یہ دین کی باتیں میری معلومات کے مطابق بالکل نئی ہیں اور اس سے پہلے مجھے معلوم نہیں تھیں، حالانکہ یہ سب باتیں بارہا کہنے سننے میں آتی رہتی تھیں، لیکن ظاہری حالات اور ہماری معاشرت نے عملی اعتبار سے ان چھوٹی چھوٹی علمی چیزوں کو نظر سے اوجھل کر دیا تھا۔

الغرض شیخ الحدیث صاحب کی گفتگو سُننے اور اپنے تمام خدشات وشبہات بلکہ تاویلات کا تسلی بخش جواب ملنے کے بعد مجھے پوری طرح اطمینان ہوگیا اور میں نے فوراً ہی نکاح پر آمادگی ظاہر کردی، اور فون کے ذریعہ سے چند قریبی احباب کو اطلاع دینے اور حضرت شیخ الحدیث صاحب سے کچھ انتظار کرنے کی اجازت چاہی، جس کو بخوشی انہوں نے قبول کرلیا۔

اس کے بعد میں نے فون کے ذریعہ سے اپنے چند قریبی احباب واقارب کو اطلاع دینا شروع کی، لیکن میں اپنے اس طرح اچانک نکاح ہونے کی جس کو بھی اطلاع دیتا، اس کی طرف سے عجیب وغریب باتیں سننے کو ملتیں، ایک صاحب نے تو غصہ میں آکر یہاں تک بھی کہہ دیا کہ:

’’ہم اتنی جلدی کپڑے وغیرہ بدل کر اور تیار ہو کر نہیں آسکتے‘‘۔

جس کے جواب میں، میں نے کہا کہ:

’’آپ کو تیار ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ جب میں خود بھی کپڑے وغیرہ تبدیل

اور اس طرح کی تیاری نہیں کر سکا، جبکہ نکاح میرا ہونے والا ہے، تو آپ کو اس طرح شرکت سے کیا عذر ہوسکتا ہے؟''

اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ:

''پھر نکاح آپ خود ہی کر لیجئے، ہم نہیں آسکتے''۔

میں نے اس کے جواب میں کہا کہ:

''بے شک نکاح تو میرا ہی ہو رہا ہے، آپ تشریف لائیں گے، تب بھی اور نہیں لائیں گے تب بھی نکاح میرا ہی ہونے والا ہے، بس میرا کام تو آپ کو آمد کے ممکنہ وقت سے پہلے اطلاع دینا تھا''۔

میرے قریبی تعلق دار جناب افتخار احمد صراف صاحب جو کہ نکاح کے اس رشتہ میں معین بنے تھے، جب ان کو اس تمام صورتِ حال کی فون پر اطلاع دی گئی تو انہوں نے نہ صرف یہ کہ اس پر خوشی کا اظہار فرمایا، بلکہ میرا حوصلہ بھی بڑھایا (ایسے حالات میں اس قسم کے حضرات بہت کم لوگوں کو میسر آتے ہیں) اور نکاح سے پہلے ہی گھر میں تیار شُدہ کھانا بھی لے کر حاضر ہوگئے، اس دوران میرے بڑے بھائی صاحب بھی اپنی دوکان سے تشریف لا چکے تھے اور وہ بھی جلد بازی کی وجہ سے کافی پریشان تھے اور کہہ رہے تھے کہ آپ کو نکاح کی بڑی جلدی اور بڑا شوق لگا ہوا ہے؟ جس کے جواب میں، میں نے اُن سے عرض کیا کہ نکاح کوئی گُناہ کی چیز تو ہے نہیں، بلکہ ایک اہم عبادت ہے، اور عبادت کا شوق ہونا اور جب کوئی شرعی عذر نہ ہو تو اس کو جلدی انجام دینے کا اہتمام کرنا بھی یقیناً عبادت ہے، لیکن اس کے برعکس اگر اس عبادت میں بلا وجہ تاخیر کی جائے اور کوئی بدنظری وغیرہ کا گُناہ سرزد ہو جائے تو وہ یقیناً نکاح کے مقابلے میں بڑا عیب ہے۔

قصہ مختصر یہ کہ: بحمد اللہ تعالیٰ تھوڑی ہی دیر میں آناً فاناً مہرِ فاطمی کے ساتھ بغیر کسی شرط کے نکاح

کے تمام تقاضے پورے ہوگئے، بندہ کی طرف سے مہر بھی اسی وقت اور اسی نشست میں زوجہ صاحبہ کے والد صاحب کو سپرد کر دیا گیا اور الحمد للہ ہر قسم کی پریشانیوں، الجھنوں، اور بکھیڑوں سے نجات حاصل ہوگئی، اور کسی اہم معمول میں بھی خلل واقع نہیں ہوا۔

اور مسجد میں ظہر کی نماز کے بعد بعض ساتھیوں نے خود ہی نمازیوں میں بندہ کے نکاح کی خوشی میں مٹھائی بھی تقسیم کر دی۔

اور 28 شعبان المعظم/ 30 جنوری کو سادگی کے ساتھ رُخصتی کا عمل بھی مکمل ہوگیا۔

اور مورخہ 29 / شعبان کی شام کو مسنون ولیمہ کا عمل انجام دیا گیا، جس کی دعوت کے لئے سادہ کاغذ پر فوٹوسٹیٹ کرا کر مختصر مضمون مدعوین کو ارسال کیا گیا، اور اس میں دعوتِ ولیمہ میں شرکت کے لئے تین چار سطروں میں رواں مضمون خود بندہ نے اپنے قلم سے تحریر کیا، اور ولیمہ کے انتظامات میں بندہ کے رفقاء اور ساتھیوں نے بڑا تعاون کیا، اور بندہ کو کسی انتظام کے لئے عملی طور پر وقت خرچ نہیں کرنا پڑا، اور تمام معمولات بدستور جاری رہے، اور ولیمہ کے کھانے کی لذت کو بہت سے لوگوں نے محسوس کیا۔ فللّٰہ الحمد والشکر۔

لیکن اگر اس وقت جلدی نکاح ہونے کا یہ مسئلہ حل نہ کیا جاتا تو شاید پھر کئی مصائب ومسائل کا سامنا ہوتا، اور مختلف لوگوں کی طرف سے طرح طرح کے مشورے دیئے جاتے، اور طرح طرح کی دشواریاں پیش آتیں، دراصل اللہ تعالیٰ نے غیبی طور پر ہر قسم کے فتنوں اور رسموں سے حفاظت کا سامان فرما کر بہت بڑا فضل فرمایا۔

نکاح سے فراغت کے بعد حضرت شیخ الحدیث صاحب نے فرمایا کہ اس رشتہ میں طرفین کی طرف سے دین کو بُنیاد بنا کر سب کچھ ہو رہا تھا، اس لیے ہم نے آپ کے گھر میں جانا اور یہاں تک کہ آپ کے حُجرے کے اندر داخل ہونا بھی مناسب نہیں سمجھا کہ ممکن ہے نفس کو کوئی دنیوی چیز ناپسند آئے اور پھر اس کی وجہ سے دین پر دنیا کو ترجیح دینے اور یہاں نکاح کا ارادہ ختم کرنے کی خرابی میں مبتلا ہو جائیں یا کوئی دنیوی چیز پسند آجائے اور نیت میں پہلے سے

موجود اخلاص میں فرق واقع ہو جائے، اور نفس و شیطان اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے۔

نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے بندہ کے گھر میں کرتہ اور شلوار کا ایک کپڑا رکھا ہوا تھا، بندہ کے بھائی صاحب نے کرتہ اور شلوار گھر میں مشین لگا کر ہی سی دیا، جس کو بندہ نے رخصتی کے وقت زیبِ تن کیا، وہ سوٹ بھی اتنا بابرکت ثابت ہوا کہ سالہا سال تک بندہ اس کو وقتاً فوقتاً پہنتا رہا، اور اس وقت جوتے بھی بندہ نے استعمال شدہ خریدے تھے، جو سوٹ کی طرح سالہا سال تک استعمال ہوتے رہے، جبکہ آج کل شادی کے لئے اس طرح کے مہنگے لباس استعمال کئے جاتے ہیں کہ جو ایک مرتبہ دُھلنے سے ہی خراب ہو جاتے ہیں۔

بزبان اقبال مرحوم: ؎

زوال بندۂ مومن بے زری سے نہیں — سبب کیا ہے تو بھی سمجھتا ہے اسے
قلندری سے ہوا تونگری سے نہیں — جہاں میں جو ہر میرا جب بھی آشکارا ہوا

اور بندہ جب اس طرح سادہ لباس میں رخصتی کی غرض سے اپنے سسرال گیا، تو وہاں پر موجود لوگوں کے سوال کرنے پر معلوم ہوا کہ دولہا میاں کون سے ہیں۔ [1]

---

[1] اس موقع پر ایک واقعہ یاد آیا، وہ یہ ہے کہ:

گزشتہ زمانہ میں ایک صاحب کی شادی کا وقت آیا، تو ان کو قیمتی دوشالہ (یعنی عمدہ مخصوص چادر) میسر نہیں تھی، جو وہ اوڑھ کر شادی کی غرض سے سسرال جانا چاہتے تھے، انہوں نے اپنے دوست سے شادی کے موقع کے لئے دوشالہ عاریتاً مانگا، جو اس کے دوست نے فراہم کر دیا، اب یہ دولہا میاں بارات لے کر اور دوشالہ اوڑھ کر سسرال پہنچ گئے، باراتیوں میں ان کو دوشالہ فراہم کرنے والے دوست بھی شامل تھے۔

بارات دولہن لانے کے لئے پہنچ گئی، اور کسی جگہ ٹھہر گئی، تو سسرال والوں کی طرف سے ایک صاحب نے وہاں آ کر معلوم کیا کہ دولہا میاں کون سے ہیں؟ تو ان کے دوست نے جواب دیا کہ دولہا میاں تو وہ بیٹھے ہیں، لیکن دوشالہ میرا ہے، یہ بات سن کر دولہا میاں کو بڑی ناگواری محسوس ہوئی، اور انہوں نے اپنے دوست سے کہا کہ آپ کو یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ ''دوشالہ میرا ہے'' دولہا کے دوست نے وعدہ کیا اب کی مرتبہ یہ نہیں کہوں گا کہ ''دوشالہ میرا ہے''

اس کے بعد ایک اور صاحب وہاں آئے، اور انہوں نے بھی دولہا کے بارے میں معلوم کیا، تو دولہا صاحب کے ان ہی دوست صاحب نے فوراً جواب دیا کہ ''دولہا میاں تو وہ بیٹھے ہیں، لیکن دوشالہ ان کا اپنا نہیں

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور کیونکہ احقر کے نکاح کا معاملہ آناًفاناًواقع ہوا تھا، اس لئے مجھے یہ موقع بھی نہ مل سکا تھا کہ اپنے شیخ وروحانی مربی حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ سے اجازت ومشاورت حاصل کی جاسکے، اور ویسے بھی ان دنوں میں حضرت والا عمرہ کے سفر پر حرمین شریفین گئے ہوئے تھے، کراچی واپسی پر بندہ نے حضرت والا کو جو خط تحریر کیا اس کا مضمون درجِ ذیل تھا:

محترم ومعظم جناب حضرت والا صاحب مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ !

بتقدیرِالٰہی مؤرخہ 21 شعبان المعظم 1415ھ کواحقر کی زوجیت کا سلسلہ قائم ہوگیاہے اور رمضان المبارک سے قبل رخصتی بھی ہوگئی ہے، الحمدللہ تعالیٰ سب کام بخیروخوبی تمام ہوگیاہے، آج کل رمضانُ المبارک جاری ہے، الحمدللہ روزے وتراویح ٹھیک چل رہے ہیں، دعاؤں کا طالب۔

محمد رضوان، 15 رمضان المبارک 1415ھ''

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ہے'' یہ سن کر دولہا میاں کو پھر غصہ آیا اور انہوں نے کہا کہ تم نے پہلے وعدہ کیا تھا، مگر پھر بھی تم نے وعدہ خلافی کی، دولہا کے دوست صاحب بھی بہت پہنچی ہوئی چیز تھے، انہوں نے فوراً کہا کہ دیکھو دولہا میاں صاحب میں نے یہ وعدہ کیا تھا کہ میں یہ نہیں کہوں گا کہ ''دوشالہ میرا ہے'' اور میں نے وعدہ نبھایا ہے، میں نے کہاں کہا ہے کہ ''دوشالہ میرا ہے'' میں نے تو فقط اتنا کہا ہے کہ ''دوشالہ ان کا نہیں ہے'' دولہا میاں نے کہا کہ تم آئندہ دوشالہ کا ذکر نہ کرنا، دوست نے اس کا بھی وعدہ کرلیا۔

پھر کچھ دیر بعد ایک اور صاحب نے آکر معلوم کیا کہ دولہا میاں کون سے ہیں؟ دولہا میاں کے دوست صاحب نے فوراً کہا کہ دولہا میاں تو وہ تشریف فرما ہیں، لیکن دوشالہ کا کوئی ذکر نہیں، جس پر دولہا میاں کو پھر غصہ آیا، اور انہوں نے کہا کہ تم نے پھر وہی حرکت کی، دولہا میاں کے دوست صاحب نے کہا کہ میں نے دوشالہ کا ذکر نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا، اور میں نے وعدہ کے مطابق یہ کہہ کر کہ دوشالہ کا ذکر نہیں، دوشالہ کے ذکر کی نفی ہی تو کی ہے، یہ سن کر دولہا میاں نے وہ دوشالہ غصہ میں جھنجھلا کر دوست کو واپس کردیا۔

آج کل بعض لوگ شادی بیاہ کے موقع پر دوسرے سے عاریتاًیا کرایہ پر مہنگا لباس پہن کر اپنی شان وشوکت ظاہر کرتے ہیں، تاکہ لوگ یہ لباس ان کا اپنا سمجھیں، اور دیکھنے والے لوگ انہیں امیر ومالدار سمجھیں، ایسے حضرات کو مذکورہ واقعہ ملاحظہ کرنا چاہئے۔

جناب حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ نے میرے اس خط کے جواب میں درجِ ذیل دعائیہ کلمات پر مشتمل مضمون تحریر فرمایا کہ:

''عزیزم سلمہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

الحمد للہ! دلی مسرت ہوئی، مبارک ہو، اللہ تعالیٰ زوجین کو حیاتِ طیبہ اور فلاحِ دارین نصیب کرے، ازدواجی زندگی خوشگوار و پُرلطف اور پُرمسرت و پُرسکون، وشاد وآباد بنائے، آمین، آپ کے نکاح کی اطلاع مکرم صوفی محمد سلیم صاحب (راولپنڈی والوں) سے مکہ مکرمہ میں (ملاقات پر) مل گئی تھی (کیونکہ وہ راولپنڈی سے عمرہ کے سفر پر مکہ مکرمہ تشریف لائے تھے) حرمین شریفین میں آپ کے لئے خصوصی دعائیں کرنے کی توفیق ہوئی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، بندہ 11 رمضانُ المبارک کو عمرہ سے (کراچی) واپس آ گیا تھا، ان شاء اللہ تعالیٰ، 10/12 شوال تک اسلام آباد واپسی کا قصد ہے۔

فقط والسلام، دعا گو، احقر محمد قیصر عفی عنہ کراچی''۔

یہ مختصر سی روئیداد اپنے سادے اور آسان نکاح کی پیش کرنے کا مقصد یہ عرض کرنا ہے کہ نکاح کے وقت لوگوں کی طرف سے رسم ورواج کے تقاضوں اور نفس وشیطان کے حملوں اور حیلوں سے کس طرح بچا جا سکتا ہے اور یہ کہ سادگی میں کتنی عافیت اور سکون ہے کہ کسی بھی اہم معمول میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ [1]

---

[1] یہ واقعہ تو نکاح کے زمانہ سے متعلق تھا، جس کو اب تقریباً اکیس سال کا عرصہ گزر چکا ہے، اور اب بحمد اللہ بندہ کے ہاں تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں، اور الحمد للہ تعالیٰ ایک بیٹی کا نکاح ورخصتی بھی ہو چکی ہے، جس کے ہاں ایک بیٹا بھی ہے، اور شادی کو سادی کرنے کی برکات بحمد اللہ تعالیٰ اب تک محسوس ہو رہی ہیں۔

سب سے بڑی برکت یہ محسوس ہوئی کہ نکاح کے بعد معاشی اعتبار سے اہلیہ صاحبہ کی طرف سے کوئی ایسی ذمہ داری اور فرمائشیں نہیں ہوئیں کہ جن کی وجہ سے ناجائز طریقہ پر مال حاصل کرنے یا مال کے حصول کے لئے غیر معمولی وقت خرچ کرنے کی نوبت آتی، یا اہلیہ صاحبہ کے مطالبات پورے کرنے کے لئے بندہ کو زیادہ وقت خرچ کرنا پڑا ہو۔

البتہ اعتدال میں رہتے ہوئے بندہ نے اپنی طرف سے جائز حقوق میں کوتاہی اختیار کرنے سے بچنے کا حتی الامکان اہتمام کیا ہے۔

آج کل سادگی کے ساتھ نکاح کی تقریب انجام دینے میں عموماً خواتین رُکاوٹ بنتی ہیں اور وہی زیادہ تر ''ناقص العقل'' اور ''ناقص الدین'' ہونے کی وجہ سے رسم ورواج میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہیں، لہٰذا خصوصاً معزز مسلمان خواتین سے اور عموماً سب مسلمان مرد حضرات سے درخواست ہے کہ وہ شادی کو ''سادی'' بنا کر اپنے اور دوسروں کے لئے راحت وسکون کا سامان فراہم کریں، اور خیر وبرکات حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔

آمین

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

Idara Ghufran

(فصل نمبر 3)

کِبر وعُجب، ریا کاری اوراسراف کی ممانعت ومذمت

شادی بیاہ کی زیادہ تر رسمیں کبر وعُجب، فخر وتفاخراور نام ونمود وریا کاری کے طور پرانجام دی جاتی ہیں، جن میں مال کا بے جا ضیاع بھی ہوتا ہے، اور اگرکسی کے پاس ان رسموں کوانجام دینے کے لئے مال کا انتظام نہیں ہوتا، تو وہ محنت وجد وجہد کرکے بلکہ قرض لے کراور اس سے بڑھ کرنا جائز طریقہ پر مال کما کر یا حاصل کرکے ان رسموں کوانجام دیتا ہے، اور معاشرہ میں چوری، ڈکیتی اور قتل وغارت گری کی بہت سی وارداتیں بھی ان رسموں کوانجام دینے کی خاطر کی جاتی ہیں، اور قطع تعلقی وقطع رحمی کے بہت سے واقعات بھی ان رسموں کے نتیجہ میں وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

اور کبر وعُجب، ریا کاری اوراسراف وفضول خرچی پرقرآن وسنت میں سخت عذاب کی وعیدیں آئی ہیں۔

غرضیکہ ان رسموں کے محرکات اوران کوانجام دینے سے دنیوی اوراُخروی تباہ کن نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

اس لئے ان چیزوں پرقرآن وسنت سے روشنی ڈالی جاتی ہے۔

کبر وعجب کی ممانعت ومذمت

شادی بیاہ کی رسموں کا ایک اہم سبب کبر وعُجب ہوتا ہے، اور کِبر وعُجب کی قرآن وسنت میں سخت مذمت اور برائی بیان کی گئی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ (سورة المؤمن، رقم الآية ٧٦)

ترجمہ: پس کیا ہی بُرا ٹھکانا ہے تکبر کرنے والوں کا (سورہ مومن)

اورسورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ (سورة النحل ،رقم الآية ٢٣)

ترجمہ: بے شک وہ (یعنی اللہ) پسند نہیں فرماتا، تکبر کرنے والوں کو (سورہ نحل)

اورسورہ قصص میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا. وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (سورة القصص، رقم الآية ٨٣)

ترجمہ: وہ آخرت کا گھر ہم اُن لوگوں کے لیے ہی کریں گے، جو زمین میں اپنی بڑائی (یعنی کبرو تکبر) اور فساد نہیں چاہتے، اور (اچھا) انجام متقیوں ہی کے لیے ہے (سورہ قصص)

اورسورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَاءَ النَّاسِ (سورة الانفال، رقم الآية ٤٧)

ترجمہ: اور نہ ہوجاؤ تم ان جیسے جو نکلے اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کی ریاکاری کے طور پر (سورہ انفال)

اورسورہ حدید میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا آتَاكُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ (سورة الحديد، رقم الآية ٢٣)

ترجمہ: اور تم اِتراؤ نہیں اس چیز پر، جو تمہیں اللہ نے عطاء کی، اور اللہ نہیں پسند کرتا کسی اِترانے والے، فخر کرنے والے کو (سورہ حدید)

اورسورہ لقمان میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

وَلَا تَمْشِ فِی الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ.
وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ (سورة لقمان، رقم الآیات ۱۸، و ۱۹)

ترجمہ: اور نہ چلو تم زمین میں اکڑ (واِترا) کر، بے شک اللہ کسی اِترانے والے، فخرکرنے والے کو پسند نہیں کرتا، اور تم اعتدال (یعنی میانہ روی) اختیار کرو اپنی چال میں (سورہ لقمان)

مذکورہ آیات سے کبروعُجب اور فخروتفاخر کی برائی معلوم ہوئی کہ یہ بری خصلتیں ہیں، جو اللہ کو پسند نہیں، اوران سے بچنے کا حکم ہے۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ذُکِرَ الْکِبْرُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ (کشف الاستار عن زوائد البزار) [1]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے سامنے کِبر کا ذکر کیا گیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ کسی عُجب اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا (کشف الاستار)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کِبر کی قباحت ومذمت کی دلیل دیتے ہوئے، سورہ لقمان کی مذکورہ آیت تلاوت فرمائی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ: اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ، وَالْعَظْمَةُ إِزَارِیْ، فَمَنْ نَازَعَنِیْ وَاحِدًا مِّنْهُمَا، قَذَفْتُهٗ فِی النَّارِ (ابوداؤد) [2]

---

[1] رقم الحدیث ۳۵۷۸، کتاب الزهد، باب ما جاء فی الکبر.

[2] رقم الحدیث ۴۰۹۰، کتاب اللباس، باب ماجاء فی الکبر؛ مسند احمد، رقم الحدیث ۹۳۵۹.
قال شعیب الارنؤوط:
حدیث صحیح(حاشیة سنن ابی داؤد)
وقال ایضاً: حدیث صحیح، وهذا إسناد حسن(حاشیة مسند احمد)

Idara Ghufran

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ کبریائی میری چادر اور عظمت میری ازار (یعنی یہ دونوں میری خاص صفات) ہیں، پس جو کوئی ان میں سے کسی ایک چیز میں بھی میرے ساتھ منازعت کرے گا (یعنی اس کو اختیار کرنے کی کوشش کرے گا) تو میں اس کو آگ (یعنی جہنم) میں پھینک دوں گا (ابوداؤد، مسند احمد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ: شُحٌّ مُطَاعٌ، وَهَوًى مُتَّبَعٌ، وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ مِنَ الْخُيَلَاءِ، وَثَلَاثٌ مُنْجِيَاتٌ: الْعَدْلُ فِي الرِّضَا وَالْغَضَبِ، وَالْقَصْدُ فِي الْغِنٰى وَالْفَاقَةِ، وَمَخَافَةُ اللّٰهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ (المعجم الأوسط للطبرانی، تحت رقم الحديث ۵۴۵۲) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں، ایک تو ایسا بخل جس کی پیروی کی جائے، دوسرے ایسی خواہش کہ جس کی اتباع کی جائے، اور تیسرے آدمی کا اپنے آپ کو بڑائی کی وجہ سے عجب میں مبتلا کرنا۔

اور تین چیزیں نجات دلانے والی ہیں، ایک رضا اور ناراضگی (یعنی خوشی اور غصہ) کی حالت میں عدل وانصاف کو ملحوظ رکھنا، اور دوسرے مالداری اور فاقہ کے وقت میانہ روی (اور اعتدال کو) اختیار کرنا، اور تیسرے خفیہ اور علانیہ ہر حالت میں اللہ

---

[1] قال المنذری:

رواه البزار واللفظ له والبيهقی وغيرهما وهو مروی عن جماعة من الصحابة وأسانيده وإن كان لا يسلم شیء منها من مقال فهو بمجموعها حسن إن شاء الله تعالى (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ۶۵۴، كتاب الصلاة)

وقال الالبانی:

وبالجملة فالحديث بمجموع هذه الطرق حسن على أقل الدرجات إن شاء الله تعالى، وبه جزم المنذری (سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم الحديث ۱۸۰۲)

سے ڈرنا (طبرانی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ لَمْ تَكُوْنُوْا تُذْنِبُوْنَ لَخَشِيْتُ عَلَيْكُمْ مَا هُوَ أَكْبَرُ مِنْهُ، الْعُجْبَ (كشف الاستار عن زوائد البزار) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم گناہ نہ کرو، تو میں تم پر اس سے بھی بڑی چیز کا خوف رکھتا ہوں، جو کہ عجب ہے (بزار)

مذکورہ احادیث سے کبر و عُجب اور فخر و تفاخر کی برائی معلوم ہوئی۔

عُجب کے معنیٰ خود پسندی، اِترانے اور گھمنڈ کرنے کے آتے ہیں اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے کو صاحبِ کمال اور بڑائی والا سمجھنا، اور کسی خوبی و نعمت مثلاً حسن و جمال اور مال و دولت وغیرہ کی وجہ سے اپنے آپ کو صاحبِ کمال سمجھنا۔

اور کبر کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو دوسروں سے اعلیٰ اور اچھا اور دوسروں کو اپنے مقابلہ میں کمتر و حقیر سمجھنا۔

اور کبر کے مقابلہ میں، تکبر یا استکبار دراصل بہ تکلف، کبر کو اختیار کرنے کا نام ہے، جو عام طور پر کسی فعل و عمل کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٣٦٣٣، كتاب الزهد، باب الخوف من العجب.

قال الهيثمي:

رواه البزار، وإسناده جيد (مجمع الزوائد، رقم الحديث ١٧٩٤٨ ،باب ما جاء في العجب)

[2] عجب سے ہی کبر بھی پیدا ہوتا ہے، کبر کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو دوسرے کے مقابلہ میں بڑا سمجھے، اور دوسرے کو اپنے مقابلہ میں حقیر و کمتر سمجھے، اور جب اس کیفیت کا اپنے قول یا فعل سے اظہار کیا جاتا ہے، تو وہ تکبر کہلاتا ہے۔ اور تکبر و استکبار میں بعض حضرات نے یہ فرق کیا ہے کہ استکبار کی حقیقت کبر کو بغیر استحقاق کے طلب کرنا ہے، اور تکبر بعض اوقات استحقاق کے ساتھ ہوتا ہے، اور بعض اوقات بغیر استحقاق کے، اور اللہ تعالیٰ کو تو اس کا استحقاق حاصل ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کے لئے تو یہ صفت محبوب و مطلوب ہے، اور مخلوق کے لئے مذموم اور بری ہے، اور استکبار مخلوق کے ساتھ خاص ہے، جو بہر حال مذموم ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ریا کاری کی ممانعت و مذمّت

ریا کاری سے مراد دکھلاوا ہے، یعنی مخلوق کو دکھلاوا اور نمود و نمائش کرنا، اور شادی بیاہ کی رسموں میں ریاء و دکھلاوا اور نمود و نمائش یا نام آوری پیشِ نظر ہوتی ہے، اور ریا کاری کی بھی احادیث میں سخت برائی آئی ہے۔

چنانچہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوٰى (صحیح البخاری) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور آدمی کے لئے وہی (جزاء یا سزا) ہے کہ جس کی اس نے نیت کی (بخاری)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

التعریف :من معانی العجب -بالضم -فی اللغة :الزهو .

ولا یخرج استعمال الفقهاء لهذا اللفظ عن المعنی اللغوی، قال الراغب الأصفهانی :العجب :ظن الإنسان فی نفسه استحقاق منزلة هو غیر مستحق لها .

وقال الغزالی :العجب هو استعظام النعمة والركون إلیها، مع نسیان إضافتها إلی المنعم .

قال ابن عبد السلام :العجب فرحة فی النفس بإضافة العمل إلیها وحمدها علیه، مع نسیان أن الله تعالی هو المنعم به، والمتفضل بالتوفیق إلیه، ومن فرح بذلک لكونه منة من الله تعالی واستعظمه، لما یرجو علیه من ثوابه، ولم یضفه إلی نفسه، ولم یحمدها علیه، فلیس بمعجب .

الألفاظ ذات الصلة:

أ -الكبر:الكبر :هو ظن الإنسان بنفسه أنه أكبر من غیره، والتكبر إظهار لذلک، وصفة "المتكبر" لا یستحقها إلا الله تعالی، ومن ادعاها من المخلوقین فهو فیها كاذب، ولذلک صار مدحا فی حق الباری سبحانه وتعالی وذما فی البشر، وإنما شرف المخلوق فی إظهار العبودیة .

والصلة بین الكبر والعجب هی :أن الكبر یتولد من الإعجاب (الموسوعة الفقهیة الكویتیة، ج ۲۹، ص ۲۸۰، مادة" عجب")

[1] رقم الحدیث ۱، باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول الله صلی الله علیه وسلم؟

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کے اعمال پر نیت کے مطابق جزا یا سزا مرتب ہوتی ہے۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ، وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ إِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ (مسلم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف متوجہ ہوتا ہے (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک ظاہری صورتوں کی خوبصورتی یا بدصورتی اور مال ودولت کی کمی یا زیادتی کا اعتبار نہیں، بلکہ دلوں کی نیت اور اعمال کی حقیقت کا اعتبار ہے۔ [3]

---

[1] (وإنما لامرء)) أى :الشخص .وفى رواية :وإنما لكل امرء ((ما نوى)) أى :جزاء الذى نواه من خير، أو شر، أو جزاء عمل نواه، أو نيته دون ما لم ينوه، أو نواه غيره له، ففيه بيان لما تثمره النية من القبول، والرد، والثواب، والعقاب، وغير ذلک کإسقاط القضاء ، وعدمه(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج ١، ص ۴۵، حديث انما الاعمال بالنيات)

[2] رقم الحديث ۲۵۶۴"۳۴"كتاب البر والصلة والآداب،باب تحريم ظلم المسلم، وخذله، واحتقاره ودمه، وعرضه، وماله.

[3] وقوله :ولكن ينظر إلى قلوبكم وفى لفظ :قلوبكم وأعمالكم هذا الحديث يدل على ما يدل عليه قول الله تعالى :يا أيها الناس إنا خلقناكم من ذكر وأنثى وجعلناكم شعوباً وقبائل لتعارفوا إن أكرمكم عند الله أتقاكم فالله سبحانه وتعالى لا ينظر إلى العباد إلى أجسامهم هل هى كبيرة أو صغيرة أو صحيحة أو سقيمة ولا ينظر إلى الصور هل هى جميلة أو ذميمة .

كل هذا ليس بشىء عند الله، وكذلک لا ينظر إلى الأنساب هل هى رفيعة أو دنيئة، ولا ينظر إلى الأموال ولا ينظر إلى شىء من هذا أبداً.

ليس بين الله وبين خلقه صلة إلا بالتقوى، فمن كان لله أتقى كان من الله أقرب وكان عند الله أكرم إذن لا تفخر بمالک ولا بجمالک ولا ببدنک ولا بأولادک ولا بقصورک ولا بسيارتک ولا بشىء من هذه الدنيا أبداً، إنما إذا وفقک الله للتقوى فهذا من فضل الله عليک فاحمد الله عليه .

واعلم أن الأعمال بالنيات، والقلوب هى التى عليها المدار (شرح رياض الصالحين،لمحمد بن صالح بن محمد العثيمين،باب الإخلاص وإحضار النية فى جميع الأعمال والأقوال البارزة والخفية)

Idara Ghufran

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَشِّرْ هٰذِهِ الْأُمَّةَ بِالسَّنَاءِ، وَالنَّصْرِ، وَالتَّمْكِيْنِ، فَمَنْ عَمِلَ مِنْهُمْ عَمَلَ الْآخِرَةِ لِلدُّنْيَا، لَمْ يَكُنْ لَهُ فِي الْآخِرَةِ نَصِيْبٌ (مسند احمد، رقم الحديث ٢١٢٢٣) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت کو قدر ومنزلت (یعنی عزت) اور نصرت اور زمین میں قوت کی خوشخبری سنا دیجئے، پس ان میں سے جس نے آخرت کا عمل دنیا کے لئے کیا، تو اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ آخرت کا جو بھی عمل دنیا کے لئے کیا جاتا ہے، یعنی مال و دولت یا جاہ و شہرت کو حاصل کرنے کے لئے کیا جاتا ہے، اس پر آخرت میں اجر وثواب مرتب نہیں ہوتا، اس میں شادی بیاہ کی دکھلاوے اور ریا کاری پر مشتمل تقریبات اور رسوم اور ریاء کاری کے طور پر دھوم دھام سے ولیمہ وغیرہ بھی داخل ہیں۔ [2]

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَرَأَيْتَ رَجُلًا غَزَا يَلْتَمِسُ الْأَجْرَ وَالذِّكْرَ، مَالَهُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا شَيْءَ لَهُ فَأَعَادَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، يَقُوْلُ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده قوى، الربيع بن أنس -وهو البكرى أو الحنفى البصرى -روى له أصحاب السنن، وهو صدوق لا بأس به، وباقى رجاله ثقات(حاشية مسند احمد)

[2] (بشر هذه الأمة) أمة الإجابة (بالسناء) بالمد ارتفاع المنزلة والقدر (والدين) أى التمكن فيه (والرفعة) أى العلو فى الدنيا والآخرة (والنصر) على الأعداء (والتمكين فى الأرض) (ونمكن لهم فى الأرض ونجعلهم أئمة) (فمن عمل منهم عمل الآخرة للدنيا) أى قصد بعمله الأخروى استجلاب الدنيا وجعله وسيلة إلى تحصيلها (لم يكن له فى الآخرة من نصيب) لأنه لم يعمل لها(فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوى،تحت رقم الحديث ٣١٤٣)

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا شَیْءَ لَہُ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللّٰہَ لَا یَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا کَانَ لَہُ خَالِصاً وَابْتُغِیَ بِہٖ وَجْھُہُ (سنن النسائی) [1]

ترجمہ: ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور اس نے عرض کیا کہ آپ کی اس آدمی کے بارے میں کیا رائے ہے، جو جہاد کرتا ہے، اور ثواب بھی چاہتا ہے اور اپنا نام بھی (روشن کرنا) چاہتا ہے، اس کو کیا حاصل ہوگا؟ تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو کچھ (اجروثواب) حاصل نہیں ہوگا، اس آدمی نے یہ سوال تین مرتبہ دہرایا، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے رہے کہ اس کو کچھ (اجروثواب) حاصل نہیں ہوگا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ اسی عمل کو قبول فرماتا ہے، جو خالص اس کے لئے ہو، اور اس کے ذریعہ سے صرف اللہ کی رضا کو حاصل کیا جائے (نسائی)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر شادی بیاہ یا اس کے کسی حصہ مثلاً ولیمہ سے جو کہ سنت وعبادت ہے، نام آوری، ریا کاری اور شہرت وغیرہ پیشِ نظر ہوگی، تو اس پر آخرت میں اجروثواب حاصل نہیں ہوگا۔

حضرت ابو ہند داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّہُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَنْ قَامَ مَقَامَ رِیَاءٍ وَسُمْعَةٍ رَاءَی اللّٰہُ بِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَسَمَّعَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۲۳۲۲) [2]

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو ریا کاری

---

[1] رقم الحدیث ۳۱۴۰، کتاب الجهاد، باب من غزا یلتمس الاجر والذکر.

[2] قال شعیب الارنؤوط:
صحیح لغیرہ، وهذا إسناد حسن من أجل أبی صخر -وهو حمید بن زیاد الخراط-، وباقی رجاله ثقات رجال الصحیح (حاشیة مسند احمد)

اورنام آوری کے مقام پر کھڑا ہوا (یعنی ریا کاری کے لئے تھوڑا سا عمل یا اس میں تعاون یا شرکت، تو اللہ قیامت کے دن اس کا ریا کار اور نام آور ہونا ظاہر فرمائے گا (مسند احمد)

اس طرح کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ سَمَّعَ النَّاسَ بِعَمَلِهِ، سَمَّعَ اللّٰهُ بِهِ سَامِعَ خَلْقِهِ، وَصَغَّرَهُ وَحَقَّرَهُ، قَالَ: فَذَرَفَتْ عَيْنَا عَبْدِ اللّٰهِ (مسند أحمد، رقم الحديث ٦٥٠٩) [2]

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اپنا عمل لوگوں کو سنانے کے لئے کیا، تو اللہ اس کو اپنی مخلوق کو سنوائے گا، اور اس کی تحقیر و تذلیل فرمائے گا، یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے آنسو بہہ پڑے (مسند احمد)

معلوم ہوا کہ جو شخص شہرت و نام آوری اور دوسروں کو دکھلانے اور سنانے کے لئے کوئی عمل کرے گا، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی اس نیت کو لوگوں کے سامنے ظاہر کر کے، اسے سب کے سامنے ذلیل و رسوا فرمائے گا، اور عذاب دے گا، اللہ حفاظت فرمائے۔ [3]

---

[1] عن سلمة، قال :سمعت جندبا، يقول - :قال النبي صلى الله عليه وسلم، ولم أسمع أحدا يقول قال النبي صلى الله عليه وسلم غيره، فدنوت منه، فسمعته يقول -: قال النبي صلى الله عليه وسلم :من سمع سمع الله به ، ومن يرائی يرائی الله به(صحيح البخاری، رقم الحديث ٦٤٩٩)

عن ابن عباس، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من سمع سمع الله به، ومن راء ی راء ی الله به(مسلم، رقم الحديث ٢٩٨٦ "٤٧")

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

[3] قال التوربشتی أی :من قام ينسبه إلى ذلک ويشهره به فيما بين الناس فضحه الله وشهره بذلک على رء وس الأشهاد يوم القيامة، وعذبه عذاب المرائين(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٨ص ٣١٥٩، كتاب الآداب،باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات)

Idara Ghufran

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نَعُدُّ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الرِّيَاءَ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۷۹۳۷، کتاب الرقاق) [1]

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ریا کاری کو چھوٹا شرک شمار کیا کرتے تھے (حاکم)

معلوم ہوا کہ مخلوق کی ریا کاری اور دکھلاوے کے لئے عمل کرنا چھوٹا شرک ہے، جو کہ گناہ ہے۔

پھر اگر عقیدہ میں غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنا مقصود ہو تو نفاق ہے، اور اگر عمل میں ریا کاری ہو تو سخت گناہ ہے۔ [2]

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ، قَالُوْا: وَمَا الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَلرِّيَاءُ، يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: إِذَا جُزِيَ النَّاسُ بِأَعْمَالِهِمْ: اِذْهَبُوْا إِلَى الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُرَاءُوْنَ فِي الدُّنْيَا فَانْظُرُوْا

---

[1] قال الحاكم:
هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.
و قال الذهبي في التلخيص:
صحيح.

[2] والرياء ينقسم قسمين: فإن كان الرياء فى عقد الإيمان فهو كفر ونفاق، وصاحبه فى الدرك الأسفل من النار، فلا يصح أن يخاطب بهذا الحديث. وإن كان الرياء لمن سلم له عقد الإيمان من الشرك، ولحقه شيء من الرياء فى بعض أعماله، فليس ذلك بمخرج من الإيمان إلا أنه مذموم فاعله، لأنه أشرك فى بعض أعماله حمد المخلوقين مع حمد ربه، فحرم ثواب عمله ذلك (شرح صحيح البخارى لابن بطال، ج ۱، ص ۱۱۳، تفسير كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله وهو لا يشعر)

هَلُ تَجِدُوْنَ عِنْدَهُمْ جَزَاءً (مسند أحمد، رقم الحديث ۲۳۶۳۰) ۱؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم پر سب سے زیادہ خوف چھوٹے شرک کا رکھتا ہوں، لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! چھوٹا شرک کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ریا کاری (یعنی دکھلاوا) اللہ عزوجل قیامت کے دن جب لوگوں کے اعمال کا بدلہ دے گا، ان کو فرمائے گا کہ تم ان کی طرف ہی جاؤ، جن کے لئے تم دنیا میں ریا کاری کرتے تھے، پھر دیکھو کہ کیا تم ان کے پاس کوئی جزا (اور اجروثواب) پاتے ہو (مسند احمد)

مطلب واضح ہے کہ ریا کاری کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت پر سخت خوف تھا، کیونکہ یہ چھوٹا شرک ہے، اور مخلوق کو دکھلاوے کے لئے جو عمل کیا جاتا ہے، اللہ اس پر اجروثواب عطاء نہیں فرمائے گا، بلکہ ان لوگوں کے پاس بھیجے گا، جن کے لئے ریاء کاری کی گئی تھی، اور ظاہر بات ہے کہ قیامت کے دن کسی مخلوق سے اجروثواب حاصل نہ ہو سکے گا، اس لئے ریا کار اس دن محروم اور ذلیل ورسوا ہوں گے۔ ۲؎

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهِ، فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ

۱؎ قال شعيب الارنؤوط:
حديث حسن، رجاله رجال الصحيح إلا أنه منقطع، عمرو -وهو ابن أبي عمرو مولى المطَّلب -لم يسمعه من محمود بن لبيد، بينهما فيه عاصم بن عمر بن قتادة، وهو ثقة، وعمرو صدوق (حاشية مسند احمد)

۲؎ (يقول الله لهم ") أي :للمرائين ("يوم يجازي العباد ") : على بناء الفاعل ونصب العباد، وفي نسخة على بناء المفعول ورفع العباد ("بأعمالهم ") أي :إن خيرا فخير وإن شرا فشر (" اذهبوا") أي :أيها المراؤون ("إلى الذين كنتم تراؤون ") ، أي :في حسن العبادة أو أصلها نظرهم تراعون فانظروا هل تجدون عندهم جزاء وخيرا؟) : الواو بمعنى "أو "كما في نسخة، أو عطف تفسير (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۸ص ۳۳۴۲، كتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة)

نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا، فَقَالَ: مَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ فِيهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ، قَالَ: كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ: هُوَ جَوَادٌ، فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أَمَرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهِ حَتّٰى أُلْقِيَ فِي النَّارِ (مسند أحمد، رقم الحديث ٨٢٧٧) [1]

ترجمہ: قیامت کے دن سب سے پہلے جن لوگوں کا فیصلہ ہوگا، ان میں ایک وہ آدمی ہوگا، جس پر اللہ نے کشادگی فرمائی اور اسے ہر قسم کا مال عطاء فرمایا ہوگا، اسے لایا جائے گا، اللہ اس کے سامنے اپنے انعامات شمار کروائے گا اور وہ آدمی ان سب کا اعتراف کرے گا، اللہ پوچھے گا کہ پھر تو نے ان میں کیا عمل سرانجام دیا؟ وہ آدمی عرض کرے گا کہ میں نے آپ کے ہر پسندیدہ راستہ میں خرچ کیا تھا، اور ایسا کوئی راستہ نہیں چھوڑا تھا، اللہ فرمائے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے یہ کام اس لئے کیا تھا کہ تجھے بڑا سخی کہا جائے سو وہ (تجھے دنیا میں) کہا جا چکا۔ اس کے بعد حکم ہوگا اور اسے چہرے کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم میں جھونک دیا جائے گا (مسند احمد)

معلوم ہوا کہ ریا کاری اور شہرت طلبی، اللہ کو سخت ناپسند ہے، خواہ مال خرچ کرنے میں ہو، جیسا کہ شادی بیاہ میں بہت سا مال ریا کاری، شہرت اور نام آوری کے لئے خرچ کیا جاتا ہے، اور بڑے بڑے رنگ برنگے ولیمے بھی بعض لوگ سنت کی نیت کے بجائے ریا کاری کے طور پر کرتے ہیں، اور اس پر قیامت میں سخت ذلت ناک عذاب مقرر کیا گیا ہے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

[2] (ورجل وسع الله عليه) أى: كثر ماله (وأعطاه): عطف بيان (من أصناف المال كله): كالنقود والمتاع والعقار والمواشى (فأتى به): على رء وس الخلائق للافتضاح (فعرفه نعمه فعرفها، قال): تعالى (فما عملت فيها؟) أى: فى مقابلة النعم أو فى الأموال (قال: ما تركت من سبيل) " من " زائدة تأكيدا لاستغراق النفى (تحب أن ينفق فيها): كبناء المساجد والمدارس وإعطاء الزكاة والصدقات (إلا أنفقت فيها لك. قال: كذبت) أى: فى قولك: لك (ولكنك فعلت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِي الدُّنْيَا، أَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ أَلْهَبَ فِيْهِ نَارًا (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ٣٦٠٧، كتاب اللباس، باب من لبس شهرة من الثياب) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دنیا میں شہرت (اورفخر وتفاخر) والا کپڑا پہنا، اس کو قیامت کے دن اللہ ذلت کا کپڑا پہنائے گا، پھر اس کپڑے میں آگ بھڑکائے گا (ابنِ ماجہ)

شہرت کے لباس میں کبر وعجب اور فخر وتفاخر والا لباس بھی داخل ہے، اور جو شخص یا عورت شادی بیاہ وغیرہ کے موقع پر شہرت والا لباس پہنے، خواہ وہ دولہا ہو، یا دولہن، یا شادی میں شریک ہونے والا کوئی مرد ہو یا عورت، جیسا کہ آج کل شہرت ونام آوری کی خاطر ان مقاصد کے لئے بہت مہنگے کپڑے خریدے یا تیار کئے جاتے ہیں یا کرایہ پر لے کر یا کسی سے مانگ کر اس مقصد کے لئے پہنے جاتے ہیں، ان سب کو یہ وعید شامل ہے۔ [2]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ليقال :هو جواد) أى :سخى كريم (فقد قيل) : وفيه إشارة إلى أن الله لا يضيع أجر من عمل لأى غرض يكون (ثم أمر به فسحب على وجهه) : (ثم) : هذا هو الأصل الصحيح من النسخ فى هذا المحل، وفى نسخة هنا أيضا (حتى ألقى فى النار)(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج ا ص ٢٨٩، كتاب العلم)

[1] قال شعيب الارنؤوط:

إسناده حسن(حاشية سنن ابنِ ماجه)

[2] (وعن ابن عمر قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :(من لبس ثوب شهرة) : أى ثوب تكبر وتفاخر وتجبر، أو ما يتخذه المتزهد ليشهر نفسه بالزهد، أو ما يشعر به المتسيد من علامة السيادة كالثوب الأخضر، أو ما يلبسه المتفقهة من لبس الفقهاء ، والحال أنه من جملة السفهاء (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٧ص ٢٧٨٢، كتاب اللباس)

Idara Ghufran

وَمَنْ تَرَکَ لُبْسَ ثَوْبِ جَمَالٍ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ قَالَ بِشْرٌ: أَحْسِبُهُ، قَالَ تَوَاضُعًا كَسَاهُ اللّٰهُ حُلَّةَ الْكَرَامَةِ، وَمَنْ زَوَّجَ لِلّٰهِ تَعَالٰى تَوَّجَهُ اللّٰهُ تَاجَ الْمُلْكِ (سنن أبی داود) [1]

ترجمہ: اور جس نے مزین اور خوبصورت لباس کو اس پر قدرت کے باوجود تواضع اور عاجزی کی وجہ سے ترک کر دیا (یعنی چھوڑ دیا)، تو اس کو اللہ، اکرام واعزاز کا جوڑا پہنائے گا، اور جس نے کسی کا نکاح کرایا اللہ کے لیے (نہ کسی دنیوی غرض کے لیے) تو اللہ اسے بادشاہوں والا تاج پہنائے گا (ابوداؤد)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ كَظَمَ غَيْظَهُ، وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى أَنْ يَّنْتَصِرَ دَعَاهُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ، حَتّٰى يُخَيِّرَهُ فِيْ حُوْرِ الْعِيْنِ أَيَّتَهُنَّ شَاءَ، وَمَنْ تَرَكَ أَنْ يَّلْبَسَ صَالِحَ الثِّيَابِ، وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ تَوَاضُعًا لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى، دَعَاهُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ حَتّٰى يُخَيِّرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ حُلَلِ الْإِيْمَانِ، أَيَّتَهُنَّ شَاءَ (مسند احمد، رق الحديث ١٥٦١٩) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے غصہ کو دَبالیا، حالانکہ وہ بدلہ لینے پر قادر تھا، تو اس کو اللہ تبارک وتعالیٰ تمام مخلوق کے سامنے بلا کر اس کی پسندیدہ حورِعین کا اختیار دے گا، اور جس نے اچھے لباس کو قدرت کے باوجود تواضع اور عاجزی کی وجہ سے ترک کر دیا (یعنی چھوڑ دیا)، تو اس کو اللہ تبارک

---

[1] رقم الحديث ٤٧٧٨، كتاب الادب، باب من كظم غيظا.
قال شعيب الارنؤوط:
حديث حسن لغيره (حاشية سنن ابى داؤد)

[2] قال شعيب الارنؤوط:
حديث حسن، وهذا إسناد ضعيف (حاشية مسند احمد)

وتعالیٰ تمام مخلوق کے سامنے بلا کر ایمان کے جوڑوں میں سے اس کے پسندیدہ جوڑے کا اختیار دے گا (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کو قیمتی اور خوبصورت لباس کی قدرت تھی، لیکن اس نے ریاکاری وشہرت اور نام آوری کو نظر انداز کر کے عاجزی کی وجہ سے معتدل اور سادہ لباس پہنا، تو اس کو آخرت میں اعزاز واکرام والا لباس پہنایا جائے گا۔

یہ فضیلت شادی بیاہ کے موقع پر دولہا، دلہن اور سب شرکاء کے لئے بھی ہے، جو بھی اس کے مطابق عمل کریں گے۔ [1]

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ، فَرَأٰى أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جِلْدِهٖ وَنَشَاطِهٖ، فَقَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: لَوْ كَانَ هٰذَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعٰى عَلٰى وَلَدِهٖ صِغَارًا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَإِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعٰى عَلٰى أَبَوَيْنِ شَيْخَيْنِ كَبِيرَيْنِ فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَإِنْ كَانَ يَسْعٰى عَلٰى نَفْسِهٖ يُعِفُّهَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَإِنْ كَانَ خَرَجَ رِيَاءً

---

[1] (وعن سويد) : بالتصغير (ابن وهب) : شيخ لابن عجلان، ذكره المؤلف فى التابعين (عن رجل من أبناء أصحاب النبى) : وفى نسخة :رسول الله -)صلى الله عليه وسلم -عن أبيه) : والظاهر أن ابن الصحابى عدل كأبيه مع احتمال أنه صحابى أيضا، فلا يضر جهله (قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :(من ترك لبس ثوب جمال) : أى زينة (وهو يقدر عليه) : أى والحال أنه يقدر على لبس ذلک الثوب، وإنما تركه خوفا لله تعالى، أو رجاء لما عنده من المقام الأعلى، أو استحقارا لزينة الدنيا .(وفى رواية " :تواضعا) : وهو مفعول له لترک (كساه الله حلة الكرامة) : أى أكرمه الله وألبسه من ثياب الجنة (ومن تزوج لله) : أى بأن ينزل عن درجته فيتزوج من هى أدنى مرتبة منه، كيتيمة حقيرة، أو مسكينة فقيرة، أو معتوقة صالحة ابتغاء لمرضاة ربه، أو أراد بالتزوج صيانة دينه، وحفظ نسله الذى هو مقتضى حكمة ربه (توجه الله) : بتشديد الواو أى ألبسه (تاج الملک) : وهو كناية عن إجلاله وتوقيره، أو أعطى تاجا ومملكة فى الجنة(مرقاة المفاتيح، ج٧،ص ٢٧٨٣، كتاب اللباس)

وَمُفَاخَرَةً فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ الشَّيْطَانِ (المعجم الکبیر للطبرانی)[1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک چُست اور چوبند آدمی گزرا، جس کو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام نے دیکھ کر کہا، کہ اے اللہ کے رسول! کاش کہ یہ اللہ کے راستے میں ہوتا؟ تو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ اپنے چھوٹے بچوں کے لئے سعی کرنے (یعنی اُن کے نان نفقہ اور روزی روٹی کا بندوبست کرنے) کے لئے نکلا، تو یہ اللہ کے راستے میں ہے، اور اگر وہ اپنے بوڑھے اور بڑی عمر کے والدین کے لئے سعی کرنے (یعنی اُن کے نان نفقہ اور روزی روٹی کا بندوبست کرنے) کے لئے نکلا، تو یہ اللہ کے راستے میں ہے، اور اگر وہ اپنی ذاتی ضروریات کے لئے سعی کرنے (یعنی اپنی ذات کے لئے کمانے اور روزی روٹی کا بندوبست کرنے) کے لئے نکلا، تا کہ وہ پاکدامنی اختیار کرے (یعنی لوگوں سے سوال نہ کرنا پڑے) تو یہ اللہ کے راستے میں ہے، اور اگر وہ ریا کاری اور فخر وتفاخر (یعنی مال کو فخر وتفاخر اور شہرت و بڑائی کے کاموں میں خرچ کرنے) کے لئے نکلا، تو وہ شیطان کے راستے میں ہے (طبرانی)

معلوم ہوا کہ ریا کاری، نمود ونمائش اور فخر وتفاخر کے لئے نکلنا اور اس غرض سے مال کمانا، خواہ

---

[1] رقم الحدیث ۲۸۲، ج۱۹ ص ۱۲۹، المعجم الاوسط، رقم الحدیث ۶۸۳۵؛ المعجم الصغیر للطبرانی، رقم الحدیث ۹۴۰.

قال المنذری:

رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح (الترغیب والترھیب، تحت رقم الحدیث ۲۶۱۰، کتاب البیوع وغیرھا الترغیب فی الاکتساب بالبیع وغیرہ)

وقال الهیثمی:

رواہ الطبرانی فی الثلاثة، ورجال الکبیر رجال الصحیح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۷۷۰۹)

وقال الحوینی:

حدیث حسن. وقد ورد من حدیث أنس و أبی هریرة و کعب بن عجرة رضی اللہ عنهم (الفتاویٰ الحدیثیة للحوینی، ص ۴۰۰، اسئلة عام ۱۴۲۲)

Idara Ghufran

جائز طریقہ پر ہی ہو، یہ شیطان کا راستہ ہے، اس میں وہ لوگ بھی داخل ہیں، جو ریا کاری اور لوگوں میں دھوم دھام پیدا کرنے اور نام روشن کرنے کی غرض سے شادی بیاہ کی رسموں اور تقریبوں میں خرچ کرنے کے لئے مال کماتے ہیں۔ [1]

اضاعتِ مال کی ممانعت و مذمّت

شادی بیاہ کی رسموں میں مال کا ضیاع بھی کیا جاتا ہے، اور طرح طرح سے اسراف اور فضول خرچی کی جاتی ہے، جس کے متعلق قرآن وسنت میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا

(سوره بنی اسرائیل، رقم الآية ٢٧)

ترجمہ: بے شک تبذیر کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں، اور ہے شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا (بنی اسرائیل)

اور سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَاتُسْرِفُوْا، اِنَّهٗ لَايُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (سوره انعام، رقم الآية ١٤١)

ترجمہ: اور تم اسراف (یعنی فضول خرچ) نہ کرو، بلاشبہ وہ (یعنی اللہ) پسند نہیں کرتا، اسراف (یعنی فضول خرچ) کرنے والوں کو (سورہ انعام)

---

[1] (إن كان خرج يسعى على ولده صغارا) أى يسعى على ما يقيم به أودهم (فهو) أى الإنسان الخارج لذلك أو الخروج أو السعى (فى سبيل الله) أى فى طريقه وهو مثاب مأجور إذ الخروج فيه كالخروج فى سبيل الله أى الجهاد أو السعى كالسعى فيه (وإن كان خرج يسعى على أبوين شيخين كبيرين) أى أدركهما الكبر أى الهرم عنده (فهو فى سبيل الله) بالمعنى المقرر (وإن كان خرج يسعى على نفسه يعفها) أى عن المسألة للناس أو عن أكل الحرام أو عن الوطء الحرام (فهو فى سبيل الله وإن كان خرج يسعى) لا لواجب أو مندوب بل (رياء ومفاخرة) بين الناس (فهو فى سبيل الشيطان) إبليس أو المراد الجنس أى فى طريقهم أو على منهجهم (فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوى، تحت رقم الحديث ٢٦٦٩)

اور سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا. اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (سورة الاعراف، رقم الآية ۳۱)

ترجمہ: اور کھاؤ پیو اور اسراف (یعنی فضول خرچ) نہ کرو، بے شک وہ (یعنی اللہ) پسند نہیں کرتا اسراف (یعنی فضول خرچ) کرنے والوں کو (سورہ اعراف)

اور سورہ فرقان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا (سورة الفرقان، رقم الآية ٦٧)

ترجمہ: اور وہ لوگ (یعنی رحمٰن کے خاص بندے) جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ اسراف (فضول خرچی) کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں، اور ان کا خرچ کرنا اس (یعنی اسراف اور تنگی) کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے (سورہ فرقان)

مذکورہ آیات سے اسراف اور تبذیر یعنی بے جا مال خرچ کرنے اور ضرورت سے زیادہ مال خرچ کرنے اور گناہ میں خرچ کرنے کی برائی معلوم ہوئی۔ [1]

حضرت یحییٰ بن جزار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے چند سوالات کیے، جن میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ:

فَمَا التَّبْذِيْرُ؟ قَالَ: إِنْفَاقُ الْمَالِ فِيْ غَيْرِ حَقِّهٖ (مستدرک حاکم) [2]

---

[1] قوله الإسراف هو صرف الشيء فيما ينبغي زائدا على ما ينبغي بخلاف التبذير فإنه صرف الشيء فيما لا ينبغي(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج٢،ص ٢٤٣، كتاب الوضوء، باب ما جاء فى الوضوء)

[2] رقم الحديث ٣٣٧٥، كتاب التفسير، تفسير سورة بنى اسرائيل.

قال الحاكم:

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه

وقال الذهبى فى التلخيص:

على شرط البخارى ومسلم.

ترجمہ: تبذیر کسے کہا جاتا ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مال کو ناحق خرچ کرنا (حاکم)

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں جو مال کی تبذیر کرنے کی برائی آتی ہے، اس سے مراد، مال کو ناحق اور بے جا خرچ کرنا ہے۔ اور مال عام ہے، جس میں روپیہ پیسہ، کھانا پینا، پہننا وغیرہ سب طرح کا مال خرچ کرنا داخل ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ اللّٰهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا: قِيْلَ وَقَالَ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ (بخاری) [1]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک اللہ تمہارے لیے تین چیزوں کو ناپسند فرماتا ہے، ایک قیل وقال (اور فضول بحث مباحثہ) کرنے کو، اور دوسرے مال ضائع کرنے کو، اور تیسرے کثرت سے سوال کرنے کو (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ يَرْضٰى لَكُمْ ثَلَاثًا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ ثَلَاثًا، فَيَرْضٰى لَكُمْ: أَنْ تَعْبُدُوْهُ، وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا، وَأَنْ تَعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ: قِيْلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ (مسلم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تم سے تین چیزوں سے راضی ہوتا ہے، اور تین چیزوں کو ناپسند فرماتا ہے، پس تم سے اس سے راضی ہوتا ہے کہ ایک تو تم اس کی عبادت کرو، دوسرے اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ

---

[1] رقم الحدیث ۱۴۷۷، کتاب الزکاۃ، باب قول اللہ تعالی: لا یسألون الناس إلحافا و کم الغنی.

[2] رقم الحدیث ۱۷۱۵ "۱۰" کتاب الاقضیة، باب النهی عن کثرة المسائل من غیر حاجة، والنهی عن منع وهات، وهو الامتناع من أداء حق لزمه، أو طلب ما لا یستحقه.

کرو، اور تیسرے یہ کہ اللہ کی رسی (یعنی قرآن وسنت) کومل کر مضبوط پکڑلو، اور تفرقہ بازی (اور آپس میں بے جا اختلاف) نہ کرو، اورتم سے ان تین چیزوں کو ناپسند فرماتا ہے، ایک تو قیل وقال (یعنی فضول بحث ومباحثہ اور گپ شپ) کو، اور دوسرے کثرت سے سوال کرنے کو، اور تیسرے مال ضائع کرنے کو (مسلم)

بعض دیگر روایات میں بھی یہ مضمون تھوڑے بہت فرق کے ساتھ آیا ہے۔ [1]

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ مال ضائع اور بے جا خرچ کرنے اور فضول خرچی کرنے کو اللہ ناپسند فرماتا ہے، اور ریا کاری، نام آوری وغیرہ کی خاطر یا فضول رسموں میں مال خرچ کرنا بھی مال کو ضائع کرنا ہے، نیز کھاتے وقت کھانے کو ضائع کرنا، جیسا کہ شادی بیاہ کی تقریبات میں بیشتر لوگ بہت سا کھانا ضائع کردیتے ہیں، یہ بھی اس میں داخل ہے، جو اللہ کو ناپسند اور اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ [2]

---

[1] عن أبی هريرة، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال" :آمركم بثلاث، وأنهاكم عن ثلاث :آمركم أن تعبدوا الله، ولا تشركوا به شيئا، وتعتصموا بحبل الله جميعا، ولا تتفرقوا، وتطيعوا لمن ولاه الله أمركم، وأنهاكم عن قيل وقال، وكثرة السؤال، وإضاعة المال"(صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۴۵۶۰)

فی حاشية ابن حبان:إسناده صحيح على شرط مسلم.

عن أبی هريرة، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال " :إن الله كره لكم ثلاثا، ورضى لكم ثلاثا :رضى لكم أن تعبدوه، ولا تشركوا به شيئا، وأن تعتصموا بحبل الله جميعا، وأن تنصحوا لولاة الأمر، وكره لكم قيل وقال، وإضاعة المال، وكثرة السؤال (مسند أحمد، رقم الحديث ۸۳۳۴)

فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط مسلم.

[2] (وإضاعة المال) صرفه فی غير حله وبذله فی غير وجهه المأذون فيه شرعا أو تعريضه للفساد والله لا يحب المفسدين أو السرف فی إنفاقه بالتوسع فی لذيذ المطاعم والمشارب ونفيس الملابس والمراكب وتمويه السقوف ونحو ذلک لما ينشأ عنه من غلط الطبع وقسوة القلب المبعدة عن الرب أما فی طاعة فعبادة وقد نهى سبحانه عن التبذير وأرشد إلى حسن التدبير (ولا تجعل يدک مغلولة إلى عنقک) ولا يخفى ما فی هذا الحديث من المحسنات اللفظية باعتبار نسجها على أحسن منوال وكثرة معانيها مع ما فی اللفظ من الإقلال(فيض القدير للمناوی، تحت رقم الحديث ۱۷۲۶)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ:

لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا أَفْنَاهُ وَعَنْ عِلْمِهٖ فِيْمَ فَعَلَ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ أَيْنَ اِكْتَسَبَهُ وَفِيْمَ أَنْفَقَهُ وَعَنْ جِسْمِهٖ فِيْمَ أَبْلَاهُ (ترمذی) [1]

ترجمہ: قیامت کے دن بندہ کے قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہلیں گے، جب تک اس سے اس کی عمر کے بارے یہ سوال نہ کرلیا جائے کہ اس نے اس عمر کو کہاں خرچ کیا؟ اوراس کے علم کے بارے میں یہ سوال نہ کرلیا جائے کہ اس نے علم کا کیا کیا؟ اوراس کے مال کے بارے میں یہ سوال نہ کرلیا جائے کہ کہاں سے کمایا اورکس چیز میں خرچ کیا؟ اوراس کے جسم کے بارے میں یہ سوال نہ کرلیا جائے کہ اس نے اس کو کس چیز میں کھپایا (ترمذی)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قوله:(وإضاعة المال)(قال):(هو إنفاقه فى غير طاعة الله تعالى والسرف انتهى كلامه .قيل: والتقسيم الحاصر فيه الحاوى لجميع الأقسام أن تقول :إن الذى يصرف إليه المال، إما أن يكون واجبا كالنفقة والزكاة ونحوهما، فهذا لا ضياع فيه، وهكذا إن كان مندوبا إليه، وإما أن يكون حراما أو مكروها، وهذا قليلة وكثرة إضاعة وسرف .وإما أن يكون مباحا ولا إشكال إلا فى هذا القسم؛ إذ كثر من الأمور يعده بعض الناس من المباحات، وعند التحقيق ليس كذلك كتشييد الأبنية وتزيينها، والإسراف فى النفقة، والتوسع فى لبس الثياب الناعمة، والأطعمة الشهية اللذيذة، وأنت تعلم أن الفسق وغلظة الطبع يتولد من لبس الرقاق وأكل الرقاق .ويدخل فيه تمويه الأوانى والسقوف بالذهب والفضة، وسوء القيام على ما يملكه من الرقيق والدواب، حتى تضيع فتهلك . وقسمة ما لا ينتفع الشريك به كاللؤلؤة والسيف يكسران .وكذا احتمال الغبن الفاحش فى البياعات، وإيتاء المال صاحبه، وهو سفيه حقيق بالحجر .وهذا الحديث أصل فى معرفة حسن الخلق الذى هو منبع جميع الأخلاق الحميد والخلال الحميدة(شرح المشكاة للطيبى ، ج١٠ ص٣١٥٨، كتاب الآداب، باب البر والصلة)

[1] رقم الحديث ٢٤١٧، أبواب صفة القيامة والرقائق والورع، باب فى القيامة،شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر.

قال الترمذى:

هذا حديث حسن صحيح، وسعيد بن عبدالله بن جريج هو بصرى وهو مولى ابى برزة وابوبرزة اسمه نضلة بن عبيد.

Idara Ghufran

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن، جس طرح مال کمانے کے طریقے اور ذریعے کا سوال کیا جائے گا کہ وہ کس طرح اور کہاں سے کمایا، جائز طریقہ پر یا ناجائز طریقہ پر، اسی طرح اس کو خرچ کرنے کے مصرف کے بارے میں بھی سوال کیا جائے گا، لہٰذا جو لوگ دھوم دھام سے شادی بیاہ کرنے کے لئے ناجائز طریقہ پر مال کماتے اور حاصل کرتے ہیں، اور پھر فضول رسموں میں مال کو خرچ کرتے ہیں، ان سے بھی یہ سوال ہوگا، اور اگر مال تو جائز طریقہ پر حاصل کیا، لیکن فضول کی رسموں اور نمود و نمائش میں خرچ کیا، تو خرچ کرنے کے متعلق پھر بھی سوال ہوگا اور اس پر مؤاخذہ ہوگا۔ [1]

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُوا، وَاشْرَبُوا، وَتَصَدَّقُوا، وَالْبَسُوا، فِي غَيْرِ مَخِيلَةٍ وَلَا سَرَفٍ، إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ أَنْ تُرٰى نِعْمَتُهُ عَلٰى عَبْدِهٖ (مسند أحمد، رقم الحديث ٦٧٠٨) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کھاؤ اور پیو اور صدقہ کرو، اور لباس پہنو، کبر و عجب کے بغیر اور اسراف کے بغیر، بے شک اللہ پسند کرتا ہے اس بات کو کہ اس کی نعمت اس کے بندہ پر دیکھی جائے (مسند احمد)

جلیل القدر تابعی حضرت طاوس رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ: كُلْ مَا شِئْتَ ، وَالْبَسْ مَا شِئْتَ ، مَا أَخْطَأَتْكَ خُلَّتَانِ: سَرَفٌ ، أَوْ مَخِيلَةٌ (مصنف ابن أبی شيبة) [3]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ جو چاہیں کھائیں اور جو

---

[1] وعن ماله من أين اكتسبه "أی :من حرام أو حلال؟ "وفيما أنفقه "أی :فی طاعة أم معصية(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٨ص ٣٢٥۴، كتاب الرقاق)

[2] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده حسن(حاشية مسند أحمد)

[3] رقم الحديث ٢٥٣٧٥ ، كتاب اللباس،من قال البس ما شئت ما أخطأك سرف ، أو مخيلة.

چاہیں پہنیں، جب تک دو خصلتوں سے بچیں، ایک اسراف سے، دوسرے کبر وعجب سے (ابنِ ابی شیبہ)

اس سے معلوم ہوا کہ کھانے اور پہننے میں بھی اسراف اور مال کو ضائع کرنے اور کبر وعُجب کو اختیار کرنے سے بچنا ضروری ہے، اوراس میں شادی بیاہ کے موقع پر کبر وعُجب کی غرض سے قیمتی لباس پہننااور ولیمہ اور دعوت وغیرہ کے موقع پر کھانے کو ضائع کرنا بھی داخل ہے۔ [1]

حرص وہوس کی مذمّت اور قناعت کی فضیلت

آج کل عام طور پر صورتِ حال یہ ہے کہ جس کے پاس مال ودولت کی فراوانی ہوتی ہے، وہ تو اپنے پاس موجود مال سے رسمیں انجام دیتا ہے، اور جس کے پاس ان رسموں کو انجام دینے کے لئے مال ودولت نہیں ہوتا، یا کم ہوتا ہے، وہ طرح طرح سے مال ودولت کی حرص وہوس میں لگ کر مال حاصل کرنے کی فکر کرتا ہے، اور مال کی کمی وقلت کو غربت اور ناکامی سمجھ کر احساسِ کمتری کا شکار ہوتا ہے، اس لئے اس طرح کے لوگوں کے لئے قرآن وسنت کی بیان فرمودہ قیمتی ہدایات وتعلیمات ذکر کی جاتی ہیں۔

قرآن مجید کی سورہ اسراء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ رَبَّکَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيْرًا بَصِيْرًا (سورة الإسراء، رقم الآية ٣٠)

ترجمہ: بے شک تیرا رب کشادہ کر دیتا ہے، رزق کو جس کے لئے چاہتا ہے اور

---

[1] قوله :(من غير إسراف) يتعلق بالمجموع، والإسراف صرف الشيء زائدا على ما ينبغي. قوله :(ولا مخيلة) بفتح الميم الكبر من الخيلاء التكبر، وقال ابن التين :المخيلة على وزن مفعلة من اختال إذا تكبر، وقال الموفق عبد اللطيف البغدادى :هذا الحديث جامع لفضائل تدبير الإنسان نفسه، وفيه تدبير مصالح النفس والجسد فى الدنيا والآخرة، فإن السرف فى كل شيء يضر بالمعيشة فيؤدى إلى الإتلاف ويضر بالنفس إذا كانت تابعة للجسد فى أكثر الأحوال، والمخيلة تضر بالنفس حيث يكسبها العجب، ويضر بالآخرة حيث تكسب الإثم، وبالدنيا حيث تكسب المقت من الناس(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج ٢١ ص ٢٩٤، كتاب اللباس)

تنگ کردیتا ہے، بے شک وہ ہے اپنے بندوں کی خوب خبر رکھنے والا، خوب دیکھنے والا (سورہ اسراء)

اور سورہ عنکبوت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَیَقْدِرُ لَہٗ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (سورة العنکبوت، رقم الآیة ٦٢)

ترجمہ: اللہ کشادہ کردیتا ہے رزق کو، جس کے لیے چاہتا ہے، اپنے بندوں میں سے، اور تنگ کردیتا ہے، بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے (سورہ عنکبوت)

اور سورہ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَہٗ مَقَالِیْدُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَاءُ وَیَقْدِرُ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (سورة الشوری، رقم الآیة ١٢)

ترجمہ: اسی کے لئے ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی، کشادہ کردیتا ہے رزق کو جس کے لئے چاہتا ہے، اور تنگ کردیتا ہے، بے شک وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے (سورہ شوریٰ)

اس طرح کی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ رزق کا تقسیم اور کشادہ وتنگ کرنا اللہ تعالیٰ کی مشیّت پر موقوف ہے، وہ اپنی حکمت اور علم کے مطابق رزق کی تقسیم اور اس میں کمی وزیادتی کرتا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی اس تقسیم پر راضی رہنا چاہئے، اور اسے حکمت ومصلحت کے مطابق سمجھنا چاہئے، اور اس کی طرف سے جو چیز بھی حلال وجائز طریقہ پر حاصل ہو، اس پر صبر وشکر کرنا چاہئے اور رزق کی وسعت اور کشادگی کے لئے اللہ ہی کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: تَعِسَ عَبْدُ الدِّیْنَارِ، وَالدِّرْھَمِ، وَالْقَطِیْفَةِ، وَالْخَمِیْصَةِ، اِنْ اُعْطِیَ رَضِیَ، وَاِنْ لَّمْ یُعْطَ لَمْ

یَرْضَ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دینار ودرہم (یعنی روپیہ وپیسہ اور مال و دولت) اوراونی (یعنی عمدہ) لباس کے بندے (یعنی مال ودولت اور اسباب کے پُجاری) ہلاک ہوں، اگرانہیں یہ چیزیں ملتی ہیں، تو راضی ہوجاتے ہیں اوراگرنہیں ملتیں، تو راضی نہیں ہوتے (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ جن کی ساری توقعات اورلوگوں سے ربط وتعلقات میں اصل مدار مالی ومادی مفادات کے حصول پر ہوکہ مال کے آنے پر خوش ہوں، اورنہ آنے پر راضی نہ ہوں، یہ مال ودولت کے غلام ہیں، جو ہلاکت کا راستہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ [2]

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِیْ غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَی الْمَالِ، وَالشَّرَفِ لِدِیْنِهٖ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۵۷۹۴) [3]

---

[1] رقم الحديث ۶۴۳۵، كتاب الرقاق، باب ما يتقى من فتنة المال.

[2] (وعنه) أى عن أبى هريرة رضى الله عنه (عن النبى قال :تعس) بكسر العين المهملة، ويجوز الفتح :أى خر لوجهه، والمراد هنا هلک .قال ابن الأنبارى :التعس الشر، وقيل البعد (عبد الدينار والدرهم والقطيفة) بالقاف والطاء المهملة والتحتية والفاء بوزن صحيفة هى الثوب الذى له خمل (والخميصة) بالخاء المعجمة وبالميم والصاد المهملة بالوزن المذكور هى كساء مربع :أى عبد كل مما ذكر وقد جاء التصريح بالمضاف مع كل فى رواية للبخارى بلفظ تعس عبد الدينار وعبد الدرهم وعبد القطيفة وعبد الخميصة رواه كذلک فى كتاب الجهاد :أى طالب ما ذكر الحريص على جمعه القائم على حفظه فكأنه لذلک خادمه وعبده، قال :خص العبد بالذكر ليؤذن بانغماسه فى محبة الدنيا كالأسير الذى لا يجد ملخصاً، ولم يقل مالک ولا جامع الدنيا لأن المذموم من الملک والجمع الزيادة على الحاجة .وقال غيره :جعله عبداً لها لشغفه وحرصه فمن كان عبداً لهواه لم يصدق فى حقه إياک نعبد وإياک نستعين فلا يكون من اتصف بذلک صديقاً قاله فى الفتح (إن أعطى) بالبناء للمفعول مما ذكر (رضى وإن لم يعط لم يرض) هذان الشرطان وجوابهما مسوقان لبيان سبب شدة حرصه على ذلک (دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، ج۴، ص۳۹۷، باب فضل الزهد فى الدنيا)

[3] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو بھوکے بھیڑیئے جن کو بکریوں کے ریوڑ (اور مجمع وجمگھٹے) میں چھوڑ دیا جائے، اتنا فساد (اور تباہی) برپا نہیں کرتے، جتنا کہ انسان کا مال اور جاہ (یعنی منصب وعہدہ) کی حرص وہوس، اس کے دین میں فساد (اور تباہی) برپا کرتی ہے (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ دو بھوکے بھیڑیئے جو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں، اتنی تباہی وہ بکریوں کے ریوڑ میں نہیں پھیلاتے، جتنی تباہی اور فساد انسان کے دین میں مال کی حرص اور اپنی عزت اور منصب بڑھانے کی محبت کرنا پھیلاتا ہے۔ [1]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] (قال :قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم " :ما ") : نافية ("ذئبان ") : بهمزة ساكنة ويبدل ("جائعان ") : أتى به للمبالغة ("أرسلا ") أى :خليا وتركا ("فى غنم ") أى :فى قطعة غنم ("بأفسد ") : الباء زائدة أى :أكثر إفسادا ("لها ") أى :لتلك الغنم، والتأنيث باعتبار الجنس أو القطعة ("من حرص المرء ") : المشبه بالذئبين لتعلقه بالشيئين ظاهرا وباطنا وهما قوله :("على المال ") أى :الكثير ("والشرف ") أى :الجاه الوسيع، وقوله :("لدينه ") متعلق بأفسد، والمعنى أن حرص المرء عليهما أكثر فسادا لدينه المشبه بالغنم لضعفه بجنب حرصه من إفساد الذئبين للغنم.

قال الطيبى رحمه الله تعالى " :ما "بمعنى ليس، وذئبان اسمها، وجائعان صفة له، وأرسلا فى غنم الجملة فى محل الرفع على أنها صفة بعد صفة، وقوله :بأفسد خبر لما والباء زائدة وهو أفعل تفضيل أى :بأشد إفسادا، والضمير فى لها للغنم واعتبر فيها الجنسية، فلذا أنث .وقوله :من حرص المرء هو المفضل عليه لاسم التفضيل، وقوله :على المال والشرف يتعلق بالحرص، والمراد به الجاه .وقوله (لدينه) اللام فيه بيان كما فى قوله تعالى (لمن أراد أن يتم الرضاعة) كأنه قيل :بأفسد لأى شىء ؟ قيل :لدينه، ومعناه ليس ذئبان جائعان أرسلا فى جماعة من جنس الغنم بأشد إفسادا لتلك الغنم من حرص المرء على المال والجاه، فإن إفساده لدين المرء أشد من إفساد الذئبين الجائعين لجماعة من الغنم إذا أرسلا فيها، أما المال فإفساده أنه نوع من القدرة يحرك داعية الشهوات، ويجر إلى التنعيم فى المباحات، فيصير التنعم مألوفا، وربما يشتد أنسه بالمال، ويعجز عن كسب الحلال، فيقتحم فى الشبهات مع أنها ملهية عن ذكر الله تعالى، وهذه لا ينفك عنها أحد، وأما الجاه فكفى به إفسادا أن المال يبذل للجاه، ولا يبذل الجاه للمال وهو الشرك الخفى، فيخوض فى المراءاة والمداهنة والنفاق، وسائر الأخلاق الذميمة، فهو أفسد وأفسد اه(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٨ص ٣٢٤٣، كتاب الرقاق)

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغَى ثَالِثًا، وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ، وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ (بخاری) [1]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ (بالفرض) اگر ابنِ آدم کے پاس مال کی دو وادیاں (اور گھاٹیاں) ہوں، تو وہ تیسری کو تلاش کرے گا، اور ابنِ آدم کا پیٹ تو صرف (قبر کی) مٹی ہی بھرتی ہے، اور اللہ اس پر متوجہ ہوتا (اور توبہ قبول فرماتا) ہے، جو (اللہ سے) توبہ کرتا ہے (بخاری)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ: لَوْ أَنَّ ابْنَ آدَمَ أُعْطِيَ وَادِيًا مَلْئًا مِنْ ذَهَبٍ أَحَبَّ إِلَيْهِ ثَانِيًا، وَلَوْ أُعْطِيَ ثَانِيًا أَحَبَّ إِلَيْهِ ثَالِثًا، وَلَا يَسُدُّ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ، وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ (بخاری) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اگر (بالفرض) ابنِ آدم کو سونے کی ایک بھری ہوئی وادی مل جائے، تو اس کو دوسری وادی کی اس سے بھی زیادہ خواہش ہوتی ہے، اور اگر دوسری وادی مل جائے، تو تیسری وادی کی اس سے بھی زیادہ خواہش ہوتی ہے، اور ابنِ آدم کا پیٹ تو صرف (قبر کی) مٹی ہی بھرتی ہے، اور اللہ اس پر متوجہ ہوتا (اور توبہ قبول فرماتا) ہے، جو (اللہ سے) توبہ کرتا ہے (بخاری)

اس طرح کی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ٦٤٣٦، كتاب الرقاق، باب ما يتقى من فتنة المال.

[2] رقم الحديث ٦٤٣٨، كتاب الرقاق، باب ما يتقى من فتنة المال.

[3] عن ابن شهاب، قال :أخبرني أنس بن مالك، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :لو أن لابن آدم واديا من ذهب أحب أن يكون له واديان، ولن يملأ فاه إلا التراب، ويتوب الله على من تاب (بخاري، رقم الحديث ٦٤٣٩)

Idara Ghufran

مطلب یہ ہے کہ انسان کی حرص وہوس کی حالت یہ ہے کہ اس کو جتنا بھی زیادہ مال ودولت حاصل ہوجائے، اس کا پیٹ نہیں بھرتا، بلکہ اسے اس سے زیادہ کی مزید سے مزید تر کی حرص وفکر سوار ہوجاتی ہے، اوراس کی حرص وہوس کا پیٹ تو مرنے کے بعد اسی وقت بھرتا ہے، جب اس کے پیٹ میں قبر یا زمین کی مٹی بھرتی ہے۔

اور اگر کوئی حرص وہوس وغیرہ سے توبہ کرے، تو اللہ اس کی توبہ ضرور قبول فرمائے گا، لہٰذا حرص وہوس کو جلد از جلد توبہ کر کے قناعت اور شکر کی نعمت سے مستفید ہونا چاہئے۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ، وَلٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ (بخاری) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اصل غناء (ومالداری) سامان زیادہ ہونے سے نہیں، بلکہ اصل غناء (ومالداری) نفس (ودل) کا غنی (ومالدار) ہونا ہے (بخاری)

---

[1] (لو كان لابن آدم واد من مال) وفى رواية لو أن لابن آدم واديا مالا وفى رواية لو كان لابن آدم واديا من مال وفى آخرى من ذهب وفى أخرى من ذهب وفضة (لابتغى) بغين معجمة افتعل بمعنى طلب (إليه ثانيا) عداه بإلى لتضمن الابتغاء بمعنى لضم يعنى لضم إليه واديا ثانيا (ولو كان له واديان لابتغى إليهما) واديا (ثالثا) وهلم جرا إلى ما لا نهاية له (ولا يملأ جوف ابن آدم) وفى رواية نفس بدل جوف وفى أخرى ولا يسد جوف وفى أخرى ولا يملأ عين وفى أخرى ولا يملأ فاه وفى أخرى ولا يملأ بطنه وليس المراد عضوا بعينه والغرض من العبارات كلها واحد وهو من التفنن فى العبارة ذكره الكرمانى (إلا التراب) أى لا يزال حريصا على الدنيا حتى يموت ويمتلء جوفه من تراب قبره والمراد بابن آدم الجنس باعتبار طبعه وإلا فكثير منهم يقطع بما أعطى ولا يطلب زيادة لكن ذلك عارض له من الهداية إلى التوبة كما يومء إليه قوله (ويتوب الله على من تاب) أى يقبل التوبة من الحرص المذموم ومن غيره أو تاب بمعنى وفق يقال تاب الله عليه أى وفقه يعنى جبل الآدمى على حب الحرص إلا من وفق الله وعصمه فوقع يتوب موقع إلا من عصمه إشعارا بأن هذه الجبلة مذمومة جارية مجرى الذنب وأن إزالتها ممكنة بالتوفيق وفى ذكر ابن آدم دون الإنسان إيماء إلى أنه خلق من تراب طبعه القبض واليبس وإزالته ممكنة بأن يمطر الله عليه من غمام توفيقه(فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوى، تحت رقم الحديث ٧٤٧٦)

[2] رقم الحديث ٦٤٤٦، كتاب الرقاق،باب الغنى غنى النفس.

اورحضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَنَّہُ قَالَ:یَا أَبَا ذَرٍّ، أَتَرٰی کَثْرَۃَ الْمَالِ ہُوَ الْغِنٰی؟ قُلْتُ:نَعَمْ،قَالَ:وَتَرٰی أَنَّ قِلَّۃَ الْمَالِ ہُوَ الْفَقْرُ؟ قُلْتُ:نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ،قَالَ:لَیْسَ کَذٰلِکَ إِنَّمَا الْغِنٰی غِنَی الْقَلْبِ وَالْفَقْرُ فَقْرُ الْقَلْبِ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۷۹۲۹،کتاب الرقاق) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذر! کیا آپ مال زیادہ ہونے کو غناء(ومالداری) سمجھتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ بے شک! پھر فرمایا کہ کیا آپ مال کم ہونے کو فقر(وغریبی) سمجھتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ بے شک اے اللہ کے رسول! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی بات نہیں، بلکہ اصل غناء (ومالداری) دل کا غنیٰ (ومالدار ہونا) ہے، اور اصل فقر(وغریبی) دل کا فقیر (وغریب ہونا) ہے(حاکم)

مطلب یہ ہے کہ جس چیز کو ظاہر میں لوگ امیری وغریبی سمجھتے ہیں، اللہ اوراس کے رسول کی نظر میں وہ حقیقی امیری وغریبی نہیں ہے، اور حقیقی امیر ومالدار وہ ہے، جس کا دل اور نفس امیر ومالدار ہو، یعنی اللہ نے جو کچھ دیا، اس پر دل سے راضی ہو، اور مزید کی حرص وہوس میں مبتلاء نہ ہو، اور جو کچھ اللہ نے دیا ہے، اس کو اپنے لئے کافی سمجھے اور دل سے شکر کرے، جس کو قناعت کہتے ہیں۔

اور حقیقی مفلسی اورمحتاجی وہ ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے پر دل سے راضی نہ ہو، مزید مال و دولت کی حرص وہوس میں مبتلاء ہو اور جو اللہ نے دیا ہے، اس کو کافی نہ سمجھے، اور ناشکری کرے۔ [2]

---

[1] قال الذهبی فی التلخیص:علی شرط البخاری.

[2] (لیس الغنی) بکسر أوله مقصورا أی الحقیقی النافع المعتبر (عن کثرة العرض) بفتح الراء

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ ظَھْرٍ، إِنَّمَا الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ، وَإِذَا أَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا جَعَلَ غِنَاہُ فِیْ نَفْسِہٖ وَتُقَاہُ فِیْ قَلْبِہٖ، وَإِذَا أَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ شَرًّا جَعَلَ فَقْرَہٗ بَیْنَ عَیْنَیْہِ (صحیح ابن حبان، رقم الحديث ٦٢١٧، كتاب التاريخ، باب بدء الخلق) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مالداری ظاہری مال کی نہیں کہلاتی، بلکہ اصل مالداری نفس کی مالداری ہے، اور جب اللہ کسی بندے کے ساتھ خیر (وبھلائی) کا ارادہ فرماتا ہے، تو اس کی مالداری کو اس کے نفس میں اور اس کے تقویٰ کو اس کے دل میں پیدا فرما دیتا ہے، اور جب اللہ کسی بندے کے ساتھ شر (وبرائی) کا ارادہ فرماتا ہے، تو اس کی نظر و نگاہ میں اس کے فقر (اور غربت) کو پیدا فرما دیتا ہے (ابنِ حبان)

مطلب یہ ہے کہ جب بندہ اپنے دل سے اپنے آپ کو غنی سمجھے، اور اللہ کی تقسیم پر راضی ہو، اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كما فى المشارق وبسكونها على ما فى المقاييس لابن فارس متاع الدنيا قيل وكأنه أراد بالعرض مقابل الجوهر وهو عند أهل السنة لا يبقى زمانين شبه متاع الدنيا فى سرعة زواله وعدم بقائه زمانين يعنى ليس الغنى المحمود ما حصل عن كثرة العرض والمتاع لأن كثيرا ممن وسع الله عليه لا ينتفع بما أوتى بل هو متجرد فى الإزدياد ولا يبالى من أين يأتيه فكأنه فقير لشدة حرصه فالحريص فقير دائما (ولكن الغنى) المحمود المعتبر عند أهل الكمال (غنى) القلب وفى رواية (النفس) أى استغناؤها بما قسم لها وقناعتها ورضاها به بغير إلحاح فى طلب ولا إلحاف فى سؤال ومن كفت نفسه عن المطامع قرت وعظمت وحصل لها من الحظوة والنزاهة والشرف والمدح أكثر من الغنى الذى يناله من كان فقير النفس فإنه يورطه فى رذائل الأمور وخسائس الأفعال لدناء ة همته فيصغر فى العيون ويحتقر فى النفوس ويصير أذل من كل ذليل والحاصل أن من رضى بالمقسوم فكأنه واجد أبدا ومن اتصف بفقر النفس فكأنه فاقد أبدا يأسف على ما فات ويهتم بما هو آت فمن أراد غنى النفس فليحقق فى نفسه أنه تعالى المعطى المانع فيرضى بقضائه ويشكر على نعمائه ويفزع إليه فى كشف ضرائه (فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ٧٥٧٩)

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية ابنِ حبان)

Idara Ghufran

قناعت اختیار کرے، تو یہ اس کے حق میں خیر وبھلائی کی بات ہے، اور اگر بقدرِ ضرورت یا اس سے بھی زائد مال واسباب، ساز وسامان ہوتے ہوئے بھی اس کو سیر چشمی حاصل نہ ہو، اس کی نظر میں یہ سب کچھ بہت کم اور حقیر نظر آتا ہو جس کی وجہ سے وہ بے اطمینانی اور ہر وقت ''ھل من مزید'' کی ادھیڑ بُن میں لگا رہے تو یہ اس پر اللہ کی مار ہے، اللہ کی بے آواز لاٹھی کی ضرب ایسی ہی ہوتی ہے کہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی سیر چشم نہیں، حرص وہوس کی نگاہ ہر چیز پر ڈالتا ہے۔

اس حدیث کی تائید ایک اور حدیث کے مضمون سے بھی ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَأَلَ مُوْسٰی رَبَّہٗ عَنْ سِتِّ خِصَالٍ کَانَ یَظُنُّ أَنَّھَا لَہٗ خَالِصَۃً، وَالسَّابِعَۃَ لَمْ یَکُنْ مُوْسٰی یُحِبُّھَا، قَالَ: یَا رَبِّ، أَیُّ عِبَادِکَ أَتْقٰی؟ قَالَ: اَلَّذِیْ یَذْکُرُ وَلَا یَنْسٰی، قَالَ: فَأَیُّ عِبَادِکَ أَھْدٰی؟ قَالَ: اَلَّذِیْ یَتَّبِعُ الْھُدٰی، قَالَ: فَأَیُّ عِبَادِکَ أَحْکَمُ؟ قَالَ: اَلَّذِیْ یَحْکُمُ لِلنَّاسِ کَمَا یَحْکُمُ لِنَفْسِہٖ، قَالَ: فَأَیُّ عِبَادِکَ أَعْلَمُ؟ قَالَ: اَلَّذِیْ لَا یَشْبَعُ مِنَ الْعِلْمِ، یَجْمَعُ عِلْمَ النَّاسِ إِلٰی عِلْمِہٖ، قَالَ: فَأَیُّ عِبَادِکَ أَعَزُّ؟ قَالَ: اَلَّذِیْ إِذَا قَدِرَ، غَفَرَ، قَالَ: فَأَیُّ عِبَادِکَ أَغْنٰی؟ قَالَ: اَلَّذِیْ یَرْضٰی بِمَا یُؤْتٰی، قَالَ: فَأَیُّ عِبَادِکَ أَفْقَرُ؟ قَالَ: صَاحِبٌ مَنْقُوْصٌ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ ظَھْرٍ، إِنَّمَا الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ، وَإِذَا أَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا، جَعَلَ غِنَاہُ فِیْ نَفْسِہٖ وَتُقَاہُ فِیْ قَلْبِہٖ، وَإِذَا أَرَادَ بِعَبْدٍ شَرًّا جَعَلَ فَقْرَہٗ بَیْنَ عَیْنَیْہِ (موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان) [1]

---

[1] رقم الحدیث ۸۶، کتاب العلم، باب فیمن لا یشبع من العلم ویجمع العلم.

قال حسین سلیم اسد الدارانی:

إسنادہ حسن (حاشیۃ موارد الظمآن)

idaraghufran

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے چھ خصلتوں کے بارے میں سوال کیا، جن کے متعلق حضرت موسیٰ کا گمان یہ تھا کہ وہ اللہ کے لئے خالص ہیں، اور ساتویں خصلت کو موسیٰ علیہ السلام پسند نہیں کرتے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے رب! آپ کے بندوں میں کون سا بندہ زیادہ تقویٰ والا ہے؟ تو اللہ نے فرمایا کہ جو اللہ کو یاد کرتا ہے، اور بھولتا نہیں، حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ آپ کے بندوں میں سے کون سا بندہ زیادہ ہدایت والا ہے؟ اللہ نے فرمایا کہ جو ہدایت کی اتباع (اور پیروی) کرتا ہے، حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ آپ کے بندوں میں سے کون سا بندہ زیادہ اچھا فیصلہ کرنے والا ہے؟ اللہ نے فرمایا کہ جو لوگوں کے لئے وہ فیصلہ کرتا ہے، جیسا کہ اپنے لئے فیصلہ کرتا ہے، حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ آپ کے بندوں میں سے کون سا بندہ زیادہ علم والا ہے؟ اللہ نے فرمایا کہ جس کا علم سے پیٹ نہیں بھرتا، لوگوں کے علم کو اپنے علم کی طرف جمع کرتا رہتا ہے (یعنی جس شخص سے بھی علم کی بات ملتی ہے وہ لیتا ہے) حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ آپ کے بندوں میں سے کون سا بندہ زیادہ اعزاز واکرام والا ہے؟ اللہ نے فرمایا کہ جو (بدلہ لینے کی) قدرت کے باوجود معاف کردیتا ہے، حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ آپ کے بندوں میں سے کون سا بندہ سب سے زیادہ غنی (ومالدار) ہے؟ اللہ نے فرمایا کہ جو اس پر راضی رہتا ہے، جو اسے (اللہ کی طرف سے) عطاء کیا گیا ہے، حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ آپ کے بندوں میں سے کون سا بندہ زیادہ فقیر (وغریب) ہے؟ اللہ نے فرمایا کہ ایسا شخص جس سے بغض رکھا جاتا ہے (یعنی لوگ اس سے محبت کے بجائے بغض وعداوت رکھتے ہیں)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غناء (ومالداری) ظاہری مال ودولت سے نہیں

Idara Ghufran

ہوتی، بلکہ اصل غناء (یعنی مالداری) نفس (یعنی دل) کا غناء (و مالداری) ہے، اور جب اللہ کسی بندہ کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے، تو اس کی غناء (و مالداری) کو اس کے نفس میں اور اس کے تقویٰ کو اس کے دل میں رکھ دیتا ہے، اور جب اللہ کسی بندہ کے ساتھ شر کا ارادہ فرماتا ہے، تو اس کے فقر (وغربت) کو اس کی آنکھوں کے درمیان کر دیتا ہے (موارد)

معلوم ہوا کہ اپنے دل میں اپنے آپ کو مالدار سمجھنا اور اللہ کی تقسیم پر راضی رہنا یعنی قناعت اختیار کرنا، خیر و بھلائی کی علامت ہے، اور اپنی آنکھوں سے اپنے آپ کو غریب وفقیر سمجھتے رہنا شر اور برائی کی علامت ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔ [1]

---

[1] (إذا أراد الله بعبد خيرا جعل غناه في نفسه) أي جعله قانعا بالكفاف لئلا يتعب في طلب الزيادة وليس له إلا ما قدر له والنفس معدن الشهوات وشهواتها لا تنقطع فهي أبدا فقيرة لتراكم ظلمات الشهوات عليها فهي مفتونة بذلك وخلصت فتنتها إلى القلب فصار مفتونا فأصمته عن الله وأعمته لأن الشهوات ظلمة ذات رياح هفافة والريح إذا وقع في أذن أحد أصم والظلمة إذا وقعت في العين أعمت فلما صارت الشهوة من النفس إلى القلب حجبت النور فعميت وصمت فإذا أراد الله بعبد خيرا قذف في قلبه النور فأضاء ووجدت النفس لها حلاوة وروحا ولذة تلهي عن لذات الدنيا وشهواتها وتذهب مخاوفها وعجلتها وحرقتها وتلهبها فيطمئن القلب فيصير غنيا بالله والنفس جارة وشريكة ففي غنى الجار غنى وفي غنى الشريك غنى (وتقاه) بضم المثناة فوق وخفة القاف خوفه من ربه (في قلبه) بأن يقذف فيه نور اليقين فينخرق الحجاب ويضيء الصدر فذلك تقواه يتقي بها مساخط الله ويتقي بها حدوده .وبه يؤدي فرائض ربه وبه يخشاه فيصير ذلك النور وقايته (وإذا أراد الله بعبد شرا جعل فقره بين عينيه) كناية عن كونه يصير مستحضرا له أبدا ومشفقا من الوقوع فيه سرمدا فهو نصب عينيه على طول المدى فلا يزال فقير القلب حريصا على الدنيا متهافتا عليها منهمكا في تحصيلها وإن كان موسرا ممتد الطمع وإن طال الأمد فلا يزال بين طمع فارغ وأمل كاذب حتى توافيه المنية وهو على هذه الحالة الردية وذلك من علامات سوء الخاتمة والإرادة نزوع النفس وميلها إلى الفعل بحيث تحملها عليه وتقال للقوة التي هي مبدأ النزوع والأول مع الفعل والثاني قبله وكلاهما لا يتصور اتصاف الباري تبارك وتعالى به ولذلك اختلف العلماء في معنى إرادته فقيل إرادته الأفعال أنه غير ساه ولا مكره وقيل اشتمال الأمر على النظام الأكمل والوجه الأصلح والحق أنها ترجيح أحد مقدوريه على الآخر وتخصيصه بوجه دون وجه أو معنى يوجب هذا الترجيح ذكره القاضي (فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوي، تحت رقم الحديث ٣٧٦)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يَّأْخُذُ مِنِّىْ خَمْسَ خِصَالٍ فَيَعْمَلُ بِهِنَّ، أَوْ يُعَلِّمُهُنَّ مَنْ يَّعْمَلُ بِهِنَّ؟قَالَ:قُلْتُ أَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: قَالَ:فَأَخَذَ بِيَدِىْ فَعَدَّهُنَّ فِيْهَا ،ثُمَّ قَالَ:اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ، وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَكَ تَكُنْ أَغْنَى النَّاسِ، وَأَحْسِنْ إِلٰى جَارِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا، وَأَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُسْلِمًا، وَلَا تُكْثِرِ الضَّحِكَ، فَإِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيْتُ الْقَلْبَ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٨٠٩٥) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون شخص ہے، جو مجھ سے پانچ خصلتوں کو لے کراُن پر عمل کرے گا، یا ان پر عمل کرنے والے کو ان کی تعلیم دے گا؟ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں اس کام کو کروں گا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر وہ چیزیں گنوائیں، اور فرمایا کہ ایک تو آپ حرام چیزوں سے بچ جاؤ، تو آپ سب لوگوں سے زیادہ عبادت گزار بن جاؤ گے، دوسرے جو اللہ نے آپ کے لئے تقسیم فرمائی، اس پر راضی ہو جاؤ، تو آپ سب لوگوں سے زیادہ غنی (ومالدار) ہو جاؤ گے، تیسرے آپ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، تو آپ مومن بن جاؤ گے، چوتھے لوگوں کے لئے وہ چیز پسند کرو، جو اپنے لئے پسند کرتے ہو، تو آپ مسلم بن جاؤ گے، پانچویں زیادہ ہنسنے سے بچو، کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے (مسند احمد)

معلوم ہوا کہ اللہ نے حلال طریقہ پر جتنا اور جو کچھ دیا ہو، اس پر راضی رہنا، یہ حقیقی مالداری ہے اور ایسا شخص اللہ اور اس کے رسول کی نظر میں مالدار ہے، اسی کو قناعت کہا جاتا ہے، جس کا

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حديث جيد (حاشية مسند احمد)

ذکر اگلی احادیث میں آتا ہے۔ [1]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنُ اسْتَغْنٰى أَغْنَاهُ اللّٰهُ، وَمَنُ اِسْتَعَفَّ أَعَفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنُ اِسْتَكْفٰى كَفَاهُ اللّٰهُ(مسند احمد، رقم الحديث ١١٠٦٠) [2]

ترجمہ: جواستغناء اختیار کرنا چاہتا ہے،تو اللہ اس کوغنی فرمادیتا ہے،اور جو پاکدامنی چاہتا ہے،تو اللہ اس کو پاکدامنی عطا فرمادیتا ہے،اور جو کفایت شعاری چاہتا ہے، تو اللہ اسے کفایت عطا فرمادیتا ہے (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ جو شخص حرام چیز حاصل کرنے اور لوگوں سے مانگنے اور سوال کرنے سے اپنے ضمیر کو پاک رکھنا چاہتا ہے،تو اس کے ضمیر کو اللہ پاکدامنی کی توفیق عطا فرمادیتا ہے،اور جو شخص لوگوں سے سوال کرنے اور مانگنے سے اپنے آپ کو بچانا اور محفوظ رکھنا چاہتا ہے،تو اللہ اس کے دل کو غنی فرمادیتا ہے،اور اس کی ضروریات کو غیب سے پوری فرمادیتا ہے،اور جو شخص اللہ کے دیئے ہوئے پر اکتفاء کرنا چاہتا ہے،اور اس سے راضی ہوتا ہے،تو اس کو اللہ تعالیٰ قناعت وکفایت کی نعمت عطا فرمادیتا ہے۔ [3]

---

[1] (اتق المحارم) أى احذر الوقوع فى جميع ما حرم الله عليك (تكن أعبد الناس) أى من أعبدهم لما أنه يلزم من ترك المحارم فعل الفرائض فباتقاء المحارم تبقى الصحيفة نقية من التبعات فالقليل من التطوع مع ذلك ينمو وتعظم بركته فيصير ذلك المتقى من أكابر العباد وقال الذهبى هنا والله تكسب العبرات فيريد أن يكون يسيرا بكل واجب فيقوم به وعارفا بكل محرم فيجتنبه (وارض) أى اقنع (بما قسم الله لك) أى أعطاك وجعله حظك من الرزق (تكن أغنى الناس) فإن من قنع استغنى ليس الغنى بكثرة العرض ولكن الغنى غنى النفس والقناعة غنى وعز بالله وضدها فقر وذل للغير ومن لم يقنع لم يشبع أبدا ففى القناعة العز والغنى والحرية وفى فقدها الذل والتعبد للغير تعس عبد الدنيا تعس عبد الدينار فيتعين على كل عاقل أن يعلم أن الرزق بالقسم والحظ لا بالعلم والعقل ولا فائدة للجد حكمة بالغة دل بها على قدرته وإجراء الأمور على مشيئته(فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوى، تحت رقم الحديث ١١٨)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده قوى(حاشية مسند احمد)

[3] (من استعف) بفاء واحدة مشددة وفى رواية استعفف بفاء ين أى طلب العفة وهى الكف عن الحرام وعن السؤال (أعفه الله) أى جعله عفيفا من الإعفاف وهو إعطاء العفة وهى الحفظ عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ قَالَ: قَدْ أَفْلَحَ مَنْ هُدِىَ إِلَى الْإِسْلَامِ، وَرُزِقَ الْكَفَافَ، وَقَنِعَ بِهِ (سنن ابنِ ماجه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص کامیاب ہوگیا، جسے اسلام کی ہدایت مل گئی، اور کفایت شعاری اور اس پر قناعت کی نعمت حاصل ہوگئی (ابنِ ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المناهى (ومن) ترقى من هذه المرتبة إلى ما هو أعلى منها و (استغنى) أى أظهر الغنى عن الخلق (أغناه الله) أى ملأ الله قلبه غنى لأن من تحمل الخصاصة وكتم الفقر فصبر علما بأن الله القادر على كشفها كان ذلك تعرضا لإزالتها عنه كالمعتر الذى يتعرض ولا يسأل وقد أمر الله بإعطاء المعتر فالله أولى أن يعطى من يتعرض لفضله (ومن سأل الناس) أن يعطوه من أموالهم مدعيا للفقر (وله عدل خمس أواق) من الفضة جمع أوقية (فقد سأل إلحافا) أى إلحاحا وهو أن يلازم المسؤول حتى يعطيه فهو نصب على الحال أى ملحفا يعنى سؤال إلحاف أو عامله محذوف وهو أن يلازم المسؤول حتى يعطيه من قولهم لحفنى من فضل إلحاله أى أعطانى من فضل ما عنده.

(حم عن رجل من مزينة) من الصحابة وجهالته لا تضر لأن الصحابة عدول وقد رمز المصنف لحسنه(فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ٨٤١٣)

(من استغنى) بالله عمن سواه (أغناه الله) أى أعطاه ما يستغنى به عن الناس ويخلق فى قلبه الغنى فإن الغنى غنى النفس (ومن استعف) أى امتنع عن السؤال (أعفه الله) بتشديد الفاء أى جازاه الله على استعفافه بصيانة وجهه ودفع فاقته (ومن استكفى) بالله (كفاه الله) ما أهمه ورزقه القناعة قال ابن الجوزى :لما كان التعفف يقتضى ستر الحال عن الخلق وإظهار الغنى عنهم كان صاحبه معاملا لله فى الباطن فيقع له الربح على قدر صدقه فى ذلك وقال الطيبى :معنى قوله من استغنى أعفه الله يعف عن السؤال وإن لم يظهر الاستعفاف عن الناس لكنه إن أعطى شيئا لم يتركه يملأ الله قلبه غنى بحيث لا يحتاج إلى سؤال ومن داوم على ذلك وأظهر الاستعفاف وتصبر ولو أعطى لم يقبل فهو أرفع درجة والصبر جامع لمكارم الأخلاق وقال ابن التين :معنى قوله أعفه إما يرزقه من المال ما يستغنى به عن السؤال وإما أن يرزقه القناعة وقال الحرالى :من ظن أن حاجته يسدها المال فليس برا إنما البر الذى أيقن أن حاجته إنما يسددها ربه ببره الخفى وجوده الوفى (فيض القدير شرح الجامع الصغير، رقم الحديث ٨٤٢١)

[1] رقم الحديث ٤١٣٨، كتاب الزهد، باب القناعة.

قال شعيب الارنؤوط:

حديث صحيح(حاشية سنن ابنِ ماجه)

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ وَكَانَ رِزْقُهُ كَفَافًا فَصَبَرَ عَلَيْهِ (صحيح ابنِ حبان) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ وہ شخص کامیاب ہوگیا جو اسلام لایا، اوراس کا رزق اس کے لئے کافی تھا، پھراس نے اس پر صبر کیا (ابنِ حبان)

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: طُوبٰى لِمَنْ هُدِيَ إِلَى الْإِسْلَامِ، وَكَانَ عَيْشُهُ كَفَافًا، وَقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِهِ (موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان، رقم الحديث ٢٥٤١، كتاب الزهد، باب في القناعة) [2]

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس شخص کے لئے خوشخبری ہے، جس کو اسلام کی ہدایت مل گئی، اوراس کی معاشی زندگی بقدرِ کفایت ہو، اوراللہ نے اُس کو اُس پر قناعت عطا فرما دی ہو (موارد)

مطلب یہ ہے کہ جس مسلمان کو اللہ نے بقدرِ ضرورت روزی عطاء فرمائی، جس سے اس کی صرف ضروریات تو پوری ہوجاتی ہیں، مگراس میں سے کچھ باقی نہیں بچتا، اوروہ اس پر قناعت اختیار کرتا ہے، یعنی اس پر صبر وشکر کرتا ہے اور راضی رہتا ہے، تو وہ کامیاب لوگوں میں شامل ہے۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ٦٧٠، كتاب الرقائق، باب الفقر والزهد والقناعة.
قال شعيب الارنؤوط:
حديث صحيح (حاشية صحيح ابنِ حبان)

[2] قال حسين سليم أسد الدّاراني :
إسناده صحيح (حاشية مواردُ الظمآن)

[3] ويؤيده ما تقدم من الترغيب في غنى النفس وما أخرجه الترمذي عن أبي هريرة رفعه وارض بما قسم لك تكن أغنى الناس وأصح ما ورد في ذلك ما أخرجه مسلم عن عبد الله بن عمرو رفعه قد أفلح من هدى إلى الإسلام ورزق الكفاف وقنع وله شاهد عن فضالة بن عبيد نحوه عند الترمذي وبن حبان وصححاه قال النووي فيه فضيلة هذه الأوصاف والكفاف الكفاية بلا زيادة ولا نقصان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: " فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً " قَالَ: اَلْقُنُوْعُ قَالَ: وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْ وَيَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ قَنِّعْنِيْ بِمَا رَزَقْتَنِيْ، وَبَارِكْ لِيْ فِيْهِ، وَاخْلُفْ عَلَيَّ كُلَّ غَائِبَةٍ لِّيْ بِخَيْرٍ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ٣٣٦٠، كتاب التفسير، تفسير سورة النحل) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے (سورہ نحل کی) اس آیت کے بارے میں کہ:

"فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً"

"پس ہم ضرور بالضرور اس کو حیات عطا فرمائیں گے، پاکیزہ حیات"

فرمایا کہ اس (آیت میں پاکیزہ حیات) سے مراد قناعت ہے، اور رسول اللہ صلی

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وقال القرطبى هو ما يكف عن الحاجات ويدفع للضرورات ولا يلحق بأهل الترفهات ومعنى الحديث أن من اتصف بتلك الصفات حصل على مطلوبه وظفر بمرغوبه فى الدنيا والآخرة(فتح البارى لابنِ حجر، ج ١١ ص ٢٧٥، قوله باب فضل الفقر)

(أفلح من هدى إلى الإسلام وكان عيشه كفافا) أى قدر الكفاية بغير زيادة ولا نقص يقال ليتنى أنجو منك كفافا أى رأسا برأس لا أرزا منك ولا تزرأ منى وحقيقته أكف عنك وتكف عنى وقد يبنى على الكسر فيقال دعنى كفاف قال:

فليت حظى من يداك الصافى . . .والنفع أن تتركنى كفاف

ذكره كله الزمخشرى (وقنع به) أى رضى باليسير من ذلك والفلاح الظفر وإدراك البغية مما يطلب به الحياة الدنيوية أو مما يفوز به فى الآخرة قال النووى :قد يحتج به من يفضل الفقر على الغنى واعترض بأنه ليس فيه ما يقتضى تفضيل صاحب الكفاف وإنما وصفه بالفلاح وهو معلق على القناعة والرضا والمعلق على المجموع لا يوجد بدون وجود ذلك المجموع لكن ينضم لهذا ما يترجح به(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ١٣١٣)

[1] قال الحاكم:

هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.

وقال الذهبى فى التلخيص:

صحيح.

اللہ علیہ وسلم یہ دعاء کیا کرتے تھے کہ اے اللہ جو آپ نے مجھے رزق عطا فرمایا، اس پر قناعت عطاء فرمایئے، اور میرے لئے اس میں برکت عطاء فرمایئے، اور ہر غائب چیز کو خیر کے ساتھ مجھے عطاء فرمایئے (حاکم)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ نے جو رزق عطاء فرمایا ہے، اس پر قناعت حاصل ہونے کی اللہ سے دعاء کرنا سنت ہے جس سے قناعت کی فضیلت واہمیت معلوم ہوئی۔

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِثْنَتَانِ يَكْرَهُهُمَا ابْنُ آدَمَ، اَلْمَوْتُ، وَالْمَوْتُ خَيْرٌ لِلْمُؤْمِنِ مِنَ الْفِتْنَةِ، وَيَكْرَهُ قِلَّةَ الْمَالِ، وَقِلَّةُ الْمَالِ أَقَلُّ لِلْحِسَابِ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٣٦٢٥) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابنِ آدم دو چیزوں کو ناپسند کرتا ہے، ایک موت کو، حالانکہ موت مومن کے لئے (دنیا کے ایمانی وجسمانی) فتنہ (مثلاً کفر وشرک اور دنیا کے مصائب) سے بہتر ہے، اور دوسرے وہ مال کی کمی کو ناپسند کرتا ہے، حالانکہ مال کی کمی (قیامت کے دن) حساب (وعذاب) میں کمی کا باعث ہے (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ مال کا تھوڑا ہونا قیامت کے دن حساب کے ہلکا ہونے کی دلیل ہے، لہٰذا اس کو ناپسند نہیں کرنا چاہئے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده جيد (حاشية مسند احمد)

[2] (اثنان يكرههما ابن آدم) غالبا قيل :وما هما قال :(يكره الموت) أى نزوله به (والموت) أى موته (خير له من الفتنة) أى الكفر والضلال أو الإثم أو الاختبار والامتحان ونحوهما وذلك لأنه مادام حيا لا يأمن الوقوع فى ذلك ولا يأمن مكر الله إلا القوم الخاسرون ومن غير الغالب من أتحفه الله بلطف من عنده فحبب إليه الموت كما حببه لسحرة فرعون حين قال لأقطعن أيديكم فكشف لهم عما أعد لهم فقالوا لا ضير وكما لوى على على كرم الله وجهه رعيته حتى شاقوه وقاتلوه مع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: عَجِبْتُ لِلْمُؤْمِنِ إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَقْضِ قَضَاءً، إِلَّا كَانَ خَيْرًا لَهُ (مسند احمد، رقم الحديث ١٢١٦٠) [1]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے مومن کی حالت بہت خوش کن معلوم ہوتی ہے کہ بے شک اللہ جو بھی (اُس کے لئے) فیصلہ کرتا ہے، تو اس میں اس کے لئے خیر ہی ہوتی ہے (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے جو بھی مقدر میں ہو، اس میں مؤمن کے لئے خیر ہوتی ہے، اس میں مال کا تھوڑا ہونا بھی داخل ہے، جس پر صبر وشکر اور قناعت کو اختیار کرنا چاہئے۔ [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَنْظُرُوْا إِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

كونه الإمام الحق حتى أخذ بلحيته قائلا :ما يحبس أشقاها أن يخضب هذه من هذه وأشار بيده إلى رأسه .قال الراغب :والفتنة من الأفعال التي تكون من الله تعالى كالبلية والمصيبة والقتل والعذاب وغير ذلك من الأفعال الكريهة انتهى وقد تكون الفتنة في الدين كالارتداد والمعاصي وإكراه الغير على المعاصي وإليه أشار المصطفى بقوله "إذا أردت بقوم فتنة فتوفني غير مفتون (ويكره قلة المال وقلة المال أقل للحساب) يعني السؤال عنه كما في خبر "لا تزول قدما عبد يوم القيامة حتى يسئل عن أربع "وفيه عن ماله من أين اكتسبه وفيم أنفقه أي ولو حلالا وسمى المال مالا لأنه يميل القلوب عن الله تعالى قال الراغب :والحساب استعمال العدد(فيض القدير شرح الجامع الصغير،تحت رقم الحديث ١٦٦)

[1] قال شعيب الارنؤوط:

حديث صحيح، وهذا إسناد حسن في المتابعات والشواهد(حاشية مسند احمد)

[2] (عجبت للمؤمن إن الله تعالى) قال أبو البقاء الجيد :إن بالكسر على الاستئناف ويجوز الفتح على معنى في أن الله أو من أن الله (لم يقض له قضاء إلا كان خيرا له) توجيهه ما زاده في بعض الروايات إن إصابته ضراء صبر وإن أصابته سراء شكر فإنه إن كان موسرا فلا يقال فيه وإن كان معسرا فمعه ما يطيب عيشه وهو القناعة والرضى بما قسم وأما الفاجر فأمره بالعكس إن كان معسرا فلا إشكال وإن كان موسرا فالحرص لا يدعه أن يتهنأ بعيشه .قال الحرالي :من جعل الرضى غنيمة في كل كائن لم يزل غانما(فيض القدير للمناوي، تحت رقم الحديث ٥٣٨٧)

وَانظُرُوا إِلٰى مَنْ هُوَ أَسْفَلُ مِنكُمْ فَإِنَّهُ أَجْدَرُ أَنْ لَّا تَزْدَرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ(صحیح ابنِ حبان) ¹

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس کی طرف نظر نہ کرو، جو تم سے (دنیا کے اعتبار سے) اوپر ہو، بلکہ اس کی طرف نظر کرو، جو تم سے (دنیا کے اعتبار سے) نیچے ہو، کیونکہ یہ بات تمہیں اللہ کی نعمت کی تردید (وناشکری) سے بچانے کا ذریعہ ہوگی (ابنِ حبان)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حرص و ہوس اور ناشکری وغیرہ جیسے امراض سے بچانے اور قناعت کی نعمت و دولت کو حاصل کرنے کا عمدہ نسخہ تجویز فرمادیا کہ دنیا میں اپنے سے اوپر والے لوگوں پر نظر نہیں رکھنی چاہئے، بلکہ اپنے سے نیچے والے لوگوں پر نظر رکھنی چاہئے۔ ²

---

¹ رقم الحديث ٧١٣، كتاب الرقائق، باب الفقر والزهد والقناعة.
قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط البخارى(حاشيه ابنِ حبان)

² (انظروا إلى من هو أسفل منكم ") أى :دونكم رتبة ("ولا تنظروا إلى من هو فوقكم ") أى: مرتبة ("فهو ") أى :النظر المذكور إثباتا ونفيا ("أجدر ") أى :أحق وأولى ("أن لا تزدروا نعمة الله عليكم ") . أى :بعدم الازدراء والاحتقار لما قسم الله عليكم فى هذه الدار، فإنه يظهر لكم بذلك النظر أن لله تعالى عليكم نعما كثيرة بالنسبة إلى من دونكم، أو نعما كثيرة حيث اختار لكم الفقر والبلاء ، وجعلكم من أهل الولاء ، وشبهكم بالأنبياء والأولياء ، وخلصكم عن ظلمة الأمراء وظلمة الأغنياء الأغبياء (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٨ص ٣٢٨١، كتاب الرقاق،باب فضل الفقراء وما كان من عيش النبى صلى الله عليه وسلم)
(انظروا إلى من هو أسفل منكم) أى فى أمور الدنيا أى الأحق والأولى ذلک (ولا تنظروا إلى من هو فوقكم) فيها (فهو أجدر) أى فالنظر إلى من هو أسفل لا إلى من هو فوق حقيق (أن لا تزروا) أى بأن لا تحتقروا (نعمة الله عليكم) فإن المرء إذا نظر إلى من فضل عليه فى الدنيا طمحت له نفسه واستصغر ما عنده من نعم الله وحرص على الازدياد ليلحقه أو يقاربه وإذا نظر للدون شكر النعمة وتواضع وحمد .قال الغزالى :وعجب للمرء كيف لا يساوى دنياه بدينه أليس إذا لامته نفسه فارقها يعتذر إليها بأن فى الفساق كثرة فينظر أبدا فى الدين إلى من هو دونه لا لمن فوقه أفلا يكون فى الدنيا كذلک .وقال الحكيم :لا يزال الإنسان يترقى فى درجات النظر علوا علوا كلما نال درجة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلّٰى عَلٰى أَهْلِ أُحُدٍ صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: إِنِّي فَرَطٌ لَكُمْ، وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ، وَإِنِّي وَاللّٰهِ لَأَنْظُرُ إِلٰى حَوْضِي الْآنَ، وَإِنِّي قَدْ أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ، أَوْ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ، وَإِنِّي، وَاللّٰهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي، وَلٰكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَتَنَافَسُوا فِيهَا (مسلم)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن تشریف لائے، پھر شہدائے احد کے لئے مردوں والی دعا پڑھنے کے بعد منبر پر آ کر فرمایا کہ بے شک میں (بروز قیامت) تمہارے اوپر پیش ہوں گا، اور میں تمہارے اوپر گواہ ہوں گا، اور بے شک میں اس وقت اپنے حوض (کوثر) کو دیکھ رہا ہوں، اور بے شک مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئیں، یا زمین کی کنجیاں عطا کی گئیں، اور بے شک میں اللہ کی قسم تم پر اپنے بعد شرک کا خوف نہیں رکھتا، بلکہ تم پر یہ خوف رکھتا ہوں کہ تم اس (زمین کے خزانوں) میں رغبت (وحرص) کرو گے (مسلم)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

سما به حرصه إلى النظر إلى ما فوقها فإذا نظر إلى من دونه فى درجات الدين اعتراه العجب فأعجب بنفسه فطال بتلك الدرجة على الخلق واستطال فرمى به من ذلك العلو فلا يبقى منه عضو إلا انكسر وتبدد وكذا درجات الدنيا إذا رمى ببصره إلى من دونه تكبر عليه فتاه على الله بكبره وتجبر على عباده فخسر دينه وقد أخذ هذا الحديث محمود الوراق فقال:

لا تنظرن إلى ذوى ال . . .مؤثل والرياش

فتظل موصول النها . . .ر بحسرة قلق الفراش

وانظر إلى من كان مث . . .لك أو نظيرك فى المعاش

تقنع بعيش كيف كا . . .ن وترض منه بانتعاش(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٢٧٤٢)

[1] رقم الحديث ٢٢٩٦ "٣٠" كتاب الفضائل،باب إثبات حوض نبينا صلى الله عليه وسلم وصفاته.

معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت پر مال کی رغبت اور حرص وہوس اور اس میں ایک دوسرے کے مقابلہ میں دوڑ لگانے کا خوف شرک سے بھی زیادہ تھا، لہٰذا مال ودولت کی حرص و ہوس اور دوڑ میں حصہ لینا کوئی اچھی چیز نہیں۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَيُسَ الُغِنٰى عَنُ كَثُرَةِ الُعَرَضِ، وَلٰكِنَّ الُغِنٰى غِنَى النَّفُسِ، وَاللّٰهِ مَا أَخُشٰى عَلَيُكُمُ الُفَقُرَ، وَلٰكِنُ أَخُشَى عَلَيُكُمُ التَّكَاثُرَ، وَمَا أَخُشٰى عَلَيُكُمُ الُخَطَأَ وَلٰكِنُ أَخُشٰى عَلَيُكُمُ الُعَمُدَ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١٠٩٥٨) [2]

ترجمہ: مالداری سازوسامان کی کثرت سے نہیں ہوتی، اصل میں مالداری تو دل کی مالداری ہوتی ہے، اللہ کی قسم! مجھے تم پر فقروفاقہ کا ڈر نہیں، بلکہ مجھے تم پر مال کی کثرت کا ڈر ہے اور مجھے تم پر غلطی کا ڈر نہیں بلکہ مجھے تم پر جان بوجھ کر (گناہوں اور خاص کر مال کی محبت اور دوڑ میں ملوث ہونے کا) ڈر ہے (مسند احمد)

معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت پر فقروفاقہ سے خوف نہیں تھا، کیونکہ یہ اللہ کے نزدیک بری چیز نہیں، البتہ مال ودولت کی فراوانی کا خوف تھا، جو کہ خطرناک چیز ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے انسان بے شمار گناہوں اور رسموں میں پڑجاتا ہے، اس لئے اس میں جان

---

[1] (إنى فرط لكم) بفتح الفاء والراء أى سابقكم إلى الحوض أهيئه لكم وهذا كناية عن اقتراب أجله صلوات الله عليه (وأنا شهيد عليكم) بأعمالكم (وإنى لأنظر إلى حوضى الآن) نظرا حقيقيا بطريق الكشف (وإنى أعطيت مفاتيح خزائن الأرض أو مفاتيح الأرض) بالشک من الراوى (وإنى والله ما أخاف عليكم أن تشركوا) بالله (بعدى) أى لست أخشى على جميعكم الإشراک بل على مجموعكم إذ قد وقع ذلک من بعضهم (ولكنى) بالياء التحتية بعد النون المشددة، ولأبى ذر عن الحموى والمستملى ولكن (أخاف عليكم أن تنافسوا) بإسقاط إحدى التاء ين أى ترغبوا (فيها) أى فى الدنيا (إرشاد السارى لشرح صحيح البخارى، ج٦ص ٣١١، كتاب المغازى ،باب أحد يحبنا ونحبه)

[2] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

بوجہ کر مبتلا ہونے کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خوف تھا اور مال کی کمی کی صورت میں کئی گناہوں اور رسموں سے حفاظت رہتی ہے، لہٰذا مال ودولت کی کمی کو ناکامی کا باعث نہیں سمجھنا چاہئے۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: سَيُصِيْبُ أُمَّتِىْ دَاءُ الْأُمَمِ فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَا دَاءُ الْأُمَمِ؟ قَالَ: اَلْأَشَرُ وَالْبَطَرُ وَالتَّكَاثُرُ وَالتَّنَاجُشُ فِى الدُّنْيَا وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحَاسُدُ حَتّٰى يَكُوْنَ الْبُغْىُ(مستدرک حاکم، رقم الحديث ۷۳۱۱، کتاب البر والصلة) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عنقریب میری امت میں دوسری امتوں کا مرض پہنچے گا، لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ دوسری امتوں کا مرض کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نعمت کی ناشکری، اوراتراہٹ اور مال کو کثرت سے جمع کرنا اور دنیا میں ایک دوسرے سے کینہ اور بغض اور حسد رکھنا، یہاں تک کہ ان (چیزوں کی وجہ سے

---

[1] (ما أخشى عليكم الفقر) الذى بخوفه تقاطع أهل الدنيا وتدابروا وحرصوا وادخروا (ولكن أخشى عليكم التكاثر) يعنى ليس خوفى عليكم من الفقر ولكن خوفى من الغنى الذى هو مطلوبكم قال بعضهم :سبب خشيته علمه أن الدنيا ستفتح عليهم ويحصل لهم الغنى بالمال وذلك من أعلام نبوته لأنه إخبار عن غيب وقع وقال الطيبى :اعلم أن النبى صلى الله عليه وسلم وإن كان فى الشفقة على أصحابه كالأب لكن حاله فى أمر المال يخالف حال الوالد وأنه لا يخشى عليهم الفقر كما يخافه الوالد بل يخشى عليهم الغنى الذى هو مطلوب الوالد لولده وقال بعضهم :أشار بهذا إلى أن مضرة الفقر دون مضرة الغنى لأن ضرر الفقر دنيوى وضرر الغنى دينى غالبا والتعريف فى الفقر إما للعهد وهو الفقر الذى كان الصحب عليه من الإعدام والقلة قبل الفتوحات وإما للجنس وهو الفقر الذى يعرفه كل أحد (وما أخشى عليكم الخطأ ولكن أخشى عليكم التعمد) فيه حجة لمن فضل الفقر على الغنى قالوا :قال ذلك لأصحابه وهو آية الشاكرين فما بالك بغيرهم من المساكين(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۷۸۰۱)

[2] قال الحاكم:

هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.

وقال الذهبى فى التلخيص:

صحيح.

Idara Ghufran

لوگوں) میں بغاوت (اور قتل وغارت گری) پیدا ہوجائے گی (حاکم)

اس طرح کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

معلوم ہوا کہ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری و ناقدری، اور اتراہٹ اور مال کو بڑھانا، یہ ایسے امراض ہیں جن میں پہلی امتیں مبتلا تھیں، اور اس امت کے ان امراض میں مبتلا ہونے کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خوف تھا، لہٰذا ان امراض سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی حیثیت سے ہم سب کو بچنا چاہیے۔ [2]

خلاصہ یہ کہ مال ودولت کی کمی سے گھبرانا اور پریشان نہیں ہونا چاہیے اور صبر وشکر اور قناعت کو اختیار کرنا چاہیے اور شادی کے رسم ورواج کو پورا کرنے کے لئے مال حاصل کرنے کی فکر میں نہیں پڑنا چاہیے، اور سادگی وآسانی کے ساتھ اس عمل کو انجام دینا چاہیے۔

اور کبر وعُجب، ریاکاری، نام ونمود اور مال کی اضاعت سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

---

[1] عن أبی سعید الغفاری قال :سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول : سیصیب أمتی داء الأمم ,قالوا :یا رسول الله ,وما داء الأمم؟ قال :الأشر ,والبطر , والتكاثر فی الدنیا ,والتباغض ,والتحاسد ,حتی یكون البغی ,ثم یكون الهرج(البدع لابن الوضاح، رقم الحدیث ۲۲۷)

[2] (سیصیب أمتی داء الأمم) قالوا :یا رسول الله وما داء الأمم قال :(الأشر) أی كفر النعمة (والبطر) الطغیان عند النعمة وشدة المرح والفرح وطول الغنی (والتكاثر) مع جمع المال (والتشاحن) أی التعادی والتحاقد(فی الدنیا والتباغض والتحاسد) أی تمنی زوال نعمة الغیر (حتی یكون البغی) أی مجاوزة الحد وهو تحذیر شدید من التنافس فی الدنیا لأنها أساس الآفات ورأس الخطیئات وأصل الفتن وعنه تنشأ الشرور وفیه علم من أعلام النبوة فإنه إخبار عن غیب وقع.(ك) فی البر والصلة (عن أبی هریرة) قال الحاكم :صحیح وأقره الذهبی ورواه عنه أیضا الطبرانی قال الهیثمی :وفیه أبو سعید الغفاری لم یرو عنه غیر حمید بن هانء ورجاله وثقوا ورواه عنه ابن أبی الدنیا فی ذم الحسد قال الحافظ العراقی :وسنده جید(فیض القدیر للمناوی، تحت رقم الحدیث ۴۷۶۳)

(فصل نمبر 4)

ریاکاری واسراف کے بجائے صدقہ کرنے کی فضیلت

آج کل شادی بیاہ کی رسموں میں ریاکاری، عجب اور نمود و نمائش کی خاطر بہت سا مال خرچ کر دیا جاتا ہے، جس کا دنیا و آخرت کے اعتبار سے کوئی معقول فائدہ حاصل نہیں ہوتا، بلکہ ایک طرف تو انسان گناہ گار ہوتا ہے اور اسے آخرت میں عذاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور دوسری طرف دنیا کے مال میں بے برکتی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اب اگر کسی کو مال خرچ کرنے کا شوق ہو، تو شریعت نے اس کے عمدہ مصارف رکھے ہیں، جن میں زکاۃ، قربانی، حج اور غریب رشتہ داروں اور ضرورت مند اجنبیوں کا تعاون اور دوسرے کارِ خیر میں خرچ کرنا سب داخل ہیں، لہٰذا شادی بیاہ کی رسموں میں مال خرچ کرنے کے بجائے اس کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا چاہئے، اور صدقہ وخیرات کرنا چاہئے، جس سے ایک طرف تو مال میں برکت ہوتی ہے اور دوسری طرف انتہائی قیمتی اجر وثواب حاصل ہوتا ہے، اور اسی کے ساتھ گناہ معاف ہوتے ہیں اور امراض وآفات و بلیات سے بھی حفاظت ہوتی ہے، اگر زوجین یا ان کے اہلِ خانہ صدقہ وخیرات کریں گے، تو ان کی بھی امراض و بلیات اور آفات جیسی چیزوں سے حفاظت ہوگی اور مال میں برکت ہوگی، اور دنیا و آخرت کے اعتبار سے عظیم انعامات اور فوائد حاصل ہوں گے۔

صدقہ خیرات کے بے شمار فضائل آئے ہیں، جس کی کچھ تفصیل قرآن وسنت کی روشنی میں ذکر کی جاتی ہے۔

قرآن مجید کی سورہ سباء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ إِنَّ رَبِّىْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ وَمَا أَنْفَقْتُمْ

مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ (سورة سبأ، رقم الآية ٣٩)

ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ بے شک میرا رب کشادہ کردیتا ہے رزق کو، جس کے لئے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے، اور تنگ کردیتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے، اور جو چیز بھی تم خرچ کرتے ہو، تو وہ اس کے بدلہ میں عطا فرماتا ہے، اور وہی بہترین رزق دینے والا ہے (سورہ سبا)

مطلب یہ ہے کہ رزق کا کشادہ اور تنگ کرنا اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے، اور جو کچھ بھی اللہ کی رضا یا اس کے حکم کو پورا کرنے کے لئے خرچ کیا جاتا ہے، جس میں صدقہ وخیرات بھی داخل ہے، تو اللہ اس کے بدلہ میں عطا فرماتا ہے، جو کہ دنیا کے اعتبار سے بھی ہوتا ہے، اور آخرت میں تو اجر وثواب کا بدلہ یقینی ہوتا ہے، اس بات کی تائید مختلف احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ [1]

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُوْلُ أَحَدُهُمَا اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُوْلُ الْآخَرُ اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا (بخاری) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن بھی ایسا نہیں ہوتا، جس میں بندے صبح کرتے ہوں، مگر ہر دن دو فرشتے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اترتے ہیں، اور ان میں سے ایک کہتا ہے کہ اے اللہ! (صحیح مصرف میں اور صدقہ خیرات

---

[1] قوله تعالى: (قل إن ربى يبسط الرزق لمن يشاء من عباده ويقدر له) كرر تأكيدا. (وما أنفقتم من شيء فهو يخلفه) أى قل يا محمد لهؤلاء المغترين بالأموال والأولاد إن الله يوسع على من يشاء ويضيق على من يشاء، فلا تغتروا بالأموال والأولاد بل أنفقوها فى طاعة الله، فإن ما أنفقتم فى طاعة الله فهو يخلفه. وفيه إضمار، أى فهو يخلفه عليكم، يقال: أخلف له وأخلف عليه، أى يعطيكم خلفه وبدله، وذلك البدل إما فى الدنيا وإما فى الآخرة (تفسير القرطبى، ج١٤، ص٣٠٧، سورة سبا)

[2] رقم الحديث ١٤٤٢، كتاب الزكاة، باب قول الله تعالى فأما من أعطى واتقى وصدق بالحسنى، مسلم، رقم الحديث ١٠١٠ "٥٧"

کی شکل میں) خرچ کرنے والے کو اس کے بدلہ میں عطا کر دیجئے، اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! روکنے (اور بخل اختیار کرنے) والے کے مال کو تلف وضائع کر دیجئے (بخاری، مسلم)

مطلب یہ ہے کہ صدقہ وخیرات وغیرہ کی شکل میں اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرنے والے شخص کے حق میں ایک فرشتہ، خیر وبرکت اور خرچ کئے ہوئے مال کے بدلہ میں دنیا وآخرت کا بدل عطا فرمانے کی دعاء کرتا ہے، اور دوسرا فرشتہ بخل کرنے والے کے مال کے تلف وبے برکتا وغیرہ ہونے کی بددُعاء کرتا ہے لہٰذا صدقہ وخیرات کرنے سے مال میں برکت ہوتی ہے، جبکہ اس کے برعکس گناہوں اور رسموں پر خرچ کرنے سے بے برکتی ہوتی ہے۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ اللّٰهُ أَنْفِقْ يَا ابْنَ آدَمَ أُنْفِقْ عَلَيْكَ (بخاری) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے فرمایا کہ اے ابنِ آدم! (اللہ کے حکم کے مطابق) خرچ کر، جس کے نتیجہ میں تجھ پر (اللہ کی طرف سے) خرچ کیا جائے گا (بخاری، مسلم)

اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ جب بندہ اللہ کے حکم کے مطابق صدقہ خیرات وغیرہ کی شکل

---

[1] (وعنه) أى :أبى هريرة (قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :-ما من يوم) ما نافية ومن زائدة لتأكيد الاستغراق، والمعنى ليس يوم (يصبح العباد فيه) صفة يوم (إلا ملكان) مبتدأ خبره (ينزلان) أى :فيه، وهذه الجملة مع ما يتعلق بها فى محل الخبر وهو مستثنى من محذوف، أى :على وجه إلا هذا الوجه، ذكره الطيبى (فيقول أحدهما) أى :لمن أنفق ماله فى الخيرات (اللهم أعط منفقا) أى :من محله فى محله، وأطلق مبالغة فى مدح الإنفاق (خلفا) أى :عوضا عظيما وهو العوض الصالح أو عوضا فى الدنيا وبدلا فى العقبى لقوله -تعالى -(وما أنفقتم من شىء فهو يخلفه وهو خير الرازقين) (ويقول الآخر) للآخر الذى لم ينفق فى مرضاة المولى (اللهم أعط ممسكا) أى :عن خيره لغيره (تلفا) أى :لماله حسا أو معنى، وفى إيراده بلفظ الإعطاء مشاكلة(مرقاة المفاتيح، ج۴ص ۱۳۱۹، باب الانفاق و كراهية الامساك)

[2] رقم الحديث ۵۳۵۲، كتاب النفقات،باب فضل النفقة على الأهل،مسلم ،رقم الحديث ۹۹۳"۳۶"

Idara Ghufran

میں خرچ کرتا ہے، تو اللہ کی طرف سے اس پر خرچ کرنے اور عطاء کئے جانے کا مختلف شکلوں میں انتظام کیا جاتا ہے۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا نَقَصَتْ صَدَقَۃٌ مِنْ مَّالٍ وَمَا زَادَ اللّٰہُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰہِ إِلَّا رَفَعَہُ اللّٰہُ (مسلم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا، اور معاف کرنے سے اللہ بندے کی عزت میں ہی اضافہ فرماتا ہے، اور جو شخص اللہ کے لئے عاجزی (اور چھوٹا پن) اختیار کرتا ہے، اس کو اللہ بلند (اور عزت عطاء) فرماتا ہے (مسلم، مسند احمد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا، اور دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ سے مال میں برکت واضافہ ہوتا ہے، اور مال کی بے برکتی اور اس کا شر دُور ہوتا ہے۔ [3]

---

[1] قوله أنفق بفتح الهمزة أمر بالإنفاق، وقوله أنفق بضم أوله فعل مضارع وعد بالخلف وهو بمعنى قوله تعالى (وما أنفقتم من شىء فهو يخلفه)فيتضمن الحث على الإنفاق فى وجوه الخير والتبشير بالخلف من فضل الله تعالى(طرح التثريب فى شرح التقريب لزين الدين العراقى، ج۴ص۶۸، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة والتعفف)

[2] رقم الحديث ۲۵۸۸ "۶۹"، كتاب البر والصلة والآداب،باب استحباب العفو والتواضع، مسند احمد، رقم الحديث ۷۲۰۶.

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح على شرط مسلم .وأخرجه البيهقى فى "شعب الإيمان "من طريق ابن أبى عدى، بهذا الإسناد(حاشية مسند احمد)

[3] ما نقصت صدقة مالا أو بعض مال أو شيئا من مال بل تزيد أضعاف ما يعطى منه بأن ينجبر بالبركة الخفية أو بالعطية الجلية أو بالمثوبة العلية (مرقاة المفاتيح، ج۴ص۱۳۳۴، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ اِنْ کُنْتُ لَحَالِفًا عَلَیْھِنَّ: لَا یَنْقُصُ مَالٌ مِنْ صَدَقَۃٍ فَتَصَدَّقُوْا، وَلَا یَعْفُوْ رَجُلٌ عَنْ مَظْلِمَۃٍ یُرِیْدُ بِھَا وَجْہَ اللّٰہِ اِلَّا رَفَعَہُ اللّٰہُ بِھَا عِزًّا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ، وَلَا یَفْتَحُ رَجُلٌ عَلٰی نَفْسِہٖ بَابَ مَسْأَلَۃٍ اِلَّا فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْہِ بَابَ فَقْرٍ (مسند ابی یعلیٰ الموصلی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں ہیں، قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے، میں ان پر قسم کھاتا ہوں، ایک یہ کہ مال

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(ما نقصت صدقة من مال) قال الطيبى :من هذه يحتمل أن تكون زائدة أى ما نقصت صدقة مالا ويحتمل أن تكون صلة لنقصت والمفعول الأول محذوف أى ما نقصت شيئا من مال فى الدنيا بالبركة فيه ودفع المفسدات عنه والإخلاف عليه بما هو أجدى وأنفع وأكثر وأطيب (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٨١٢٠)

[1] رقم الحديث ٨٤٩، مسند احمد، رقم الحديث ١٦٧٤.

قال شعيب الارنؤوط:

حسن لغيره، وهذا إسناد ضعيف لجهالة قاص أهل فلسطين، وعمر بن أبى سلمة -وهو ابن عبد الرحمن بن عوف -ليس بالقوى، يكتب حديثه ولا يحتج به.

وأخرجه عبد بن حميد(١٥٩)والبزار(١٠٣٣)وأبو يعلى(٨٤٩) والقضاعى فى "مسند الشهاب(٨١٨) "من طريق أبى عوانة، بهذا الإسناد.

وأخرجه البزار(١٠٣٢) وابن عدى٥/١٨٢٧، والقضاعى(٨١٩)من طريق عمرو بن مجمع، عن يونس بن خباب، عن أبى سلمة بن عبد الرحمن، عن أبيه، به.

وعمرو بن مجمع ويونس بن خباب ضعيفان، وأبو سلمة لم يدرك أباه.

وأخرجه الخرائطى فى "مكارم الأخلاق(١٦٨)" والطبرانى فى "الصغير(١٤٢)" والقضاعى (٧٨٣)و(٨١٧)من طريق سفيان الثورى، عن منصور، عن يونس بن خباب، عن أبى سلمة بن عبد الرحمن، عن أم سلمة، عن النبى صلى الله عليه وسلم .وفى الإسناد إلى سفيان ضعف.

وله شاهد عن أبى كبشة عند أحمد٤/٢٣١، وعن أبى هريرة عند أحمد٢/٣٨٦، ومسلم(٢٥٨٨)وعن ابن عباس عند القضاعى(٨١٦)وعزاه المنذرى فى "الترغيب (١/٥٧٣)" إلى البيهقى وقال :حديث جيد فى الشواهد(حاشية مسند احمد)

میں صدقہ سے کمی نہیں آتی، تو تم صدقہ دیا کرو، اور دوسرے یہ کہ جو آدمی بھی کسی کے ظلم کو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے ارادہ سے معاف کردیتا ہے، تو اس کو اللہ قیامت کے دن بلند عزت عطافرماتا ہے، اور تیسرے یہ کہ جو آدمی بھی اپنے آپ پر سوال کرنے (اور بھیک وغیرہ مانگنے) کا راستہ کھولتا ہے، تو اس پر اللہ فقروفاقہ (اور تنگ دستی وافلاس) کا راستہ کھول دیتا ہے (ابویعلیٰ، مسند احمد)

اس طرح کا مضمون اورسندوں سے بھی مروی ہے اوران کی اسناد کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

حضرت ابوکبشہ انماری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: ثَلَاثَةٌ أُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا فَاحْفَظُوْهُ قَالَ مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِنْ صَدَقَةٍ وَلَا ظُلِمَ عَبْدٌ مَظْلَمَةً فَصَبَرَ عَلَيْهَا إِلَّا زَادَهُ اللّٰهُ عِزًّا وَلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْأَلَةٍ إِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا

---

[1] عن أم سلمة قالت :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :ما نقص مال من صدقة، ولا عفا رجل، عن مظلمة إلا زاده الله بها عزا، فاعفوا يعزكم الله، ولا فتح رجل على نفسه باب مسألة إلا فتح الله عليه باب فقر.لم يرو هذا الحديث عن سفيان إلا القاسم بن يزيد الجرمى، وزكريا بن دويد الأشعثى " (المعجم الاوسط للطبرانى، رقم الحديث ۲۲۷۰، المعجم الصغير للطبرانى، رقم الحديث ۱۴۲)

قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الصغير والأوسط، وفيه زكريا بن دويد، وهو ضعيف جدا (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۴۵۷۹، باب ما نقص مال من صدقة)

عن ابن مسعود ، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ما أعز الله بجهل قط ، ولا أذل بحلم قط ، ولا نقص مال من صدقة (مسند الشهاب القضاعى، رقم الحديث ۷۷۱، ما أعز الله بجهل قط، معجم ابن الاعرابى، رقم الحديث ۱۱۵۳)

قال العجلونى: ما أعز الله بجهل قط ولا أذل بحلم قط ولا نقصت صدقة من مال . رواه الديلمى واللفظ له والقضاعى والعسكرى عن ابن مسعود رفعه ولفظ القضاعى ولا نقص مال من صدقة ، قال ابن الغرس ضعيف (كشف الخفاء ومزيل الألباس عما اشتهر من الأحاديث على ألسنة الناس، تحت رقم الحديث ۲۱۷۴)

فَاحْفَظُوهُ قَالَ إِنَّمَا الدُّنْيَا لِأَرْبَعَةِ نَفَرٍ عَبْدٍ رَزَقَهُ اللهُ مَالًا وَعِلْمًا فَهُوَ يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ وَيَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ وَيَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيهِ حَقًّا فَهٰذَا بِأَفْضَلِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللهُ عِلْمًا وَلَمْ يَرْزُقْهُ مَالًا فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ يَقُولُ لَوْ أَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهِ فَأَجْرُهُمَا سَوَاءٌ وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللهُ مَالًا وَلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْمًا فَهُوَ يَخْبِطُ فِي مَالِهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَا يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ وَلَا يَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ وَلَا يَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيهِ حَقًّا فَهٰذَا بِأَخْبَثِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٍ لَمْ يَرْزُقْهُ اللهُ مَالًا وَلَا عِلْمًا فَهُوَ يَقُولُ لَوْ أَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلْتُ فِيهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهِ فَوِزْرُهُمَا سَوَاءٌ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تین چیزوں پر میں قسم اٹھاتا ہوں، اور تمہیں ایک اہم بات بتلاتا ہوں، سوتم اسے یادرکھنا، فرمایا کہ کسی بندے کا مال صدقہ سے کم نہیں ہوتا، اور جس بندے پر بھی کوئی ظلم کیا جاتا ہے، اور وہ اس پر صبر کرتا ہے (اور اللہ کی رضاء حاصل کرنے کے لئے درگزر سے کام لیتا ہے)، تو اللہ اس کی عزت میں اضافہ فرماتا ہے، اور جو بندہ بھی سوال کا راستہ کھولتا ہے (یعنی دوسرے سے مانگنا شروع کردیتا ہے) تو اللہ اس پر فقر اور تنگ دستی کا دروازہ کھول دیتا ہے، یا نبی علیہ السلام نے اسی طرح کا کوئی اور جملہ فرمایا، اور میں تمہیں ایک اور اہم بات بتلاتا ہوں، سوتم اسے یادرکھنا، فرمایا کہ دنیا تو چار قسم کے افراد کے لئے ہے، ایک اس بندے کے لئے جس کو اللہ نے مال اور

---

[1] رقم الحدیث ۲۳۲۵، ابواب الزھد، باب ما جاء مثل الدنیا مثل أربعة نفر، مسند احمد، رقم الحدیث ۱۸۰۳۱.

قال الترمذی:

هذا حدیث حسن صحیح (ترمذی، حواله بالا)

وقال شعیب الارنؤوط:

حدیث حسن (حاشیة مسند احمد)

علمِ دین دونوں کی نعمت عطا فرمائی، تو وہ اس معاملہ میں اپنے رب سے ڈرتا ہے (کہ اس مال کو اللہ کی نافرمانی میں خرچ نہیں کرتا، اور علمِ دین سے بھی فائدہ اٹھاتا ہے) اور اس علم و مال کی روشنی میں رشتہ داروں سے صلہ رحمی (اور اچھا سلوک) کرتا ہے، اور اس میں اللہ کے حق کو سمجھتا ہے (مثلاً مال کی زکاۃ اور اس سے صدقہ وغیرہ ادا کرتا ہے، اور دینی علم سے دوسروں کو تبلیغ، تدریس، اور افتاء وغیرہ کے ذریعہ سے فائدہ پہنچاتا ہے) تو یہ شخص درجات میں چاروں قسم کے لوگوں سے افضل ہے، اور دوسرے اس بندے کے لئے دنیا ہے کہ جس کو اللہ نے علم کی نعمت تو عطا فرمائی، لیکن مال عطا نہیں فرمایا، لیکن وہ نیت کا سچا ہے، اور کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں آدمی کی طرح عمل کرتا (جو کہ زکاۃ اور صدقہ وغیرہ ادا کرتا ہے، رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا ہے، اور اس میں اللہ تعالیٰ کے حق کو سمجھ کر عمل کرتا ہے) تو یہ اپنی نیت کے مطابق صلہ (اور اجرو ثواب کو) پاتا ہے، اور پہلے اور اس آدمی کا ثواب برابر ہے، اور تیسرے اس بندے کے لئے دنیا ہے، جس کو اللہ نے مال کی نعمت عطا فرمائی، لیکن علم کی نعمت عطا نہیں فرمائی، تو وہ علم کے بغیر اپنے مال کو اپنی شہوت کے مطابق خرچ کرتا ہے، اور اس معاملہ میں اپنے رب سے نہیں ڈرتا، اور نہ ہی اس مال سے صلہ رحمی (اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک) کرتا ہے، اور نہ ہی اس مال میں اللہ کے حق (زکاۃ و صدقہ وغیرہ) کو سمجھتا ہے، تو یہ درجات میں سب سے بدتر اور کم تر بندہ ہے۔

اور چوتھے اس بندے کے لئے دنیا ہے، جس کو اللہ نے نہ تو مال کی نعمت عطا فرمائی، اور نہ علم کی، تو وہ یہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی اس مال کے سلسلہ میں فلاں بندے کی طرح عمل کرتا (جو کہ مال کو علم کے بغیر اپنی شہوت

کے مطابق خرچ کرتا ہے، اور اپنے رب سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی صلہ رحمی اور اچھا سلوک کرتا ہے، اور نہ ہی مال میں اللہ تعالیٰ کے حق کو سمجھتا ہے) تو یہ بندہ اپنی نیت کے مطابق صلہ پاتا ہے، اور اس کا گناہ اور وبال (نیت کی وجہ سے) اس پہلے شخص کے برابر ہے (ترمذی)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ صدقہ سے مال میں کمی نہیں آتی۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مال کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری والے کاموں میں خرچ کرنا بہت بڑے اجر وثواب کا ذریعہ ہے۔

اور اس کے برعکس مال کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والے کاموں میں خرچ کرنا، بلکہ اس کی تمنا کرنا بہت بڑے وبال کا ذریعہ ہے، اور اس وعید میں مال کو فخر وتفاخر اور نمود ونمائش اور ریاکاری کے طور پر شادی بیاہ کی رسموں میں خرچ کرنا یا دوسروں کو دیکھ کر اس کی خواہش اور تمنا کرنا بھی داخل ہے۔ [1]

---

[1] (ما نقصت صدقة من مال) ذكروا فيه وجهين أحدهما معناه أنه يبارك فيه ويدفع عنه المضرات فينجبر نقص الصورة بالبركة الخفية وهذا مدرك بالحس والعادة والثانى أنه وإن نقصت صورته كان فى الثواب المرتب عليه جبر لنقصه وزيادة إلى أضعاف كثيرة (شرح النووى على مسلم، ج١٦ ص١٤١، كتاب البر والصلة والآداب ،باب استحباب العفو والتواضع)

(ما نقصت صدقة من مال) قال الطيبى :من هذه يحتمل أن تكون زائدة أى ما نقصت صدقة مالا ويحتمل أن تكون صلة لنقصت والمفعول الأول محذوف أى ما نقصت شيئا من مال فى الدنيا بالبركة فيه ودفع المفسدات عنه والإخلاف عليه بما هو أجدى وأنفع وأكثر وأطيب (وما أنفقتم من شىء فهو يخلفه) أو فى الآخرة بإجزال الأجر وتضعيفه أو فيهما وذلك جابر لأصناف ذلك النقص بل وقع لبعض الكمل أنه تصدق من ماله فلم يجد فيه نقصا قال الفاكهانى :أخبرنى من أثق به أنه تصدق من عشرين درهما بدرهم فوزنها فلم تنقص .قال :وأنا وقع لى ذلك .وقول الكلاباذى: قد يراد بالصدقة الفرض وبإخراجها لم تنقص ماله لكونها دينا فيه بعد لا يخفى (وما زاد الله عبدا بعفو) أى بسبب عفوه (إلا عزا) فى الدنيا فإن من عرف بالعفو والصفح عظم فى القلوب أو فى الآخرة بأن يعظم ثوابه أو فيهما (وما تواضع أحد لله) من المؤمنين رقا وعبودية فى ائتمار أمره والانتهاء عن نهية ومشاهدته لحقارة النفس ونفى التعجب عنها (إلا رفعه الله) فى الدنيا بأن يثبت له فى القلوب بتواضعه منزلة عند الناس ويجل مكانه وكذا فى الآخرة على سرير خلد لا يفنى ومنبر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حَصِّنُوْا أَمْوَالَكُمْ بِالزَّكَاةِ، وَدَاوُوْا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ، وَاسْتَقْبِلُوْا أَمْوَاجَ الْبَلَاءِ بِالدُّعَاءِ وَالتَّضَرُّعِ (مراسيل ابى داؤد ،رقم الحديث ۱۰۵ ،ص۱۲۷ ، باب فى الزكاة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مالوں کو زکاۃ کے ذریعہ سے محفوظ کرو، اور اپنے بیماروں کا صدقہ کے ذریعہ سے علاج کرو، اور بلاؤں کی موجوں کا دعاء اور تضرع (یعنی اللہ کے حضور گڑگڑانے) کے ذریعہ سے سامنا کرو (مراسیل لابی داؤد)

مذکورہ روایت حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مرسلاً مروی ہے، یعنی حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تابعی ہیں، جنہوں نے درمیان کے واسطہ والے صحابی رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا، بلکہ براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو روایت کیا ہے، جس کے پیشِ نظر بعض حضرات نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

لیکن بعض حضرات اس طرح کی مرسل حدیث کو حجت سمجھتے ہیں، اس لئے ان کے نزدیک یہ حدیث قابلِ اعتبار ہوگی۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ملک لا يبلى ومن تواضع لله فى تحمل مؤن خلقه كفاه الله مؤنة ما يرفعه إلى هذه المقام ومن تواضع فى قبول الحق ممن دونه قبل الله منه مدخول طاعاته ونفعه بقليل حسناته وزاد فى رفعة درجاته وحفظه بمعقبات رحمته من بين يديه ومن خلفه واعلم أن من جبلة الإنسان الشح بالمال ومتابعة السبعية من آثار الغضب والانتقام والاسترسال فى الكبر الذى هو نتائج الشيطنة فأراد الشارع أن يقلعها من نسخها فحث أولا على الصدقة ليتحلى بالسخاء والكرم وثانيا على العفو ليتعزز بعز الحلم والوقار وثالثا على التواضع ليرفع درجاته فى الدارين(فيض القدير، تحت رقم الحديث ۸۱۲۰)

[۱] قال المنذرى:

رواه أبو داود فى المراسيل ورواه الطبرانى والبيهقى وغيرهما عن جماعة من الصحابة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراس طرح کا مضمون حضرت سمرہ بن جندب اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہما کی سندوں سے مروی احادیث میں بھی آیا ہے، جن کی سندوں کو فی نفسہٖ محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مرفوعا متصلا والمرسل أشبه (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ١١١٢، كتاب الصدقات الترغيب فى أداء الزكاة وتأكيد وجوبها)

أقسام وحكم الحديث المرسل: ينقسم المرسل إلى أربعة أقسام هى:

القسم الأول: ما أرسله الصحابى: حكمه أنه مقبول بالإجماع، وذلك للإجماع على عدالة الصحابة الكرام.

القسم الثانى: إرسال القرن الثانى والثالث أى التابعين وتابعيهم، وقد اختلفت آراء العلماء فى الاحتجاج به، إذ أنه حجة عند الحنفية والمالكية وأشهر روايتى الحنابلة، إذا كان المرسل عدلا.

أما الشافعى فلا يعتبره حجة إلا إذا تأيد بآية، أو سنة مشهورة، أو موافقة قياس صحيح، أو قول صحابى، أو تلقته الأمة بالقبول، أو اشترك فى إرساله عدلان، بشرط أن يكون شيخاهما مختلفين، أو ثبت اتصاله بوجه آخر، بأن أسنده غير مرسله، أو أسنده مرسله مرة أخرى.

ولثبوت الاتصال بوجه آخر قبلت مراسيل سعيد بن المسيب، لأنها بالتتبع وجدت مسندة (أى متصلة مرفوعة إلى النبى صلى الله عليه وسلم) وأكثرها مما سمعه عن عمر بن الخطاب. وهذا ما ذكره الشافعى فى احتجاجه بالمرسل أو عدمه.

وأما رأى الإمام أحمد فيتضح بما نقله صاحب شرح روضة الناظر، ومفاده أن للإمام روايتين أشهرهما أنه حجة.

القسم الثالث: ما أرسله العدل من غير القرون الثلاثة: ويعتبر هذا النوع من المراسيل حجة عند أبى الحسن الكرخى، لأن إرسال العدل يقبل فى كل عصر، إذ أن العلة التى توجب قبول مراسيل القرون الثلاثة وهى العدالة والضبط، تشمل سائر القرون.

القسم الرابع: ما أرسل من وجه واتصل من وجه آخر، فهو مقبول عند الأكثر، لأن المرسل ساكت عن حال الراوى، والمسند ناطق، والساكت لا يعارض الناطق، مثل حديث: لا نكاح إلا بولى رواه إسرائيل بن يونس مسندا، ورواه شعبة مرسلا. وقال بعض العلماء: لا يقبل هذا النوع من المراسيل، لأن سكوت الراوى عن ذكر المروى عنه بمنزلة الجرح فيه، وإسناد الآخر بمنزلة التعديل، وإذا اجتمع الجرح والتعديل يعمل بالجرح (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣، ص ٩٤، مادة "إرسال")

[1] أخبرنا أبو على الروذبارى، حدثنا إسماعيل بن محمد الصفار، حدثنا الحسن بن الفضل بن السمح، حدثنا غياث بن كلوب الكوفى، حدثنا مطرف بن سمرة بن جندب، عن أبيه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ": حصنوا أموالكم بالزكاة، وداووا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پس ان روایات کے مجموعہ سے معلوم ہوا کہ شرعی طریقے پر صدقہ کرنے سے بیماریوں کا علاج ہوتا ہے، مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بیماری کے موقع پر علاج معالجہ نہ کیا جائے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ شرعی طریقے پر صدقہ کرنے کا بھی اہتمام کیا جائے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مرضاكم بالصدقة، وردوا نائبة البلاء بالدعاء "غياث هذا مجهول(شعب الإيمان، رقم الحديث ٣٢٨٠، كتاب الزكاة، فصل فيمن أتاه الله مالا من غير مسألة)

أخبرنا أبو نصر بن قتادة، حدثنا أبو عمرو بن مطر، حدثنا محمد بن يحيى بن الحسين العمى البصرى، ببغداد، حدثنا طالوت بن عباد، حدثنا فضال بن جبير، عن أبى أمامة، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :حصنوا أموالكم بالزكاة، وداووا مرضاكم بالصدقة، واستقبلوا أمواج البلاء بالدعاء " (شعب الإيمان، رقم الحديث ٣٢٧٩، كتاب الزكاة، فصل فيمن أتاه الله مالا من غير مسألة)

قال البيهقى:

فضال بن جبير صاحب مناكير (شعب الايمان، حواله بالا)

وقال العجلونى:

(حصنوا أمولكم بالزكاة ، وداووا مرضاكم بالصدقة ، وأعدوا للبلاء الدعاء) قال ابن الغرس ضعيف ، لكن ورد له شواهد ، وقال فى المقاصد رواه الطبرانى وأبو نعيم والعسكرى والقضاعى عن ابن مسعود مرفوعا ، وللطبرانى فى الدعاء عن عبادة بن الصامت قال أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو قاعد فى ظل الحطيم بمكة ، فقيل يا رسول الله أتى على مال لى بسيف البحر فذهب به ، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما تلف مال فى بر ولا بحر إلا بمنع الزكاة ، فحرزوا أموالكم بالزكاة وداووا مرضاكم بالصدقة وادفعوا عنكم طوارق البلاء بالدعاء فإن الدعاء ينفع مما نزل ومما لم ينزل ، ما نزل يكشفه وما لم ينزل يحبسه ، وللبيهقى فى الشعب عن أبى أمامة مرفوعا حصنوا أموالكم بالزكاة ، وداووا مرضاكم بالصدقة ، واستقبلوا أمواج البلاء بالدعاء ، لكن فى سنده فضالة بن جبير صاحب مناكير ، ورواه الطبرانى وأبو الشيخ عن سمرة بن جندب رفعه بلفظه إلا أنه قال وردوا نائبة البلاء بالدعاء بدل الجملة الثانية وفى سنده غياث مجهول ، ورواه الديلمى عن ابن عمر رفعه بلفظ داووا مرضاكم بالصدقة ، وحصنوا أموالكم بالزكاة ، فإنها تدفع عنكم الأعراض والأمراض ، قال البيهقى أنه منكر بهذا الإسناد ، وفى الباب أيضا مما رواه الديلمى عن أنس مرفوعا ما عولج مريض بدواء أفضل من الصدقة ، وغيره مما لا نطيل به (كشف الخفاء ومزيل الألباس عما اشتهر من الأحاديث على ألسنة الناس، تحت رقم الحديث ١١٤٨)

[1] (حصنوا أموالكم بالزكاة) أى بتزكيتها (وداووا مرضاكم بالصدقة) يعنى صدقة التطوع مهما أمكن طلبا للشفاء بها فإنها نعم الدواء (واستعينوا على حمل البلاء بالدعاء) إلى الله (والتضرع)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت بہز بن حکیم کے دادا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ صَدَقَةَ السِّرِّ تُطْفِىءُ غَضَبَ الرَّبِّ(المعجم الكبير للطبراني ،رقم الحديث ١٠١٨ ،ج١٩ص ٤٢١) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھپ کر صدقہ کرنا، رب تعالیٰ کے غضب کو بجھا دیتا ہے (طبرانی)

معلوم ہوا کہ شرعی طریقے پر صدقہ کرنا اللہ تعالیٰ کے غضب سے حفاظت ونجات کا ذریعہ ہے۔ اس قسم کی اور بھی روایات ہیں، اور چھپ کر صدقہ کرنے کی قید اخلاص کو ملحوظ رکھنے کے لئے ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إليه فإنه يرفعه أو يسهل وقوعه كما سيأتي قال بعضهم :إنما أمر بتحصين المال بالزكاة لأن للمال مستحقين المساكين والحوادث فالمطالب بحق الفقراء هو الله والحوادث تأتي بها الأقدار فمن زكى فقد أرضى الله فيجوز أن ترفع المقادير نزول الحوادث بمن أدى حق الله وقد قال :(يمحو الله ما يشاء ويثبت) أى يوقع الحوادث بها ليرفعهما عنده ويخلق منها قال تعالى :(ما عندكم يفند وما عند الله باق) فالزكاة حصن لها إن بقيت وهى لها أحصن إن حصلت عند الله.

(د فى مراسيله عن الحسن) وأسنده البيهقى وغيره من وجوه ضعيفة(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٣٧٢٩)

[1] قال المنذرى:

رواه الطبرانى فى الكبير وفيه صدقة بن عبد الله السمين ولا بأس به فى الشواهد (الترغيب والترهيب،تحت رقم الحديث ١٣١٦)

[2] عن أبى أمامة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :صنائع المعروف تقى مصارع السوء ، وصدقة السر تطفىء غضب الرب، وصلة الرحم تزيد فى العمر(المعجم الكبير للطبرانى،رقم الحديث ٨٠١٤)

قال الهيثمى:

رواه الطبرانى فى الكبير وإسناده حسن(مجمع الزوائد ج٣ص ١١٥ ،باب اى الصدقة افضل)

وقال المنذرى:

رواه الطبرانى فى الكبير بإسناد حسن (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ٨٨٩، كتاب النوافل، الترغيب فى المحافظة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ:

وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۴۷۴۶) ۱؎

ترجمہ: اور صدقہ گناہوں کو اس طرح بجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے (مسند احمد)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اَلصَّلَاةُ قُرْبَانٌ، وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۵۲۸۴) ۲؎

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وقال السخاوی:

حَدِيث :صَدَقَةُ السِّرِّ تُطْفِءُ غَضَبَ الرَّبِّ، الطبرانی فی الصغیر، ومن جهته القضاعی من جهة أبی جعفر محمد بن علی بن الحسین قال :قلت لعبد اللّٰه بن جعفر :حدثنا حدیثا سمعته من رسول اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فقال :سمعت رسول اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وذكره، وفیه أصرم بن حوشب وهو ضعیف، ولكن له شواهد منها عن أبی سعید الخدری مرفوعا مثله، أخرجه الحارث بن أبی أسامة فی مسنده، وأبو الشیخ فی الثواب، والبیهقی فی الشعب، وفیه الواقدی وهو ضعیف، وعن ابن مسعود مرفوعا مثله بزیادة :وصلة الرحم تزید فی العمر، أخرجه القضاعی من حدیث عاصم بن بهدلة عن أبی وائل عنه، وعن أبی أمامة مرفوعا، ولفظه :صنائع المعروف تقی مصارع السوء، وصدقة السر تطفء غضب الرب، وصلة الرحم تزید فی العمر، أخرجه الطبرانی فی الكبیر بسند حسن(المقاصد الحسنة للسخاوی، تحت رقم الحدیث ۶۱۸)

وقال الالبانی:

و جملة القول أن الحدیث بمجموع طرقه و شواهده صحیح بلا ریب بل یلحق بالمتواتر عند بعض المحدثین المتأخرین(سلسلة االصحیحة، تحت رقم الحدیث ۱۹۰۸)

۱؎ قال شعیب الارنؤوط: إسناده قوی علی شرط مسلم (حاشیة مسند احمد)

۲؎ قال شعیب الارنؤوط:

إسناده قوی علی شرط مسلم، رجاله ثقات غیر ابن خثیم (حاشیة مسند احمد)

Idara Ghufran

ترجمہ: نماز قُربِ الٰہی کا ذریعہ ہے، اور روزہ (گناہوں اور شیطانی حملوں وغیرہ سے بچاؤ کے لئے) ڈھال (اور ذریعہ) ہے، اور صدقہ خطاء (وگناہ) کو بجھا دیتا ہے، جیسا کہ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ شرعی طریقے پر صدقہ کرنے سے انسان کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يُخْرِجُ رَجُلٌ شَيْئًا مِنَ الصَّدَقَةِ حَتّٰى يَفُكَّ عَنْهَا لَحْيَيْ سَبْعِيْنَ شَيْطَانًا (مسند احمد، رقم الحديث ٢٢٩٦٢) ١

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی کسی چیز کا صدقہ نکالتا ہے، تو وہ اس صدقہ کے ذریعہ سے ستَّر شیطان کے جبڑوں سے خلاصی پا لیتا ہے (مسند احمد)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی اسی قسم کا مضمون مروی ہے۔ ٢

معلوم ہوا کہ صدقہ کے ذریعہ شیطانوں کی دسترس سے مومن کی غیر معمولی حفاظت ہوتی ہے۔ ٣

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ

---

١ قال شعيب الارنؤوط:
رجاله ثقات رجال الشيخين غير أن الأعمش -وهو سليمان بن مهران -لم يسمع من ابن بريدة فيما يظن أبو معاوية -وهو محمد بن خازم الضرير -في هذا الحديث(حاشية مسند احمد)

٢ عن أبي ذر، قال :ما على الأرض من صدقة تخرج، حتى يفك عنها لحيا سبعين شيطانا، كلهم ينهاه عنها(مصنف ابنِ ابی شیبة،رقم الحديث ٩٩٠٥)

٣ (ما يخرج رجل) أي انسان (شيأ من صدقة حتى يفك عنها لحي سبعين شيطانا) لان الصدقة انما يقصد بها ابتغاء رضا الله والشياطين بصدد منع الآدمي من ذلك (حم ك عن بريدة) باسناد صحيح(التيسير بشرح الجامع الصغير للمناوى، حرف الميم)

Idara Ghufran

لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ اَلْإِمَامُ الْعَادِلُ وَشَابٌّ نَشَأَ فِيْ عِبَادَةِ رَبِّهٖ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اِجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ اِمْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّيْ أَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ أَخْفٰى حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات آدمیوں کو اللہ (قیامت کے) اس دن اپنے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا، جس دن اللہ تعالیٰ کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا، ایک منصف (یعنی عدل وانصاف کرنے والے) حکمران کو، اور دوسرے اس نوجوان کو جس نے اپنی جوانی اپنے رب کی عبادت میں گزاری، اور تیسرے اس آدمی کو جس کا دل مساجد میں (نماز کے انتظار میں) اٹکا ہوا رہتا ہے، اور چوتھے ان دو آدمیوں کو جو (آپس میں) صرف اللہ کے لئے محبت کریں، اللہ کی محبت پر ہی جمع ہوں، اور اللہ کی محبت پر ہی جدا ہوں، اور پانچویں وہ آدمی جس کو عہدے اور حسن وجمال والی عورت اپنی طرف (بدکاری کے لئے) دعوت دے، مگر وہ جواب میں کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اور چھٹے وہ آدمی جو صدقہ اس طریقہ سے خفیہ دے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا، اور ساتویں وہ آدمی جو اللہ کا تنہائی میں ذکر کرے، اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں (بخاری)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ، كُلُّ امْرِءٍ فِيْ ظِلِّ صَدَقَتِهٖ حَتّٰى يُفْصَلَ بَيْنَ النَّاسِ، أَوْ قَالَ: يُحْكَمَ بَيْنَ النَّاسِ (مسند

---

[1] رقم الحديث ٦٦٠، كتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ وفضل المساجد.

احمد، رقم الحدیث ۱۷۳۳۳) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) ہر آدمی اپنے (دنیا میں کیئے ہوئے) صدقہ کے سایہ میں ہوگا، یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہوجائے (مسند احمد)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

إِنَّ ظِلَّ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَدَقَتُهُ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۸۰۴۳) [2]

ترجمہ: قیامت کے دن مومن کے لئے سایہ اس کا صدقہ ہوگا (مسند احمد)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِءُ عَنْ أَهْلِهَا حَرَّ الْقُبُوْرِ، وَإِنَّمَا يَسْتَظِلُّ الْمُؤْمِنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْ ظِلِّ صَدَقَتِهٖ

(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۷۸۸، ج۱۷ ص۲۸۶) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ کرنے والے کا صدقہ قبر کی گرمی کو بجھاتا ہے، اور قیامت کے دن مومن اپنے صدقہ کے سائے میں ہوگا (طبرانی)

معلوم ہوا کہ شرعی صدقہ کی برکت سے قیامت کے دن صدقہ کرنے والے کو اس کے صدقہ کے اعتبار سے سایہ کی نعمت حاصل ہوگی۔

نیز صدقہ کی برکت سے قبر کی حرارت اور شدت سے بھی نجات حاصل ہوگی۔

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:
إسناده صحیح (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعیب الارنؤوط:
حدیث صحیح، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

[3] قال الالبانی:
وجملة القول؛ أن إسناد الطبرانی جید بالمتابعات المذكورة (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۳۴۸۴)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِتَّقُوْا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ (بخاری) ؎1

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم جہنم کی آگ سے بچو، اگرچہ کھجور کے ایک حصہ (کو صدقہ کرنے) کے ذریعہ سے ہی کیوں نہ ہو، اگر کوئی یہ بھی نہ پائے، تو اچھے کلمہ کو (زبان سے ادا کر کے اس) کے ذریعہ سے (اپنے آپ کو جہنم سے بچائے) (بخاری)

اس قسم کا مضمون کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ جہنم کی آگ سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ نُوْدِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ يَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا خَيْرٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ (بخاری) ؎2

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کے راستے میں کوئی چیز جوڑے والی (یعنی دو کی تعداد میں یا آگے پیچھے) خرچ کی، تو اُسے جنت کے دروازوں سے بُلایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اے اللہ کے بندے! یہ خیر ہے (جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے تیار کی ہے) اور جو شخص نماز کی پابندی کرنے والا ہوگا، اُسے جنت کی طرف نماز کے دروازے سے بُلایا جائے گا، اور جو شخص جہاد کرنے

؎1 رقم الحدیث ۶۰۲۳، کتاب الادب، باب طیب الکلام۔

؎2 رقم الحدیث ۱۸۹۷، کتاب الصوم، باب الریان للصائمین۔

والا ہوگا، اُسے جہاد کے دروازے سے بلایا جائے گا اور جو روزہ رکھنے والا ہوگا، اُسے بابِ ریّان (جو روزے داروں کے لیے جنت میں داخل ہونے کے دروازے کا نام ہے) سے بلایا جائے گا، اور جو شخص صدقہ دینے والوں میں سے ہوگا، اُسے صدقہ کے دروازے سے بلایا جائے گا (بخاری)

اللہ تعالیٰ کے راستے میں جوڑے والی چیز خرچ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اُس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جو چیز خرچ کی، وہ دو کی تعداد میں خرچ کی، مثلاً دو روپے یا دو کپڑے، دو روٹیاں وغیرہ، اور بعض حضرات نے اس کا یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ اُس نے ایک مرتبہ خرچ کرنے پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ وہ بار بار خرچ کرتا رہا جس کی وجہ سے خرچ کرنے میں جوڑ کا تسلسل اور سلسلہ قائم رہا۔ واللہ اعلم۔ [1]

مذکورہ فضائل تو عام صدقہ وخیرات کے ہیں، اور اگر کوئی صدقۂ جاریہ والا عمل کرے، تو اس کا ثواب اور بھی زیادہ ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ اِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْعِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ

---

[1] قوله :(من أنفق زوجين فى سبيل الله، نودى من أبواب الجنة)، والمعنى فى إنفاق الزوجين : الفرق بين العادة والعبادة، فإنه إذا أنفق شيئا مرة، لم يدل على أنه أنفقه عادة، فإذا أنفقه ثانيا علم أن من عادته الإنفاق، فاعتبر به، وعدت له عبادة .ثم إن الإنفاق مرتين وإن لم يدل على كونه عادة له فى نفس الأمر، إلا أنه اكتفى به رحمة على عباده، فكأنه إذا تكرر عنه الفعل، فقد دخل فى حد العادة. والمرء إذا اعتاد الأنفاق فى سبيل الله، تأكدت جهة عبادته .فإنه يدل على الاعتياد بها، فيحصل له الأجر تاما .ومن ههنا ظهر وجه كونه ميزانا للدخول فى الجنة(فيض البارى شرح البخارى، تحت رقم الحديث ١٨٩٧، ج٣ص ٣٢٦، كتاب الصوم،باب الريان للصائمين)

قوله من أنفق زوجين فى سبيل الله قال الحسن البصرى يعنى اثنين درهمين دينارين ثوبين وقال غيره يريد شيئين درهما ودينارا درهما وثوبا وقال الباجى يحتمل أن يريد بذلك العمل من صلاتين أو صيام يومين (مشارق الانوار على صحاح الآثار، ج ا ص ٣١٣، حرف الزى مع سائر الحروف)

صَالِحٍ یَدْعُوْلَہٗ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (مسلمان) انسان (خواہ مرد ہو یا عورت) جب فوت ہوجاتا ہے، تو اس کا (اپنا) عمل منقطع وختم ہوجاتا ہے، لیکن (اُصولی طور پر) تین (اعمال ایسے ہیں کہ اُن) کا سلسلہ منقطع وختم نہیں ہوتا (اُن میں سے) ایک صدقۂ جاریہ ہے، دوسرے ایسا علم ہے، جس سے فائدہ اُٹھایا جائے، تیسرے نیک صالح اولاد ہے، جو اس (فوت ہونے والے) کے لئے دعاء کرتی ہے (مسلم)

صدقۂ جاریہ سے ایسا صدقہ مراد ہے، جس کا نفع باقی رہنے والا ہو، اور اس مفہوم میں بہت ساری چیزیں داخل ہیں۔

کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے وقف کردی، وہ صدقۂ جاریہ میں داخل ہے، مثلاً کوئی مسلمان اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضاء کی خاطر نام ونمود کے بغیر مسجد بنوا گیا جس میں لوگ نماز پڑھتے ہیں تو جب تک اس میں نماز ہوتی رہے گی، بنوانے والے کو اس کا ثواب خود بخود ملتا رہے گا۔

اسی طرح کوئی دینی مدرسہ اور دینی ادارہ ہے کہ جب تک لوگ اس سے دین کا فائدہ اٹھاتے رہیں گے، اس وقت تک بنوانے والے کو برابر ثواب ملتا رہے گا، بشرطیکہ بنانے والے نے اخلاص کے ساتھ یہ عمل انجام دیا ہو۔

اسی طرح مثلاً کوئی شخص مسافر خانہ یا شفاخانہ بنوا کر یا کوئی مکان یا عمارت ضرورت مند لوگوں یا مسافروں کے لئے وقف کر کے دنیا سے رخصت ہوگیا، جس سے غریب غرباء اور دوسرے ضرورت مند لوگوں کو نفع پہنچتا رہا، تو اس فوت ہونے والے شخص کو اس کا برابر ثواب ملتا رہے گا۔

یا مثلاً کوئی مسلمان لوگوں کی ضرورت والی جگہ پر کنواں بنوا کر یا ٹیوب ویل لگوا کر یا پانی کی

---

[1] رقم الحدیث ۱۶۳۱ "۱۴"، کتاب الوصیۃ، باب مایلحق الانسان من الثواب بعد وفاتہ.

بورنگ کرا کر فوت ہوگیا، تو جب تک لوگ اس سے پانی پیتے رہیں گے، وضو کرتے رہیں گے، اور پانی سے دوسری ضروریات پوری کرتے رہیں گے، اس مرنے والے مسلمان کو بھی ثواب ملتا رہے گا۔

اس قسم کی سب چیزیں صدقۂ جاریہ میں شامل ہیں۔ [1]

خلاصہ یہ کہ شادی بیاہ کی فضول رسموں میں مال خرچ کرنے کے بجائے، اس مال کو صدقہ و خیرات کر کے عظیم اجر وثواب اور دنیا و آخرت کے بے شمار فوائد و برکات کو حاصل کرنا چاہئے۔

صدقہ کے لئے بکرے کی حیثیت

یہاں یہ بات ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ آج کل بعض لوگ صدقہ کے عنوان سے بکرا خرید کر زندہ یا مخصوص موقع و مقام پر بکرا ذبح کر کے صدقہ کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں، حالانکہ شرعاً صدقہ کے لئے بکرے یا کسی دوسرے جانور یا کسی دوسری چیز کی تخصیص نہیں ہے، بلکہ صدقہ اس چیز کا کرنا چاہئے جس سے غریبوں اور محتاجوں وضرورت مندوں کی زیادہ بہتر طریقہ پر مدد ہو، کیونکہ صدقہ دراصل غریبوں کی ضروریات پوری کرنے اور ان کا بہتر طریقہ پر تعاون کرنے کا نام ہے، اور غریبوں کی ضروریات مختلف قسم کی ہوتی ہیں۔

اسی لئے شریعت نے صدقہ کے لئے بکرے یا کسی دوسری چیز کو مخصوص نہیں کیا اور احادیث میں صدقہ کے حکم اور فضیلت کے ساتھ بکرے کی قید اور شرط کا ذکر نہیں آیا۔

لیکن آج کل بعض جگہ بارات کی روانگی کے وقت بکرا ذبح کر کے اس کے خون کے اوپر سے دولہا کو گزارا جاتا ہے، اسی طرح بعض مقامات پر بارات کی واپسی پر بکرا ذبح کر کے اس کے اوپر سے دولہن کو گزارا جاتا ہے، یا بکرا ذبح کر کے اس کا خون چوکھٹ پر ڈالا جاتا ہے، تاکہ

---

[1] صدقۂ جاریہ کی مزید تفصیل کے لئے ہماری دوسری کتاب ''صدقۂ جاریہ وایصالِ ثواب کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں۔

آفات وبلیات اس بکرے کی جان کے ساتھ چلی جائیں، یہ عقیدہ من گھڑت اورشریعت کے بالکل خلاف ہے۔

اس طرح کی اور بھی کئی خرابیاں بکرے کے مروجہ صدقہ میں پیدا ہوگئی ہیں۔

اس لئے بکرے کے بجائے نقدی یا غریب کی کسی ضرورت والی چیز کی صورت میں صدقہ کرنا چاہئے، جس میں نہ تو رقم سے بکرا خرید کر لانے، پھر اس کو مصرَف تک پہنچانے کی مشقت ہے، اور نہ ہی منڈی وبازار جانے کی ضرورت ہے، اور نہ ہی خریداری کرنے کے لئے وقت خرچ کرنے کی ضرورت ہے۔

اگر کوئی شخص خرابیوں سے بچ کر بھی بکرا صدقہ کرے تب بھی قولی یا عملی طور پر اس رسم کی تائید ہوتی ہے اور مروجہ رسم کو تقویت پہنچتی ہے، لہٰذا ان تمام پابندیوں کو چھوڑ کر صدقہ میں شریعت کی دی ہوئی آسانی سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور صدقہ کے لئے بکرے کی قید وشرط کو چھوڑنا چاہئے۔

(تفصیل اور دلائل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری دوسری کتاب ''صدقہ کا صحیح طریقہ اور بکرے کا صدقہ'')

وَاللّٰہُ سُبُحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعُلَمُ وَعِلُمُہٗ اَتَمُّ وَاَحُکَمُ.

(فصل نمبر5)

شادی کوآسان اورسادی کرنے کے فوائدوبرکات

شادی کوآسان اورسادی کرنے کے بے شمارفوائدوبرکات ہیں،جومردوعورت اوران کے متعلقین وذمہ داروں کودنیامیں نکاح سے پہلے،نکاح کے وقت اورنکاح کے بعداوراس دنیا سے رخصت ہونے کے بعدآخرت میں حاصل ہوتے ہیں،جن کی حقیقت پہلے ذکرکردہ قرآن وسنت کی روشنی میں سمجھی جاسکتی ہے،یہاں بطورخلاصہ چندفوائدوبرکات کاذکرکیاجاتا ہے۔

(1)......نکاح سے پہلے حاصل ہونے والے فوائدوبرکات

شادی کوسادی اورآسان بنانے کے نتیجہ میں نکاح سے پہلے جوبرکات وفوائدحاصل ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ:

سادہ نکاح کے لئے مردوعورت کومال ودولت کمانے کی فکراورجدوجہدنہیں کرنی پڑتی اورعموماً جوانی کابڑاحصہ ضائع ہونے سے بچ جاتاہے،بآسانی رشتہ میسرآجاتاہے،نفسانی وشہوانی بے شمارگناہوں اورفواحش ومنکرات سے نجات مل جاتی ہے،وقت جوزندگی کاقیمتی سرمایہ ہے، فضول تیاریوں میں خرچ کرنے سے محفوظ رہتاہے،لمبی چوڑی تیاریوں،بکھیڑوں اور پریشانیوں سے حفاظت رہتی ہےاورزندگی کےضروری معمولات میں خلل واقع نہیں ہوتا۔

اس کے برعکس سادہ طریقہ چھوڑکردھوم دھام سےاوررسموں کے ساتھ شادی بیاہ کرنے کی صورت میں پہلےتومال ودولت کمانے کی فکرسواررہتی ہے اوراس کے لئے بڑی جدوجہد کاسامناکرناپڑتاہے،جس میں بسااوقات قرض کے بوجھ تلے دبناپڑتاہےاوربعض اوقات سودورشوت اوردوسرے حرام کاموں میں مبتلاہوناپڑتاہےاوراس کی وجہ سےایمان،جان اور

عزت وآبرو کو بھی نقصان پہنچ جاتا ہے اور پھر ان ہی تیاریوں اور تمہیدوں کی خاطر مرد وعورت کی جوانی کا بڑا حصہ ضائع ہو جاتا ہے، بال گھر میں بیٹھے بیٹھے سفید ہو جاتے ہیں اور نکاح کا جو اصل وقت ہے وہ گزر جاتا ہے، اپنی شان کے مطابق رشتے تلاش کرتے کرتے دربدر ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں اور بے نکاح رہنے کی وجہ سے بدنظری، زنا اور اس جیسے دوسرے فواحش ومنکرات پر مشتمل گناہوں کی دلدل میں انسان پھنستا چلا جاتا ہے، فضولیات و رسمیات کی خاطر وقت برباد ہوتا ہے، سینکڑوں طرح کی پریشانیاں سر پر مسلّط ہو جاتی ہیں اور زندگی کے اہم معمولات متأثر ہونے سے دینی ودنیوی مختلف طرح کا نقصان ہوتا ہے۔

(2)......نکاح کے وقت حاصل ہونے والے فوائد وبرکات

شادی بیاہ کو سادہ طریقہ پر کرنے کے جو فوائد وبرکات نکاح کرتے وقت حاصل ہوتے ہیں وہ یہ ہیں:

اللہ اور اس کے رسول کی رضا حاصل ہوتی ہے اور ناراضگی والے کاموں سے نجات مل جاتی ہے، جس کے نتیجہ میں بے شمار دنیوی ودینی فوائد وبرکات حاصل ہوتے رہتے ہیں اور بے شمار آفات وبلیات سے نجات مل جاتی ہے، مال ودولت فضول برباد ہونے سے محفوظ رہتا ہے، وقت کی بربادی سے حفاظت رہتی ہے، بے شمار اُلجھنوں سے بچت ہو جاتی ہے۔

اور اس کے برعکس سادہ طریقہ چھوڑ کر دوسرے طریقہ پر نکاح کرنے کی صورت میں سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی ناراضگی کا وبال سر پر پڑتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے غیظ وغضب اور لعنت کا انسان مستحق ہوتا ہے، جس کا خمیازہ آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی میاں بیوی کو مختلف شکلوں میں بھگتنا پڑ جاتا ہے، سالہا سال خون پسینہ سے کمائی ہوئی دولت آناً فاناً راکھ کا ڈھیر ہو جاتی ہے، وقت برباد ہوتا ہے اور بے شمار اُلجھنیں انسان کے دل ودماغ پر سوار ہوتی ہیں، اِسے منایا اُسے رُٹھایا والی کہاوت کی بھی کئی مثالیں

دیکھنے میں آتی ہیں۔

(3)......نکاح کے بعد حاصل ہونے والے فوائد و برکات

سادہ شادی بیاہ کو کرنے کے نتیجہ میں نکاح کے بعد جو فوائد و برکات حاصل ہوتے ہیں، ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

نکاح کے بعد عموماً پائیدار اور دیرپا شبانہ لُطف اندوزی کی توفیق حاصل ہوتی ہے، خوشگوار ازدواجی زندگی کا مزہ حاصل ہوتا ہے، زوجین میں محبت ومودّت کی فضا قائم ہوتی ہے، بڑھاپے سے پہلے اللہ تعالیٰ اولاد کا سہارا عطا فرما دیتا ہے، توالد وتناسل کا سلسلہ بہتر طریقہ پر جاری وساری رہتا ہے، خانگی اور گھریلو ماحول میں سکون واطمینان نصیب ہوتا ہے اور زندگی بھر ہائے پیسہ، ہائے پیسہ کا نعرہ نہیں لگانا پڑتا، بلکہ سادگی اور کفایت شعاری کے ساتھ زندگی کی گاڑی چلتی رہتی ہے۔

اور اس کے برعکس سادہ نکاح کے بجائے رسم ورواج پر مشتمل نکاح کرنے کے بعد جن مسائل ومصائب کا انسان اور خصوصاً زوجین شکار ہوتے ہیں وہ یہ ہیں:

نکاح کے بعد عموماً پائیدار لطف اندوزی حاصل نہیں ہو پاتی، جس کے نتیجہ میں زندگی بدمزہ ہوجاتی ہے، زوجین میں تنازعہ واختلاف رہتا ہے، ضرورت کے وقت اولاد کا سہارا حاصل نہیں ہو پاتا، توالد وتناسل کے سلسلہ میں مشکلات کا سامنا ہوتا ہے، زوجین کے خاندانوں میں اختلاف رہتا ہے، خانگی اور گھریلو زندگی میں بے سکونی وبے اطمینانی کی کیفیت رہتی ہے، ہائے پیسہ ہائے پیسہ کرتے کرتے انسان دنیا سے رُخصت ہوجاتا ہے اور مال ودولت میں برکت نہیں ہوتی۔

(4)......آخرت میں حاصل ہونے والے فوائد و برکات

سادہ نکاح کا اُخروی فائدہ جو اس عارضی دنیا سے رخصت ہونے کے بعد آنے والی اصل اور

دائمی زندگی میں حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ:

’’اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے حفاظت اور اس کی رضا حاصل ہوتی ہے، جس پر آخرت میں قیمتی اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے‘‘

مختصر لفظوں میں بیان کردہ آخرت کا یہ فائدہ تمام فوائد کا مجموعہ بلکہ ان سب سے بڑھ کر ہے۔

یاد رکھیے کہ پیچھے جو تفصیل ذکر کی گئی یہ عادت اللہ کے مطابق اور اکثری ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت و مشیت کا تقاضہ کسی وقت یا کسی عمل کے ثمرہ کے طور پر کچھ اور ہو تو اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور اس قسم کا استثناء تو تقریباً ہر جگہ ہی موجود ہوا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مسنون نکاح کی برکت سے دنیا و آخرت کے فوائد و برکات حاصل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے، آمین۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

Idara Ghufran

(خاتمہ)

آیئے عہد کریں

کہ آج کے بعد!

(1)......شادی کوسادی بنائیں گے، ہر قسم کے رسم ورواج، ریا کاری، دکھلاوے، فخر وتفاخر اور فضول خرچیوں سے پرہیز کریں گے۔

(2)......منگنی، مہندی، اُبٹن، مائیوں بٹھانے، دودھ پلانے، کھیر چٹانے، سہرابندی کرنے، مخصوص رنگوں یا وضع کے لباس پہننے وغیرہ کے عنوان سے انجام پانے والی مروَّجہ رسوم اختیار نہیں کریں گے۔

(3)......لمبی چوڑی بارات کے اہتمام سے پرہیز کریں گے اور رُخصتی کا عمل آسانی وسادگی کے ساتھ انجام دیں گے۔

(4)......مہر نام ونمود سے بچ کر اتنا مقرر کریں گے، جس کا ادا کرنا شوہر کے لئے آسان ہو۔

(5)...... ولیمہ اپنی حیثیت کے مطابق صرف سنت کی ادائیگی کی غرض سے حلال مال کے ذریعہ کریں گے، نام ونمود کی بنیاد پر نہیں کریں گے، اور خلافِ شریعت طریقہ پر ولیمہ کی تقاریب منعقد نہیں کریں گے، اوران چیزوں میں حرام وناجائز مال استعمال نہیں کریں گے، اور نہ ہی بلاضرورت قرض کا بوجھ سر پر چڑھائیں گے۔

(6)......سلامی، نیوتہ اور نندرہ کی مروّجہ رسم (جو ادلہ بدلہ کے طور پر اور کئی خرابیوں کا مجموعہ ہے) سے پرہیز کریں گے۔

(7)......مروّجہ جہیز کے مطالبہ اوراس کے ضروری سمجھنے اور جہیز کے عنوان سے پائی جانے والی مختلف رسوم کے وبال سے جان چھڑانے کی کوشش کریں گے۔

Idara Ghufran

(8)......تصویر سازی اور موسیقی، بینڈ باجہ اور ناچ گانے کی وبا سے اجتناب کریں گے۔

(9)...... بے پردگی اور عورتوں مردوں کے مخلوط اور بے پردہ اجتماع سے بچیں گے۔

(10)......نام ونمود کے لئے عالیشان اور قیمتی شادی کارڈوں پر رقم ضائع کرنے کے بجائے دوسروں کو مسنون ولیمہ میں شرکت کے لئے سادہ انداز میں دعوت دینے کا سلسلہ جاری کریں گے۔

(11)......اسی کے ساتھ رسم ورواج میں وقت اور پیسہ خرچ کرنے کے بجائے، اس وقت کو اللہ تعالیٰ کی یاد وذکر میں اور پیسے کو صدقہ خیرات یا دوسرے کارِ خیر میں اور اپنی اور دوسرے غریبوں کی ضروریات میں خرچ کریں گے، جو ہمیں دنیا وآخرت کی آفات وبلّیات سے بچانے میں معین ہوگا۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ملحوظ رہے کہ بسہولت ممکن ہو، تو مسجد میں اور جمعہ کے دن نکاح کرنا مستحب ہے۔

اور ضروری اور لازم سمجھے بغیر شادی کی مبارک باد دینا سنت ومستحب ہے۔

اور نکاح کسی بھی مہینہ، کسی بھی دن اور کسی بھی وقت کرنا جائز ہے، اور بعض لوگ جو آج کل محرم یا صفر کے مہینہ میں نکاح اور شادی بیاہ کو ممنوع یا منحوس سمجھتے ہیں، یہ درست نہیں۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

(ضمیمہ)

نکاح سے متعلق چند مسنون دعائیں

آخر میں نکاح سے متعلق چند مسنون دعائیں جو معتبر احادیث سے ثابت ہیں، ذکر کی جاتی ہیں۔

نکاح کا مسنون خطبہ

نکاح کے ایجاب وقبول سے پہلے یہ خطبہ پڑھنا مسنون ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا، وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ.

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا.

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا. يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا.

ملحوظ رہے کہ معتبر احادیث وروایات میں خطبۂ نکاح، جس کو خطبۂ حاجت بھی کہا جاتا ہے، اس میں ''النکاح من سنتی'' وغیرہ حدیث پڑھنے کا ذکر نہیں ملا، اس لئے مسنون خطبہ کے لئے اس طرح کی حدیث کا پڑھنا ضروری نہیں، تاہم کوئی پڑھے تو گناہ بھی نہیں، بلکہ

موقع کی مناسبت سے بہتر ہے۔ ۱؎

نکاح کی مبارک باد کی مسنون دعاء

جب کسی کا نکاح ہو،تو اسے اس طرح مبارک باد دینا سنت ہے کہ:

بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ.

ترجمہ:اللہ آپ کے لئے مبارک فرمائے(بخاری) ۲؎

۱؎ عن عبد الله، عن النبی صلى الله عليه وسلم، قال :علمنا خطبة الحاجة " :الحمد لله نستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا، وسيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادی له، وأشهد أن لا إله إلا الله، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله، ثم يقرأ ثلاث آيات :(يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن إلا وأنتم مسلمون)(يا أيها الناس اتقوا ربكم الذی خلقكم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالا كثيرا ونساء واتقوا الله الذی تساء لون به والأرحام إن الله كان عليكم رقيبا)(يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وقولوا قولا سديدا)(سنن النسائی، رقم الحديث ۱۴۰۴)

عن عبدِ الله بنِ مسعود فی خطبة الحاجةِ فی النكاح وغيره:

وحدثنا محمد بن سليمان الأنباری، المعنى، حدثنا وكيع، عن إسرائيل، عن أبی إسحاق، عن أبی الأحوص، وأبی عبيدة، عن عبد الله، قال " :علمنا رسول الله صلى الله عليه وسلم خطبة الحاجة أن الحمد لله نستعينه ونستغفره ونعوذ به من شرور أنفسنا، من يهد الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادی له، وأشهد أن لا إله إلا الله، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله، يا أيها الذين آمنوا (اتقوا الله الذی تساء لون به والأرحام إن الله كان عليكم رقيبا)(يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن إلا وأنتم مسلمون)(يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وقولوا قولا سديدا يصلح لكم أعمالكم ويغفر لكم ذنوبكم ومن يطع الله ورسوله فقد فاز فوزا عظيما)، لم يقل محمد بن سليمان، أن(سنن ابی داوٗد، رقم الحديث ۲۱۱۸،باب فی خُطبة النكاح)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح من جهة أبی الأحوص -وهو عوف بن مالك بن نَضلة الجُشَمی -ضعيف من جهة أبی عُبيدة -وهو ابن عبد الله بن مسعود -لأنه لم يسمع من أبيه . محمد بن كثير، هو العَبدی، وسفيان :هو ابن سعيد الثوری، وأبو إسحاق :هو عمرو بن عبد الله السَّبيعی، ووكيع :هو ابن الجراح، وإسرائيل :هو ابن يونُس السَّبيعی(حاشية سنن ابی داوٗد)

۲؎ عن أنس رضی الله عنه :أن النبی صلى الله عليه وسلم رأى على عبد الرحمن بن عوف أثر صفرة، قال :ما هذا؟ قال :إنی تزوجت امرأة على وزن نواة من ذهب، قال: بارک الله لک، أولم ولو بشاة (بخاری، رقم الحديث ۵۱۵۵)

اوران الفاظ میں مبارک باد دینا بھی سنت سے ثابت ہے کہ:

بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ، وَبَارَکَ عَلَیْکَ، وَجَمَعَ بَیْنَکُمَا فِی الْخَیْرِ.

ترجمہ: اللہ آپ کے لئے مبارک فرمائے، اور آپ پر مبارک فرمائے، اور تم دونوں کے درمیان خیر کے ساتھ جمع فرمائے (ترمذی، ابوداؤد) [1]

نکاح کے بعد شوہر کے لئے مسنون دعاء

جب کسی عورت سے نکاح کرے، تو نکاح کے بعد شوہر کو یہ دعاء کرنا سنت ہے کہ:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَسْأَلُکَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَا جَبَلْتَھَا عَلَیْہِ، وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا وَ شَرِّ مَا جَبَلْتَھَا عَلَیْہِ.

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ سے اس کے خیر کا سوال کرتا ہوں، اور آپ نے جو اس کی عادت میں خیر رکھی ہے، اس کا سوال کرتا ہوں، اور میں اس کے شر سے آپ کی پناہ (وحفاظت) طلب کرتا ہوں، اور اس کی عادت میں جو شر ہے، اس سے بھی آپ کی پناہ (وحفاظت) طلب کرتا ہوں (ابوداؤد) [2]

---

[1] عن أبی هريرة، أن النبی صلى الله عليه وسلم كان إذا رفأ الإنسان إذا تزوج، قال: بارک الله لک، وبارک عليک، وجمع بينكما فی الخير (سنن الترمذی، رقم الحديث ١٠٩١)

قال الترمذی: وفی الباب عن عقيل بن أبی طالب :.حديث أبی هريرة حديث حسن صحيح .

عن أبی هريرة :أن النبی -صلى الله عليه وسلم -كان إذا رفأ الإنسان إذا تزوج قال: "بارک الله لک، وبارک عليک، وجمع بينكما فی خير"(سنن ابی داوٗد، رقم الحديث ٢١٣٠، باب ما يقال للمتزوج)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده قوی(حاشية سنن ابی داوٗد)

[2] عن عمرو بن شعيب، عن أبيه عن جده، عن النبی -صلى الله عليه وسلم -قال: "إذا تزوج أحدكم امرأة أو اشترى خادما، فليقل :اللهم إنی أسالک خيرها، وخير ما جبلتها عليه، وأعوذ بک من شرها، وشر ما جبلتها عليه، وإذا اشترى بعيرا فليأخذ بذروة سنامه، وليقل مثل ذلک(ابو داوٗد، رقم الحديث ٢١٦٠،باب فی جامع النكاح)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن(حاشية سنن ابی داوٗد)

بعض روایات میں یہ ذکر ہے کہ جب نکاح کے بعد زوجہ سے پہلی ملاقات ہو، تو شوہر کو اس کی پیشانی کو پکڑ کر یہ مذکورہ دعاء کرنی چاہئے۔ [1]

زوجہ سے صحبت کرنے سے پہلے کی مسنون دعاء

زوجہ سے صحبت شروع کرنے سے پہلے یہ دعاء سنت ہے کہ:

بِاسْمِ اللّٰہِ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ، وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا.

ترجمہ: اللہ کے نام سے، اے اللہ! ہم کو شیطان سے محفوظ رکھئے، اور جو آپ ہمیں (اولاد کی شکل میں) رزق عطا فرمائیں، اس کو بھی شیطان سے محفوظ رکھئے (بخاری) [2]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

23/ذوالحجہ/1436ھ 08/اکتوبر/2015 بروز جمعرات

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

---

[1] عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده رضى الله عنه، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :إذا أفاد أحدكم الجارية أو المرأة أو الدابة، فليأخذ بناصيتها، وليدع بالبركة، وليقل :اللهم إنى أسألک خيرها وخير ما جبلت عليه، وأعوذ بک من شرها، وشر ما جبلت عليه، وإن كان بعيرا، فليأخذ بذروة سنامه(مستدرک حاکم، رقم الحديث ٢٧٥٧)

قال الحاكم:

هذا حديث صحيح على ما ذكرناه من رواية الأئمة الثقات، عن عمرو بن شعيب، ولم يخرجاه عن عمرو فى الكتابين .

وقال الذهبى فى التلخيص: صحيح.

[2] عن ابن عباس رضى الله عنهما، قال :قال النبى صلى الله عليه وسلم " :لو أن أحدهم إذا أراد أن يأتى أهله قال :باسم الله، اللهم جنبنا الشيطان، وجنب الشيطان ما رزقتنا، فإنه إن يقدر بينهما ولد فى ذلک لم يضره شيطان أبدا (بخارى، رقم الحديث ٦٣٨٨)

رائے گرامی

مولانا مفتی محمد امجد حسین صاحب زید مجدہٗ

(مفتی: ادارہ غفران، راولپنڈی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مفتی محمد رضوان صاحب دام فضلہ، کی تصنیف ''شادی کوسادی بنایئے'' ماشاءاللہ ایک چھوٹے رسالے سے ایک ضخیم اور اپنے موضوع پر جامع و تحقیقی کتاب کے قالب میں ڈھل چکی ہے، گویا کہ آپ کی باقی تصانیف کی طرح یہ کتاب بھی ارتقاء کے مراحل طے کر کے درجۂ کمال اور نکتۂ عروج تک پہنچ چکی ہے۔

قرآن وسنت کے نصوص کی روشنی میں روایتی ودرایتی تحقیق اور متعلقہ موضوع پر جامعیت و استیعاب حضرت مفتی صاحب موصوف کی شان اور آپ کی تصانیف کی امتیازی شناخت ہے جو حاملینِ شرع اور اہلِ علم کے لئے مایۂ فخر اور باعثِ طمانیت امر ہے۔

اللہ کرے زورِ قلم اور ذوق تحقیق اور زیادہ

رسالہ ''شادی کوسادی بنایئے'' اپنی سابقہ ضخامت میں پہلے بھی شائع ہوا اور ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔

اس رسالہ میں آں موصوف کی اپنی بالکل سادہ اور مسنون شادی کی آپ بیتی بھی شامل تھی جو شوق ودلچسپی سے پڑھا جانے والا باب تھا۔

اب اس رسالہ کی ایک ایسی مستند، معتمد و معتبر کتاب کے قالب میں ڈھلنے سے جو متعلقہ شرعی نصوص سے مبرہن اور موضوع سے جڑے ہوئے احکام، اخبار و آثار پر مشتمل ہے قدر و قیمت، اہمیت اور منفعت دو چند ہوگئی ہے۔ محمد امجد حسین

۳۰/ جمادی الاخریٰ/ ۱۴۳۶ھ 20 / اپریل/ 2015ء بروز پیر

ادارہ غفران، راولپنڈی